# نوائے افغان جہاد

صفر ۱۴۴۰ھ — اکتوبر ۲۰۱۸ء

# حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی نصیحتیں

حضرت جعفر بن برقان رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ہمیں یہ بات پہنچی کہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے:

”مجھے تین آدمیوں پر ہنسی آتی ہے اور تین چیزوں سے رونا آتا ہے۔ایک تو اس آدمی پر ہنسی آتی ہے جو دنیا کی امیدیں لگارہا ہے، حالانکہ موت اسے تلاش کررہی ہے۔دوسرے اس آدمی پر جو غفلت میں پڑا ہوا ہے اور اس سے غفلت نہیں برتی جارہی یعنی فرشتے اس کا ہر بُرا عمل لکھ رہے ہیں اور اسے ہر عمل کا بدلہ ملے گا۔تیسرے منہ بھر کر ہنسنے والے پر جسے معلوم نہیں ہے کہ اس نے اپنے رب کو خوش کررکھا ہے یا ناراض۔اور مجھے تین چیزوں سے رونا آتا ہے۔پہلی چیز محبوب دوستوں یعنی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی جماعت کی جدائی، دوسری موت کی سختی کے وقت آخرت کے نظر آنے والے مناظر کی ہولناکی، تیسری اللہ رب العالمین کے سامنے کھڑا ہونا جب کہ مجھے یہ معلوم نہیں ہوگا کہ میں جہنم میں جاؤں گا یا جنت میں۔

اس دنیا میں مومن کی مثال اس بیمار جیسی ہے جس کا طبیب اور معالج اس کے ساتھ ہو جو اس کی بیماری اور اس کے علاج دونوں کو جانتا ہو۔جب اس کا دل کسی ایسی چیز کو چاہتا ہے جس میں اس کی صحت کا نقصان ہو تو وہ معالج اسے اس سے منع کردیتا ہے اور کہہ دیتا ہے کہ اس کے قریب بھی نہ جاؤ۔کیونکہ اگر تم نے اسے کھایا تو یہ تمہیں ہلاک کردے گی۔یوں وہ معالج اسے نقصان دہ چیز سے روکتا رہتا ہے، یہاں تک کہ وہ بالکل تندرست ہوجاتا ہے اور اس کی بیماری ختم ہوجاتی ہے۔اسی طرح مومن کا دل بہت سی ایسی دنیاوی چیزوں کو چاہتا رہتا ہے جو دوسروں کو اس سے زیادہ دی گئی ہیں لیکن اللہ تعالیٰ موت تک اسے ان سے منع کرتے رہتے ہیں اور ان چیزوں کو اس سے دور کرتے رہتے ہیں اور مرنے کے بعد اسے جنت میں داخل کردیتے ہیں“۔

[ابو نعیم فی الحلیۃ:ج۱،ص۲۰۷]

بسم اللہ الرحمن الرحیم

# نوائے افغان جہاد

جلد نمبر ۱۱، شمارہ نمبر ۹

صفر المظفر ۱۴۴۰ھ

اکتوبر 2018ء

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جب کہ لوگ حساب کتاب کے لیے کھڑے ہوں گے تو کچھ لوگ اپنی گردن پر تلواریں رکھے ہوئے آئیں گے، جن سے خون ٹپک رہا ہو گا... یہ لوگ جنت کے دروازے پر جمع ہو جائیں گے، لوگ دریافت کریں گے کہ: یہ کون لوگ ہیں (جن کا حساب کتاب بھی نہیں ہوا، سیدھے جنت میں آگئے)؟ انہیں بتایا جائے گا کہ یہ شہید ہیں جو زندہ تھے، جنہیں رزق ملتا تھا''۔

## اس شمارے میں

| | | |
|---|---|---|
| اداریہ | | |
| تزکیہ و احسان | سبیل النجاۃ | ۴ |
| دروس حدیث | توحید باری تعالیٰ.. سلسلہ دروس احادیث | ۷ |
| فداک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم | علاج اس کا بھی کچھ غم جاناں ہے کہ نہیں! | ۱۲ |
| صدیق کے لیے ہے خدا کا رسول بس! | ابو بکر الصدیق (رضی اللہ عنہ).. سیاسی و عسکری قائد کی حیثیت سے | ۲۰ |
| نشریات | امریکہ کا مقابلہ کیسے کیا جائے؟ | ۲۵ |
| فکر و منہج | تحریک شیخ الہند رحمہ اللہ.. مقصد اور منہج | ۳۰ |
| | ملفوظاتِ فقیہ العصر نور اللہ مرقدہ | ۴۴ |
| | ہمیں آج کفارِ قریش جیسے وقار کی کتنی ضرورت ہے | ۴۵ |
| | علما کی شان | ۴۶ |
| | مسلمانوں کے خلاف کفار کی مدد کرنا | ۴۷ |
| مشاہیر اسلام | لمحاتِ شہادت سید قطبؒ | ۴۸ |
| جرح الأمۃ | مشرقی ترکستان کے مسلمان | ۴۹ |
| میدانِ کارزار سے | جہانِ کوئے دوست | ۵۰ |
| عالمی جہاد | عالمی تحریکِ جہاد کے مختلف محاذ | ۵۲ |

اس کے علاوہ دیگر مستقل سلسلے

تجاویز، تبصروں اور تحریروں کے لیے اس برقی پتے (E-mail) پر رابطہ کیجیے۔

nawai.afghan@tutanota.com

انٹرنیٹ پر استفادہ کے لیے:

Nawai-afghan.blogspot.com

Nawaiafghan.blogspot.com

**قیمت فی شمارہ**: ۲۵ روپے

## قارئین کرام!

عصرِ حاضر کی سب سے بڑی صلیبی جنگ جاری ہے۔ اس میں ابلاغ کی تمام سہولیات اور اپنی بات دوسروں تک پہنچانے کے تمام ذرائع 'نظام کفر اور اس کے پیروؤں کے زیر تسلط ہیں۔ ان کے تجزیوں اور تبصروں سے اکثر اوقات مخلص مسلمانوں میں مایوسی اور ابہام پھیلتا ہے، اس کا سدِ باب کرنے کی ایک کوشش کا نام 'نوائے افغان جہاد' ہے۔

### نوائے افغان جہاد

- اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے کفر سے معرکہ آرا مجاہدین فی سبیل اللہ کا مؤقف مخلصین اور محبین مجاہدین تک پہنچاتا ہے۔
- افغان جہاد کی تفصیلات، خبریں اور محاذوں کی صورت حال آپ تک پہنچانے کی کوشش ہے۔
- امریکہ اور اس کے حواریوں کے منصوبوں کو طشت از بام کرنے، اُن کی شکست کے احوال بیان کرنے اور اُن کی سازشوں کو بے نقاب کرنے کی ایک سعی ہے۔

اس لیے ..................

اِسے بہتر سے بہترین بنانے اور دوسروں تک پہنچانے میں ہمارا ساتھ دیجیے

# الكفر ملة واحدة

اکتوبر ۲۰۰۱ء میں امریکی اور نیٹو افواج نے افغانستان پر حملہ کیا۔ آج اس حملے کو ۱۷ سال گزر چکے ہیں۔ ان ۱۷ سالوں میں بہت سے اتار چڑھاؤ اور مدو جزر دیکھنے کو ملے۔ مجاہدین کی پسپائی، سقوط کابل، امریکی افواج کا قبضہ، نئی افغان حکومت کا قیام، افغانستان میں حکومتی سیٹ اپ کے ذریعے معاشی، معاشرتی، سیاسی اور تعلیمی تبدیلیوں کا ظہور، اپنا قبضہ مستحکم رکھنے کے لیے نیٹو افواج کی بے تحاشا بمباریاں، چھاپے اور عسکری کاروائیاں، جب کہ اُن کے مقابل مجاہدین کے عام فرد سے لے کر بالائی قیادت تک کی گرفتاریوں اور شہادتوں کے واقعات بھی اس سارے عرصے میں تواتر سے پیش آتے رہے۔ سال ۲۰۰۳ اور ۲۰۰۴ تک امریکہ کسی نہ کسی طور کامیاب ہی نظر آتا تھا۔ کیونکہ کرزئی انتظامیہ کی صورت میں شمالی اتحاد اور سابق وار لارڈز کو ایک بار پھر افغانوں پر مسلط کر دیا گیا تھا جنہوں نے اپنے ماضی کو خوب دہرایا اور بدعنوانی، لوٹ کھسوٹ اور چور بازاری کے ذریعے حکومتی ذمہ داران نے ناصرف غریب افغانوں کی کمر دوہری کر دی بلکہ اپنے امریکی آقاؤں کو بھی جی بھر کر لوٹا اور افغانستان کی تعمیر و ترقی کے نام پر آنے والے اربوں ڈالرز پر ہاتھ صاف کیا، مالیاتی غبن اس منظم انداز میں کیا گیا کہ خود امریکی بھی ایک عرصہ تک اسی گمان میں رہے کہ اُن کے دیے گئے اربوں ڈالرز سے افغانوں کی تعمیر و ترقی کے منصوبوں کے ذریعے اُن کی قسمت بدل رہی ہے، لیکن حقیقت میں یہ ڈالرز کرزئی انتظامیہ کی خورد برد کی نذر ہی ہوتے رہے اور افغان عوام اس بدعنوانی کے باعث غربت اور بے چارگی کے بدترین مسائل کا شکار رہی اور اب تک ہے۔ کئی سال بعد پھر امریکی اداروں کی جانب سے کی جانے والی تحقیقات میں اصل صورت حال واضح ہوئی۔

۲۰۰۱ سے لے کر تاحال امریکی انتظامیہ کے زیر سایہ چلنے والی افغان حکومتوں میں چونکہ شمالی اتحاد کا کردار کلیدی رہا اور شمالی اتحاد جہاں طالبان کی ضد تھا وہیں اس خطے میں دین اور اسلام کے بڑے دشمن بھارت سے اُس کی دلی وابستگیاں اور قلبی تعلقات کسی بیان کے محتاج نہیں ہیں۔ گویا اب افغانستان پر امریکی چھتری تلے اور بھارتی آشیر باد سے قائم ہونے والے حکومتی انتظام نے عالمی طاقتوں کو کھل کھیلنے کا موقع فراہم کیا۔ کرزئی ہو، اشرف غنی ہو عبد اللہ عبد اللہ ہو یا دوستم، یہ سب ہی اپنی نہاد میں ایک طرف امریکیوں کی چاپلوسی کر کے اُنہیں رام کرنے میں اپنا الگ مقام رکھتے ہیں، دوسری طرف یہ تمام افراد بھارت سے اپنے دلی لگاؤ کی بنیاد پر انڈیا کو افغانستان کی سرزمین میں زیادہ سے زیادہ دخیل کرنے کے زبردست حامی و موید ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ افغانستان میں امریکہ کے بعد فوجی اور عوامی ترقیاتی منصوبوں میں بھارت ہی کا سکہ چلتا نظر آتا ہے اور افغانستان میں شاہراہوں سے لے کر ڈیموں کی تعمیر تک اور تعلیمی اداروں سے لے کر شفاخانوں اور ہسپتالوں کے قیام تک میں بھارتی انوسٹمنٹ ہی نظر آتی ہے۔ ہندو بنیا کے متعلق تو معروف ہے کہ چمڑی جائے پر دمڑی نہ جائے۔ یہ کہاوت صرف کہاوت نہیں بلکہ مانی ہوئی حقیقت ہے۔ بھارتی ہندو سرکار اگر افغانستان میں اربوں ڈالر کے منصوبوں کی ترویج کر رہی ہے تو یہ اُس کے لیے ''اشوکا کے بھارت'' کا خواب مکمل کرنے اور ایشیا' خاص طور پر جنوبی ایشیا میں اپنی چوہدراہٹ کو ہمیشہ کے لیے مضبوط بنیادیں فراہم کرنے ہی کی شروعات ہیں۔

لہٰذا اس پورے عرصے میں انڈیا نے اپنی تمام تر ساہوکارانہ ذہنیت اور تاریخی مکاری کو بروئے کار لاتے ہوئے ہر اُس موقع کو بھرپور avail کیا جو اُسے میسر آیا۔ اسی وجہ سے اس پورے خطے میں وہ افغانستان اور امریکہ کا سب سے بڑا دفاعی اتحادی ہے اور اپنے پنجوں کو زیادہ سے زیادہ پھیلاتا چلا جا رہا ہے۔ اس کے برعکس گزشتہ ۱۷ سالوں میں پاکستان کا کردار بہت ہی بے ڈھنگا رہا ہے۔ پاکستانی حکومتوں نے ہر ہر موقع پر امریکہ کے ساتھ جس قدر اتحاد و یکجہتی کا ثبوت دیا ہے، اُسی قدر امریکی حکمرانوں اور انتظامیہ کی طرف سے بداعتمادی اور حوصلہ شکنی کا معاملہ رہا ہے۔ یہاں ہم اسلام اور شریعت کی رُو سے پاکستانی کردار کی بات نہیں کر رہے بلکہ خالص ملی و وطنی مفادات کے نقطۂ نظر سے تذکرہ کر رہے ہیں کہ خود کو اس امریکی جنگ میں ہر طرح سے ملوث کر کے، اربوں ڈالرز اور ہزارہا افراد کو اس جنگ کی بھینٹ چڑھا کر بھی امریکی حکمرانوں کی نظر میں بے اعتباری اور بداعتمادی ہی کمائی ہے۔ دوسری طرف بھارت ایسا کائیاں ہے کہ امریکہ کی ''دہشت گردی کے خلاف'' اس پوری جنگ میں اُس نے اپنا ایک فوجی نہیں مروایا اور ایک کوڑی کا نقصان نہیں کروایا لیکن ''دکھ جھیلیں بی فاختہ اور کوے انڈے کھائیں'' کے مصداق سارے فوائد ہندو بنیا اپنی تجوری میں بھر رہا ہے۔ اس کا تازہ ترین مظہر امریکی وزیر خارجہ مارک پومپیو کا حالیہ دورہ جنوبی ایشیا تھا جہاں اُس نے چند گھنٹوں

کے دورے پر پاکستانی حکمرانوں کے لیے وہی Do more والا مطالبہ بتکرار رکھا، جب کہ بھارت کے دورے کے دوران میں امریکہ بھارت دفاعی معاہدے روبہ عمل آئے۔ پومپیو نے اس موقع پر کہا کہ ”امریکہ اور بھارت کی شراکت اہم ترین ہو چکی ہے“۔ اس سے قبل ستمبر کے اوائل میں امریکی وزیر دفاع جیمز میٹس کے دورۂ بھارت کے موقع پر امریکہ نے بھارت کو حساس دفاعی ٹیکنالوجی تک رسائی دے دی۔ جیمز میٹس اور بھارتی وزیر خارجہ نرملا ستھارامان نے اس اہم فوجی معاہدے communication compatibility and security agreement نامی معاہدے پر دستخط کیے۔

پاکستان کے لیے امریکی stick and carrot والی پالیسی برقرار ہے اور بھارت کو امریکہ کے مستقل اتحادی کی حیثیت حاصل ہے۔ ہر طرح کے امریکی احکامات کی بجاآوری کے باوجود بھی یہ صورت حال کیونکر ہے؟ اس کا جواب وَلَن تَرْضَىٰ عَنكَ الْيَهُودُ وَلَا النَّصَارَىٰ کی صورت میں ہمیں قرآن دیتا ہے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان کہ الكفر ملة واحدة بھی اسی صورت حال کو بیان کرتا ہے۔ لیکن پاکستانی حکمرانوں نے اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وسلم کے فرامین کو اہمیت دی ہوتی تو یہ دن کبھی نہ دیکھنے پڑتے۔ یہاں تو صرف ”ملکی مفاد“ کی بات کی جاتی ہے اور ملکی مفاد بھی وہ جسے چند افراد ہی طے کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ گزشتہ سترہ سالوں میں ملکی مفاد کے حصول کے لیے صریح اسلامی احکامات کی دھجیاں اڑائی گئی لیکن نتیجہ میں ملکی مفاد سے بھی ہر موقع ہر ہاتھ دھونا پڑے۔ افغانستان میں بھارت نواز حکومتیں ہیں، ایران اور بھارت کا گٹھ جوڑ رافضیت کو پاکستان میں مضبوط سے مضبوط کر رہا ہے، پاکستانی دریاؤں پر بھارت نے تمام عالمی قوانین اور باہمی معاہدوں کو پس پشت ڈال کر دھونس اور بدمعاشی سے قبضہ جمار کھا ہے، پاکستان کی شہ رگ قرار دیے جانے والا خطۂ کشمیر بھارتی استبداد میں ہے اور وہاں اپنے عروج پر پہنچنے والی جہادی تحریک کا عالمی دباؤ اور ”ملکی مفاد“ کی وجہ سے خود گلا گھونٹ چکے ہیں۔ آج کشمیری نوجوان بالکل نہتے طور پر محض پتھروں اور اینٹوں کے ذریعے بھارتی ظلم کا مقابلہ کر رہے ہیں لیکن آفرین ہے کہ اپنوں بیگانوں سب کے منہ پھیر جانے کے باوجود تسلیم ہونے کو تیار نہیں۔ اس تمام صورت حال میں ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ پاکستان جس کا ”فرنٹ لائن اتحادی“ ہے، وہ اُس کی مدد کو آتا اور اپنے بے لوث اتحادی کی پشت پر کھڑا ہوتا۔ لیکن یہاں معاملہ بالکل الٹ ہے اور امریکہ ”بہادر“ ہر موقع اور مسئلہ پر بھارت ہی کا پشتی بان بنا نظر آتا ہے اور خطے میں ہرات سے لے کر نیپال کر بھارت ہی کو اپنے بازو پھیلانے اور کھُل کھیلنے کے مواقع فراہم کرتا ہے۔

جیسا کہ بالائی سطور میں عرض کیا کہ ۲۰۰۳ اور ۲۰۰۴ کے سالوں میں امریکہ 'افغانستان میں بظاہر کامیاب ہوتا دکھائی دے رہا تھا۔ سقوطِ کابل وقندھار کے بعد مجاہدین کی صفیں بھی منتشر ہو گئیں تھیں، اُنہوں نے شہروں کو چھوڑ کر پہاڑوں اور غاروں کا رُخ کیا، بے دریغ کارپٹ بمباریوں کی مدد سے امریکہ نے اپنا قبضہ مستحکم کیا لیکن جیسے جیسے وقت گزرتا گیا، ویسے ہی مجاہدین کی صفیں تشکیل پانے لگیں، امیر المومنین ملا محمد عمر مجاہد رحمہ اللہ کی قیادت میں مجاہدین ایک اور ”سپر پاور“ کے خلاف جہاد اور مزاحمت کے دور میں داخل ہونے لگے۔ مشکلات، مصائب، کٹھن راستے، شہادتیں، ہجرتیں، اسارتیں یہ سب کچھ اس قافلے نے دیکھا بھی اور جھیلا بھی... لیکن قافلہ چلتا رہا اور دو سے چار سالوں میں ہی محاذوں کا بھی نقشہ بدل گیا اور امریکی نخوت وغرور کا بھی خاتمہ ہونے لگا۔ آج اس جنگ کو سترہ سال ہو گئے ہیں۔ امریکہ ”چند ہفتوں میں مکمل فتح“ کا دعویٰ کر کے آیا تھا، وہ چند ہفتے تو سترہ سالوں پر محیط ہو گئے اور اب وہ بس اپنی ساکھ بچا کر نکلنا چاہتا ہے۔ لیکن اس حقیقت کو قندھار کے مردِ جری نے بہت پہلے واشگاف الفاظ میں دہرا دیا تھا کہ ”امریکہ اپنی مرضی سے آیا ہے لیکن اپنی مرضی سے جا نہیں سکے گا“۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے اس بندے کے قول کی لاج رکھی اور آج مذاکرات کے علاوہ امریکہ کو نکلنے کا اور کوئی راستہ نظر نہیں آرہا۔ یہ ہیں دو گروہ! ایک وہ جو ”سپر پاور“ کی خدائی کا انکار کر کے اُس کے سامنے کھڑے ہو کر کہتا رہا کہ ”ہم سے ہمارے رب نے بھی وعدہ کیا اور امریکہ نے بھی، پس ہم دیکھیں گے کہ کس کا وعدہ سچا ہے“۔ اور دوسرا گروہ وہ کہ جس کا مقولہ مشہور ہے کہ ”جب آندھی آرہی ہو تو سر نیچے کر لینا چاہیے کہیں سر ہی اُڑا کر ساتھ نہ لے جائے“... پس تسلیم ہونے والوں کے لیے امریکیوں کی طرف سے Do More کے مسلسل تازیانے اور اُن کے ازلی دشمنوں کو نوازنے کی تاریخ ہے اور امریکی قہر کو ماننے سے انکار کرنے والوں کے سامنے Let's Talk now کی منتیں ہیں... اس سب میں نشانیاں ہیں مگر عقل والوں کے لیے!!!

☆☆☆☆☆

# سبیل النجاۃ

محی السنۃ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب ہردوئی نور اللہ مرقدہ

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: نجات کا راستہ کیا ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اپنی زبان کی حفاظت کرو اور بلاضرورت گھر سے نہ نکلو اور اپنی خطاؤں پر روتے رہو"۔

حضرات اس وقت ایک حدیث پاک پڑھی ہے جس میں نجات کی حقیقت اور اس کے حاصل کرنے کا طریقہ بیان کیا گیا ہے۔

### دنیا ایک مسافر خانہ ہے:

اس سلسلہ میں بنیادی بات یہ ہے کہ دنیا ایک مسافر خانہ ہے کہ یہاں آنے اور جانے کا سلسلہ چل رہا ہے۔ جو بھی یہاں آیا ہے، اس کو بہر حال ایک نہ ایک دن یہاں سے جانا ہے۔ کسی کا نمبر پہلے ہے اور کسی کا بعد میں لیکن دنیا میں کوئی نہ تو اپنے آپ آیا ہے اور نہ اپنے اختیار سے جائے گا بلکہ سب کو حق تعالیٰ نے اپنے ارادہ ومشیت سے بھیجا ہے

لائی حیات آئے، قضاء لے چلی چلے
اپنی خوشی سے آئے نہ اپنی خوشی چلے

### دنیا میں کیوں بھیجا گیا؟

اب رہا یہ سوال کہ دنیا میں کیوں بھیجا گیا تو قرآن پاک میں فرمایا گیا:

اَفَحَسِبۡتُمۡ اَنَّمَا خَلَقۡنٰکُمۡ عَبَثًا وَّ اَنَّکُمۡ اِلَیۡنَا لَا تُرۡجَعُوۡنَ۝ فَتَعٰلَی اللّٰہُ الۡمَلِکُ الۡحَقُّ ۚ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا ہُوَ ۚ رَبُّ الۡعَرۡشِ الۡکَرِیۡمِ (المومنون:۱۱۵،۱۱۶)

"ہاں! تو کیا تم نے یہ خیال کیا تھا کہ ہم نے تم کو یوں ہی مہمل پیدا کر دیا ہے اور یہ کہ تم ہمارے پاس نہیں لائے جاؤ گے؟ سو اللہ تعالیٰ بہت ہی عالی شان ہے جو کہ بادشاہِ حقیقی ہے اس کے سوا کوئی بھی لائق عبادت نہیں، عرشِ عظیم کا مالک ہے"۔

بلکہ ایک کام کے تحت پیدا کیا ہے، وہ عبادت اور طاعت ہے اور اسی میں اختیار دے کر امتحان لیا ہے۔ چنانچہ فرمایا گیا:

وَ مَا خَلَقۡتُ الۡجِنَّ وَ الۡاِنۡسَ اِلَّا لِیَعۡبُدُوۡنِ (الذاریات:۵۵)

"اور میں نے جن اور انسان کو اسی واسطے پیدا کیا ہے کہ میری عبادت کیا کریں"۔

### جیسی کرنی ویسی بھرنی ہے:

اب اس کام کو کر کے جانے والے کو وہاں راحت ہوگی اور بغیر کام کیے جانے والے کا کلفت اور سزا ملے گا۔ جس طرح دنیا کے ملازمین کو اچھی خدمات پر تاحیات پنشن ملتی ہے اور کوتاہی پر معطلی اور سزا ملتی ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لیے راحت اور مشقت کی جگہ بنائی ہے۔ راحت کی جگہ جنت ہے اور مشقت وتکلیف کی جگہ دوزخ ہے۔ فرمایا گیا:

اِنَّ الَّذِیۡنَ قَالُوۡا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسۡتَقَامُوۡا تَتَنَزَّلُ عَلَیۡہِمُ الۡمَلٰٓئِکَۃُ اَلَّا تَخَافُوۡا وَ لَا تَحۡزَنُوۡا وَ اَبۡشِرُوۡا بِالۡجَنَّۃِ الَّتِیۡ کُنۡتُمۡ تُوۡعَدُوۡنَ۝ نَحۡنُ اَوۡلِیٰٓؤُکُمۡ فِی الۡحَیٰوۃِ الدُّنۡیَا وَ فِی الۡاٰخِرَۃِ ۚ وَ لَکُمۡ فِیۡہَا مَا تَشۡتَہِیۡۤ اَنۡفُسُکُمۡ وَ لَکُمۡ فِیۡہَا مَا تَدَّعُوۡنَ۝ؕ نُزُلًا مِّنۡ غَفُوۡرٍ رَّحِیۡمٍ (حٰم سجدۃ:۳۰،۳۲)

"جن لوگوں نے دل سے اقرار کر لیا کہ ہمارا رب اللہ ہے پھر اس پر مستقیم رہے، ان پر فرشتے اتریں گے کہ تم اندیشہ نہ کرو اور رنج نہ کرو اور تم جنت کے ملنے پر خوش رہو، جس کا تم سے پیغمبروں کی معرفت وعدہ کیا جایا کرتا تھا، ہم تمہارے رفیق تھے دنیوی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی رہیں گے اور تمہارے لیے اس جنت میں جس چیز کو تمہارا جی چاہے گا موجود ہے اور نیز تمہارے لیے اس میں جو مانگو گے موجود ہے"۔

### استقامت کی حقیقت:

استقامت ایک مختصر لفظ ہے مگر جامع ہے جس میں پورے احکام پر عمل کرنا اور تمام محرمات ومکروہات سے بچنا شامل ہے۔ مشہور محدث ملا علی قاریؒ استقامت کے سلسلہ میں فرماتے ہیں:

امتثال کل مامور واجتناب کل مخذور فیدخل فیه اعمال القلوب والابدان من الایمان والاسلام والاحسان (مرقات: ج۱، ص۸۴)

"استقامت کے معنیٰ یہ ہیں کہ تمام مامورات کی بجاآوری اور سارے ممنوعات سے بچنا اس لیے اس کے مفہوم میں سارے اعمال آ گئے۔ خواہ ان کا تعلق قلب سے ہو یا بدن سے اور وہ ہے ایمان، اسلام اور احسان"۔

بیہقیٔ وقت قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

والمراد بالاستقامة الاعتدال وعدم الزيغ والانحراف عن الحق بوجه من الوجوه لا فی الاعتقاد ولا فی الاخلاق ولا فی الاعمال (تفسیر مظہری: ج۸، ص۲۹۲)

"استقامت سے مراد معتدل رہنا ہے اور حق سے منحرف نہ ہونا کسی بھی طریقہ میں۔ نہ اعتقاد میں، نہ اخلاق میں، نہ اعمال میں"۔

اسی جامعیت کی طرف حضرت عمر رضی اللہ عنہ اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

الاستقامة ان تستقيم على الامر والنهى ولاتروغ روغان الثعالب(تفسیر مظہری:ج۸،ص۲۹۲)

”استقامت یہ ہے کہ تم اللہ کے احکامِ اوامر ونواہی پر سیدھے جمے رہو اور اس سے اِدھر اُدھر راہِ فرار لومڑیوں کی طرح نہ نکالو“۔

## جنت ہے یا دوزخ ہے:

توجن لوگوں نے سچے دل سے اقرار کیا اور پھر اس پر استقامت دکھائی تو اِن لوگوں کے لیے ترقی ہے، لازوال جنت ہے۔ ورنہ سزا اور دوزخ ہے، جس طرح ملازمین اور طلبہ قول و قرار کرتے ہیں اور اس کی پابندی کرتے ہیں تو ترقی اور سند ملتی ہے، ورنہ وعدہ خلافی اور حکم عدولی کی وجہ سے تنزلی، معطلی اور اخراج ہو جاتا ہے۔ ایسے لوگوں کے لیے فرمایا گیا ہے:

فِیْ سَمُوْمٍ وَّ حَمِیْمٍ ۝ وَّ ظِلٍّ مِّنْ یَّحْمُوْمٍ ۝ لَّا بَارِدٍ وَّ لَا كَرِیْمٍ ۝ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَبْلَ ذٰلِكَ مُتْرَفِیْنَ (الواقعۃ:۲۴۔۴۵)

”وہ لوگ آگ میں ہوں گے اور کھولتے ہوئے پانی میں اور سیاہ دھویں کے سایہ میں جو نہ ٹھنڈا ہو گا اور نہ فرحت بخش ہو گا۔ وہ لوگ اس کے قبل (یعنی دنیا میں) بڑی خوش حالی میں رہتے تھے“۔

## یہیں آخرت کی تیاری کرنا ہے:

دنیا کے اندر بھی آدمی سفر کرتا ہے، اس میں راحت کی فکر کرتا ہے، اس کے لیے انتظامات کرتا ہے، آرام کے لیے تخصیص جگہ ریزرویشن کراتا ہے۔ مگر کبھی کبھی ٹکٹ لے کر بھی ریزرویشن نہیں ہوتی، مگر آخرت کے لیے ایسا نہیں ہوتا۔ ہر ایک کا ریزرویشن پہلے سے ہے تو ہم سب کو بھی دنیا کے سفر کی طرح ایک اور سفر کرنا ہے اور وہ آخرت کا سفر ہے۔ اس کے لیے اسی دنیا میں رہ کر تیاری کرنا ہے تاکہ سہولت وآسانی، راحت وآرام کے ساتھ آخرت کا سفر ہو، وہاں پہنچ کر ہر قسم کا چین وآرام حاصل ہو۔

## نجات کا راستہ کیا ہے؟

اور ظاہر ہے کہ ہر صاحبِ ایمان اور مسلمان کی یہی خواہش ہوتی ہے‘ اسی لیے عام طور پر کہا جاتا ہے کہ بھائی نجات ہو جائے بڑی بات ہے۔ دراصل دیکھنا یہی ہے کہ نجات کیا ہے؟ اور نجات کس کو حاصل ہو گی؟ چنانچہ اس سلسلہ میں ترمذی شریف میں مختصر حدیث ہے۔ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کی کہ اُنہوں نے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا:

یارسول اللہ!ماالنجاۃ؟

”اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! نجات کا راستہ کیا ہے؟“

ظاہر ہے پوچھنے کا مقصد ایسی باتوں کا معلوم کرنا تھا جو فرائض وواجبات کے علاوہ ہیں کہ ان کو اہتمام سے کیا جائے، جس سے جنت کی راہ آسان ہو جائے۔

## زبان کی خصوصی اور اس کی وسعت:

توآپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

املک علیک بلسانک

”اپنی زبان کو قابو میں رکھو“

پہلی تاکید یہی ہے کہ زبان کو قابو میں رکھا جائے، زبان اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے، فرمایا گیا:

اَلَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ عَیْنَیْنِ ۝ وَلِسَانًا وَّ شَفَتَیْنِ (البلد:۸،۹)

”کیا ہم نے اس کو دو آنکھیں اور زبان اور دو ہونٹ نہیں دیے؟“

انسان کے جسم میں جتنے بھی اعضا ہیں ان سب کا ایک کام ہے۔ مثلاً آنکھ ہے اس کا کام ہے رنگوں اور صورتوں کو دیکھنا۔ کانوں کا کام ہے الفاظ وحروف اور آوازوں کا سننا۔ ناک کا کام ہے خوشبو وغیرہ سونگھنا۔ غرضیکہ ہر عضو کے کام کا ایک دائرہ ہے جس میں محدود رہ کر وہ کام کرتے ہیں۔ مگر زبان ایک ایسا عضو ہے کہ اس کا کام اور اس کے استعمال کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ان مامن موجوداومعدوم،خالق ومخلوق،معلوم وموهوم الاواللسان يتناوله فيتعرض له باثبات اونفی وهذه خاصية لا توجد فی سائرالاعضاء(تفسیر کبیر:ج۲۲،ص۴۶)

”دنیا کی کوئی شے خواہ موجود ہو یا معدوم ہو، اس کا تعلق خواہ خالق سے ہو خواہ مخلوق سے ہو، خواہ وہ معلوم ومتعین ہو یا وہمی وظنی ہو، وہ زبان کے دائرہ اور اس کی وسعت سے باہر نہیں، اثبات یا انکار میں انہیں استعمال کرتی ہے اور یہ خصوصیت زبان کے علاوہ اور کسی عضو میں نہیں پائی جاتی“۔

## بقامت کہتر وبقیمت بہتر:

زبان دیکھنے میں جو چھوٹی سی ہے لیکن اپنے اثرات ونتائج کے اعتبار سے بقامت کہتر وبقیمت بہتر کی مصداق ہے، کہ قلب جو کہ علوم الٰہیہ اور معارف حقائق کا حامل ہے‘ یہ اُس کی ترجمان ہے۔ علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اللسان ترجمان القلب وخليفة فی ظاهر البدن(مرقات:ج۹، ص۱۵۱)

”زبان قلب کی ترجمان ہے اور ظاہر بدن میں اس کی نائب ہے“۔

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

لا شک ان اللسان هو الة فی اعضاء المعارف فوجب ان يكون اشرف الاعضاء(تفسیر کبیر:ج۲۲،ص۴۶)

”بلاشبہ زبان معارف وحقائق کے اظہار کا ذریعہ ہے، اس لیے ضروری ہے کہ اشرف ترین عضو ہو“۔

زبان کو جہاں یہ شرف حاصل ہے کہ وہ قلب کی ترجمان ہے وہیں یہ بات بھی ہے کہ اس تعلقِ خاص کی وجہ سے جو بات زبان سے نکلتی ہے انسان کا دل اس کے اثرات قبول کرتا ہے۔امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

چوں سُخنہائے زشت گوید دل تاریک شود، چوں سخن حق گوید دل روشن شود(کیمیائے سعادت: ص ۲۸۳)

"انسان اپنی زبان سے جب بُری بات نکالتا ہے تو دل تاریک ہو جاتا ہے اور جب حق بات کہتا ہے تو دل روشن ہو جاتا ہے"۔

## زبان کی نزاکت واہمیت:

تو زبان کا معاملہ بڑا ہی نازک ہے۔فرماں برداری بھی کرتی ہے اور نافرمانی بھی کرتی ہے۔فائدہ مند بھی ہے اور ضرر رساں بھی ہے۔یہی وجہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اذا اصبح ابن ادم فان الاعضا کلھا تکفر اللسان فتقول اتق اللہ فینا فانا نحن بک فان استقمت استقمنا وان اعوججت اعوججنا(ترمذی)

"جب انسان صبح کرتا ہے تو سارے اعضا 'زبان کے روبرو عاجزی کرتے ہیں کہ ہمارے معاملے میں اللہ سے ڈرتی رہ، اس لیے کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں، اگر تُو راست ہے تو ہم سب راست ہیں، اگر تو کج ہے تو ہم سب کج ہو جائیں گے"۔

مشہور محدث ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ اسی سلسلہ میں فرماتے ہیں:

اما تعلق الاعضاء جمیعہا باللسان وھو ان اللسان من اعضاء الانسان الۃ البیان للکفر والایمان فمح استقامۃ تنفعہ استقامۃ سائر الاعضاء ومع اعوجاجۃ تبطل احوالھا(مرقات: ج۹، ص۱۵۱)

"بہر حال سارے اعضا کا زبان سے تعلق ہونا اس طرح پر ہے کہ زبان اعضائے انسانی میں سے ایسا عضو ہے جو کہ کفر وایمان کے بیان کا آلہ ہے۔اس لیے کہ زبان کی استقامت نفع بخش ہوتی ہے اور اس کی کجی بہ ضرر رساں ہوتی ہے دیگر اعضا کے احوال واعمال کے لیے"۔

## زبان کے دینی ودنیوی نقصان:

زبان کے سلسلہ میں عموماً بے احتیاطی ہوتی ہے کہ جو منہ میں آیا بغیر سوچے سمجھے اسے کہہ دیا۔حالانکہ زبان کی بے احتیاطی سے کتنے نقصانات ہوتے ہیں، آئے دن جو جھگڑے اور ہنگامے ہوتے رہتے ہیں اگر دیکھا جائے تو اکثر اس کی بنیاد زبان کی بے احتیاطی اور اس کا بے جا استعمال نکلے گا۔دنیوی نقصان کے ساتھ اخروی نقصان بھی ہوتا ہے کہ بعض مرتبہ تفریح کے طور پر کوئی بات کہہ دی لیکن اس کا انجام بہت برا ہوتا ہے۔چنانچہ حدیث میں ہے:

ان العبد یقول الکلمۃ لا یقولھا الا لیضحک بہ الناس یھوی بہا العبد مما بین السماء والارض انہ لیزل عن لسانہ اشدہ مما یزل عن قدمہ(مشکوٰۃ)

"انسان لوگوں کو ہنسانے کے لیے ایک کہتا ہے تو اس کی وجہ سے دوزخ میں گر جاتا ہے، زمین وآسمان کے مابین کی مسافت کے بقدر' انسان اپنی زبان سے زیادہ پھسلتا ہے بہ نسبت اپنے پیروں کے"

معلوم ہوا کہ انسان کو جہنم میں لے جانے والی چیز یہی زبان ہے۔ایک واقعہ پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبانِ مبارک کی طرف اشارہ کرتے ہوئے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

کف علیک ھذا

"زبان کو اپنے قابو میں رکھو"۔

اس پر حضرت معاذ نے پوچھا:

یا نبی اللہ وانا لمواخذون بما نتکلم بہ

"اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! جو باتیں ہم کرتے ہیں کیا اس پر بھی ہم سے مواخذہ ہو گا؟"۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ثکلتک امک یامعاذ ھل یکب الناس فی النار علی وجوھہم اوعلیٰ مناخرھم الاحصائد السنتھم (مشکوٰۃ)

"اے معاذ! تمہاری ماں تمہیں گم کردے، اس بات کو جان لو کہ لوگوں کو اُن کے منہ کے بل (یا فرمایا) پیشانی کے بل دوزخ میں گرانے والی اُنہی کی زبان کی بُری باتیں ہوں گی"۔

یہی وجہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا:

یارسول اللہ ما اخوف ما تخاف علی

"میرے متعلق سب سے زیادہ کس چیز سے آپ کو ڈر ہے؟"

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبان کو پکڑتے ہوئے فرمایا

ھذا(مشکوٰۃ)

"زبان کے شر سے"۔

(جاری ہے)

☆☆☆☆☆

# توحید باری تعالیٰ... سلسلہ دروس احادیث

شہید عالمِ ربّانی استاد احمد فاروق رحمہ اللہ

الحمد لله رب العالمين والصلوٰة والسلام على سيد الانبياء والمرسلين محمد وعلى آله وصحبه وذريته اجمعی،اما بعد:

ہم نے گزشتہ نشست میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مبارک دیکھا:

مَنْ مَّاتَ يُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَيًّا دَخَلَ النَّارَ

”جو اس حال میں مرا، کہ وہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہراتا ہو، تو وہ جہنم میں داخل ہوا“...(یہ صحیح ابن حزیمہؒ کی روایت ہے)

ہم اس حدیثِ مبارکہ کے ذیل میں شرک کی چار بڑی اقسام ذکر کریں۔

۱۔ شرک فی الذات ۲۔ شرک فی الصفات

۳۔ شرک فی العبادات ۴۔ شرک فی العادات

تین مزید اقسام کا ذکر باقی ہے۔ یہ تینوں ایک اعتبار میں شرک فی الصفات کے ذیل میں آسکتی ہیں۔ یا ان میں سے ایک شرک فی العبادات کے ذیل میں آسکتی ہے۔ لیکن چونکہ کثرت سے ان تین اقسام کا شرک کیا جاتا ہے، کیا جاتا رہا ہے۔ اور آج بھی موجود ہے۔ اس لیے اکثر اہل علم ان کی خطرناکی کو واضح کرنے کے لیے ان کا علیحدہ سے بھی ذکر کرتے ہیں۔

اس میں سے ایک ہے شرک فی العلم۔ (اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی صفت علم میں کسی کو شریک کرنا)۔ جس کی عملی صورت یہ ہو سکتی ہے مثلاً کہ کوئی اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے علاوہ بھی کسی عالم بالغیب کو مانتا ہو۔ ہمارا یہ ایمان ہے کہ غیب کا علم اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہی کے پاس ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ اپنے بندوں میں سے اس کا کچھ حصہ عطا کرتے ہیں تو اُس میں اور اللہ کے علم میں سرے سے کوئی نسبت ہے ہی نہیں کہ ان کے مابین موازنہ کیا جائے یا کسی غیر اللہ کو عالم غیب قرار دیا جائے۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے بندوں پر رحمت فرماتے ہوئے غیب کے کچھ اُمور اپنی کتاب میں اور اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی ہم تک پہنچائے۔ ورنہ وہ بالکل ہی ہم سے مخفی تھے۔ اُن کی حقیقت اور تفاصیل ہم پھر بھی ٹھیک طرح نہیں سمجھ سکتے۔ لیکن یہ جتنے اُمور کا کچھ علم ہمارے پاس پہنچا، کچھ جُز ہمارے پاس پہنچا کہ جنت کی کچھ تفاصیل قرآن مجید کے اندر ذکر ہوئیں، جہنم کا ذکر ہوا۔ یہ سب ہماری نگاہوں سے، ہمارے خواص سے مخفی اُمور ہیں۔ اس طرح اللہ سبحانہ تعالیٰ نے اپنی کچھ صفات کا ذکر فرمایا۔ موت کے بعد مختلف مراحل کا ذکر آیا۔ ملائکہ کا ذکر آیا۔ کائنات کی جو تخلیق ہوئی تھی، انسانوں کی جو تخلیق ہوئی تھی، عہد السبت لیا گیا تھا، اس کا ذکر آیا۔ یہ ساری چیزیں ہم سے مخفی اُمور ہیں۔ غیب کی امور ہیں۔ جس کا کچھ حصہ چھوٹا حصہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ہمیں عطا کر دیا۔ ظاہری بات ہے کہ اس علم کے ملنے سے 'جو اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہی کا دیا ہوا ہے اور جو بہت ہی چھوٹا ہے' اس کا اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی صفت سے کوئی موازنہ نہیں ہے۔ جس کی بنیاد پر ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ یہ انسان علم الغیب ہو گیا ہے۔ کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی اس صفت میں شریک ہو گیا۔ اس طرح اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے مقرب انبیاء علیہ السلام کو رسولوں کو بھی علم الغیب کا عطا کیا۔ لیکن ایک طرف پھر وہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے بندے اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے رسول تھے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی مخلوق تھے اور یقیناً اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے محبوب ترین بندے تھے لیکن اس کے باوجود جو علم ان کو دیا گیا اس کا اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی صفت 'العلم' سے موازنہ کرنا۔ یہ خوش نمائی اپنے ایمان کو بگاڑنے والے اُمور میں سے ہو گا۔ عقلاً بھی نا معقول امر ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا عطا کردہ علم ہے جو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے انبیاء علیہ السلام کو عطا کیا۔ اور وہ علم یقیناً انسانوں کی نسبت اُن کو زیادہ دیا۔ اس لیے کہ اُنھوں نے بہت سے اُمور انسانیت تک پہنچائے تھے۔ بہت باتیں کہ جس کی ایک عام انسان کو ضرورت نہیں وہ ایک نبی، جو نبوت پہ فائز ہے۔ کہ جس نے اس قوت کے ساتھ دعوت دینی ہے کہ وہ آنے والی نسلوں تک وہ دعوت باقی رہے۔ اور ایسے شرح صدر اور ایسے یقین کے ساتھ دعوت پہنچانی ہے کہ ہر قسم کے مصائب اور مشکلات کے اندر بھی وہ حق کی شمع جو ہے وہ چلتی رہے۔ اس قوت قلبی کے لیے، اس بات میں قوت پیدا کرنے کے لیے ان کے اوپر اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنی حکمت سے بعض اُمور منکشف فرمائے۔ جیسا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ:۔

”اگر تمہارے علم میں وہ باتیں ہوتی جو میرے علم میں ہیں تو کم ہنستے اور زیادہ رویا کرتے“۔

تو اس کا مطلب ہے کہ کچھ اُمور ہم سے زیادہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمائے اور یقیناً انسانوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور انبیاء علیہ السلام کے علم کا ہمارے علم سے سرے سے کوئی موازنہ ہی نہیں لیکن جس طرح ہمارے اور انبیاء کے علم کا کوئی موازنہ نہیں اس طرح اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے علم کا انبیاء علیہ السلام کے علم سے سرے سے کوئی موازنہ نہیں ہے۔

اس کے درمیان فرق رکھنا ضروری ہے۔ مثال کے طور پر اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر قبور کے حالات منکشف فرمائے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھایا کہ قبروں میں عذاب کس طرح ہوتا ہے اس طرح اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے غیب کا الگ بہت بڑا باب ہے۔ جس کی سیر کروائی۔ معراج کے سفر کے موقع پر۔ مختلف انبیاء علیہ السلام سے ملاقاتیں کروائیں۔ جنت اور جہنم کے بعض مناظر اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے دکھائے۔ پھر اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے جو قرآن مجید میں آتا ہے کہ:۔

”اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ملاقات فرمائی ایسے مقام پر بلا کر فرمائی کہ جبرائیل علیہ السلام جہاں تک نہ جاسکتے ہوں“۔

تو یہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میں چونکہ آپ کی دعوت تا قیامت باقی رہنی تھی اور اس کو اتنی قوت مطلوب تھی اس دعوت کے اندر پیدا کرنا کہ وہ تا قیامت پیدا کرنا کہ وہ دعوت ہر قسم کے ادوار سے، ہر قسم کے فتنوں سے نکلتی ہوئی اپنی ساری صاف شفاف شکل میں آکر تک برقرار رہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنی رحمت سے اپنے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اوپر بہت سے وہ اُمور منکشف فرمائے جو آپ کو وہ قوت بخشتے، وہ آپ کو یقین اور شرح صدر کی وہ قوت بخشے کہ جس کے ساتھ دعوت قوت کے ساتھ دی جاسکے۔

تو اس طرح حضرت موسی علیہ السلام کا قرآن مجید میں ذکر آتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ:۔

”اے میرے رب: مجھے دِکھا کہ تُو مُردوں کو کیسے زندہ کرتا ہے“۔

وہ اس بنیاد پر نہیں تھا کہ آپ ایمان نہیں رکھتے تھے اس کے اوپر نہیں نعوذ باللہ۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ قرآن مجید میں فرماتے ہیں کہ:۔

”کیا تم ایمان نہیں رکھتے کہ میں مُردوں کو زندہ کرنے پر قادر ہوں۔ اُنھوں نے کہا کیوں نہیں ضرور رکھتا ہوں لیکن اس سے یہ طلب کر دیا تھا کہ اطمینان میں ضرور اضافہ ہو جائے“۔

تو جب دوسرے انسانوں تک وہ دعوت پہنچے تو میں اتنے ایمان ویقین کی کیفیت کے ساتھ پہنچاؤں کہ اس کی تاثیر، ان کے قلوب کے اندر اُسی طرح ہو۔ تو یہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی عطا ہے کہ جو ایسے انبیاء علیہ السلام کو ایسے مقامات بخشے۔ موسیٰ علیہ السلام کو بھی بلایا اور مخاطب فرمایا کوہ طور کے اوپر ملاقات ان سے فرمائی تجلی ان کے سامنے فرمائی۔

پیارے بھائیو! اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے یقیناً غیب کے علم کی ہماری نسبت اور عام انسانوں کی نسبت انبیاء کو ایک بہت بڑی مقدار عطا کی۔ لیکن وہ اس سے عالم الغیب نہیں ہو جاتے۔ اور وہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی صفت ”العلم“ میں شریک نہیں ہو جاتے۔ وہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے بندے ہیں ان کی عظمت ہی اسی میں ہے کہ وہ بشر ہیں اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے بندے اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے رسول ہیں۔ اور بشر ہوتے ہوئے انھوں نے عبادت کا، اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی عبودیت کا، اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی محبت اور خشئیت کا ایک ایسا عمدہ نمونہ ہمارے لیے چھوڑا ہے کہ جو تاقیامت انسانوں کے لیے رہنمائی کا باعث ہے۔ انسان جو ہیں دیکھ کر اپنی زندگیوں کو سنوارتے ہیں۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے قرآن مجید میں یہ بات واضح فرمادی کہ:۔

”کہہ دیجیے اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اگر میرے پاس غیب کا علم ہوتا تو میں بہت سی خیر سمیٹ لیتا بہت سی بھلائی سمیٹ لیتا اور مجھے کوئی برائی نہ پہنچتی“۔

لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے کہلوادیا اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے کہ میرے پاس غیب کا علم نہیں ہے کہ غیب کا علم ہوتا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ اُحد کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم گڑھے کے اندر گرتے، اور زخمی بھی ہوتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ مختلف مہمات پر جاتے ہوئے شہید بھی ہوتے ہیں؟ تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے یہ سب امور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر منکشف نہیں فرمائے ہوئے تھے۔ اسی لیے بہت سے واقعات ایسے ہوئے۔ جہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اذیت پہنچی۔ آپ کے صحابہؓ کو بھی اذیت پہنچی لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہیں بچاسکے اس لیے کہ اصل علم اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے پاس ہے اور اس صفتِ علم میں اور کوئی شریک نہیں۔

ہمارے ہاں جو مروجہ بدعات شرکیات ہیں اس میں ایک چیز یہ بھی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں یہ عقیدہ رکھنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عالم الغیب ہیں۔ اور جو کچھ تھا اور جو کچھ آئندہ ہونا ہے وہ سب کا سب آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر منکشف تھا۔ اور گویا آپؐ کا علم اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا علم ایک سطح پر تھا۔ نعوذ باللہ من ذالک۔ یہ عقیدہ جو ہے نہ صحابہؓ نہ تابعینؒ، نہ تبع تابعینؒ میں سے کسی سے منقول نہیں ہے وہ سب سے بڑھ کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرنے والے تھے تو محبت کا تقاضا یہ نہیں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے احکامات کو پامال کر دیا جائے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو خود اپنا مقام بتایا اس مقام سے ان کو ہٹا دیا جائے۔ کسی اور مقام پے لے جایا جائے۔ یہ دونوں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی شان میں گستاخی ہے خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں بھی گستاخی ہے۔

۲۔ دوسری جو قسم اہلِ علم نے شرک کی ذکر کی وہ ”شرک فی التصرف“ ہے۔ اس پر کچھ بات ہم نے گزشتہ نشست میں کی بھی کہ یہ عقیدہ رکھنا کہ کائنات میں کسی اور کی تدبیر بھی غالب ہے۔ کوئی اور بھی امورِ کائنات چلانے میں، کائنات میں تصرف کرنے میں شریک ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے سوا ہواؤں کے آنے جانے میں، دن رات کے اُلٹ پھیر میں، سورج کے نکلنے اور گرہن ہونے یا ڈوبنے میں، چاند کے نکلنے، گرہن ہونے یا ڈوبنے میں اور رزق کے ملنے میں، بارشوں کے برسنے میں، زندگی اور موت میں، اُن امور میں، زلزلوں کے آنے میں، مختلف آفتوں اور بلاؤں کے اُترنے میں، جو قدرتی طور پر اُترتی ہیں۔ ان میں سے کسی اور کا بھی دخل ہے کوئی اور بھی ہے جو قدرت رکھتا ہے اور ان اُمور کے اندر دخیل ہے۔ کائنات کا نظام چلانے میں۔ ظاہری بات ہے کہ یہ کہنا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی صفات کے اندر شریک کرنے والی بات ہے تو شرک فی التصرف کہ یہ عقیدہ رکھنا کہ

کائنات کے اُمور کے چلانے میں رب کے ساتھ کوئی اور بھی شریک ہے یقیناً اس سے بھی اپنے ایمان کو بچانے کی ضرورت ہے۔

۳۔ آخری قسم ہے "شرک فی الحکم"... حکم کے معاملے میں کسی اور کو شریک کرنا۔ حاکمیت میں کسی اور کو شریک کرنا اور اس کو یہ حق دینا کہ یہ حلال اور حرام متعین کرے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے سوا کسی اور کا یہ حق تسلیم کرنا کہ وہ نظام دے۔ زندگی گزارنے کا ڈھنگ اور شریعت ہمارے لیے متعین کرے۔ کسی اور بارے میں یہ عقیدہ رکھنا بھی غیر اللہ کے بارے میں عقیدہ بھی شرک کی ایک قسم ہے۔ ایسا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے یہود و نصاریٰ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا۔ بالخصوص نصاریٰ کا ذکر کرتے ہوئے بتایا۔

"اُنھوں نے اپنے علماء ومشائخ کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے ساتھ رب بنالیا تو رب کن معنوں میں بنالیا"۔

یہ آیت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عدی بن حاتمؓ کے سامنے پڑھی جو عیسائی سے مسلمان ہوئے تھے۔ تو اُنہوں جب یہ آیت مبارکہ سنی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا:۔

"ہم تو اپنے علماء اور مشائخ کی عبادت نہیں کرتے تو آپ نے فرمایا کہ کیا جس چیز کو وہ حلال اور جس کو وہ حرام کہہ دیں تو تم نہیں مانتے ہو؟ تو اُنھوں نے کہا کہ ایسا تو ہے۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ تمہارا ان کی عبادت کرنا ہے"۔

کل تک ایک چیز حرام بھی اس کو حلال کہہ دیں اور ایک چیز کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے حلال کیا اس کو حرام کہہ دیں اور دین کے واضح اور محکم احکامات کو بھی تبدیل کردیں تو تم اس میں بھی ان کی اطاعت کرو، تمہارے خیال میں منقل الذات واجب الاطاعت ہیں چاہے ان کی اطاعت اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی اطاعت سے ٹکراتی ہو۔ یہ شرک ہے۔

پیارے بھائیو! اطاعت کے مضمون میں حقیقتاً اطاعت کی حق دار صرف ایک ذات ہے۔ وہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہے۔ حقیقتاً حکم دینے کی حق دار جو ذات ہے وہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہے۔ ہم سب اس کی مخلوق اور اس کے بندے ہیں۔ اور اس کے احکامات کے سامنے سر جھکاتے ہیں۔ باقی جتنی بھی مخلوقات ہیں وہ اپنی اتھارٹی اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے اخذ کرتی ہیں۔ ہم اگر ان کی اطاعت کرتے ہیں تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ان کی اطاعت کا حکم دیا ہے۔ ہم رسول اور انبیاء کی اطاعت کرتے ہیں۔ اس لیے یہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا حکم ہے۔

"اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی اطاعت کرو اور اس کے رسول کی اطاعت کرو"۔

ہم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام احکامات بغیر چون وچرا اس قبول کرتے ہیں۔ جو کچھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے آیا وہ لیتے ہیں کیوں کی اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا:۔

"یہ اپنی ہوائے نفس سے بات نہیں کرتے جو کچھ بھی فرماتے ہیں وہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی بھیجی ہوئی وحی پر مبنی ہوتی ہے"۔

اسی طرح اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا:۔

"ہم نے جو رسول بھیجا اس لیے بھیجا کہ اس کی اطاعت کی جائے کیوں کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اس کی اجازت دی ہے"۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے اِذن سے ان کی اطاعت کی جائے۔ تو ہم انبیاء کی اطاعت کرتے ہیں۔ کیوں کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے انبیاء کو معصوم عن الخطاء بنایا۔ اُن کے ذریعے سے احکامات ہم تک پہنچائے۔ تو ان کی اطاعت اس لیے کرتے ہیں کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اس کا حکم دیا۔ اور پھر انبیاء کے بعد انبیاء تو معصوم عن الخطاء ہیں ان کی طرف سے آنے والا حکم بلا چون وچرا اس تسلیم کیا جاتا ہے۔ لیکن اور بھی انسان ہیں جن کی اطاعت کا حکم اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے دیا۔ جیسا کہ اس آیت میں فرمایا:۔

"اور اپنے میں سے اولوالامر کی۔ امراء کی جو شرعی حکام ہوں"۔

دین سے باغی دین سے خارج حکام نہیں۔ شریف حکمران ہو تمہارے تو ان کی اطاعت کرو، تو یہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو حکم ہے۔ اور اس طرح ہم والدین کی اطاعت کرتے ہیں۔ اس لیے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کئی احادیث ہیں جو والدین کی اطاعت وفرماں برداری کا حکم فرماتی ہیں۔ اس طرح ہم علما کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ پھر اُن کی اطاعت کرتے ہیں۔ دین کے معاملات میں ان سے سوال کرتے ہیں۔ کیوں کرتے ہیں۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ

"اہل علم سے پوچھو اگر تمہیں علم نہ ہو"۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ

"جو اختلافی مسئلہ ہو اس کو عالم کی طرف لوٹا دو"۔

تو اس لیے ان کی بات مانتے ہیں۔ اس لیے ان کی اطاعت کرتے ہیں۔ تو ان سب کی اطاعت کس کی اطاعت کا جز ہے؟ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی اطاعت۔ ہم اس لیے ان کی بات مان رہے ہیں کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے حکم دیا۔ اور اس دائرے میں رہ کر مان رہے ہیں جس دائرے میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے حکم فرمایا۔ یعنی جب ان کی بات اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی بات سے ٹکرائے گی تو چھوڑ دیں گے۔ حکمران کی بات اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی بات سے ٹکرائے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"نہ سنو بات نہ مانو بات"۔

تو جس امر کی بات اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے کسی صریح حکم سے ٹکرائے گی۔ اس غیر شرعی حکم کی اطاعت نہیں کریں گے۔ والدین کی بات شریعت کے حکم سے ٹکرائے اور وہ کسی حرام

کام کا حکم دیں، کسی فرض سے منع کریں یا اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے خلاف کسی کفر اور شرک پر مجبور کریں تو قرآن کہتا ہے:۔

”اگر والدین اس پر مجبور کریں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے ساتھ کسی اور کو شریک ٹھہرائیں۔ کسی ایسی ذات کو جس کا اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے ساتھ شریک ہونے کا تمہیں علم نہیں ہے“۔

تم جانتے ہو کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے ساتھ کوئی شریک نہیں اور وہ تمہیں شرک کرنے کا حکم دیں۔ وہی دین حکم دیتا ہے ان کی اطاعت کا، وہی کہتا ہے ایسی حالت میں ان کی اطاعت نہ کرو۔

یہی معاملہ علما کا ہے وہ جو حدیث آپ کے سامنے نقل کی اہل علم کے بارے میں بھی یہ یہود ونصاریٰ کا طریقہ بتلایا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ کہ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ علما کی طرف سے اگر غلط بات بھی آئے گی باطل بات بھی آئے گی۔ وہ حلال کو حرام بھی کہے گے، حرام کو حلال بھی کہیں گے اور کوئی درباری عالم جو ہے وہ حکمرانوں کی رضا کی خاطر دین کے محکم احکامات بھی بدلے گا اس میں بھی اس کی اطاعت اندھوں کی طرح کی جائے، تو یقیناً ہمارے دین نے ہمیں یہ نہیں سکھایا۔ یہ وہ حدود ہیں جس میں رہتے ہوئے ہم اطاعت کرتے ہیں۔

”اطاعت صرف نیکی کے کام میں“۔

تو یہ بہت اہم مسئلہ ہے۔ یہ ہمارے معاشرے میں پھیلی ہوئی شرک کی صورتوں میں سے ایک صورت ہے ہمارے ہاں یہ سارے غلوّ ملتے ہیں پیروں کو یہ مقام دے دیا جائے کہ وہ جس چیز کو حلال کہیں وہ حلال۔ جس چیز سے منع کردیں وہ منع۔ چاہے وہ شریعت کی کتنے محکم احکامات سے کیوں نہ ٹکرا رہی ہو۔ تو یقیناً اس قسم کی اطاعت کی ہمیں شریعت اجازت نہیں دیتی۔

اور اہل علم کی بھی جب ہم اطاعت کرتے ہیں۔ اور دین کے اُمور میں ان کی اطاعت کرتے ہیں۔ ان سے سوال کرتے ہیں۔ تو یہی سوچتے ہوئے کیوں رجوع کرتے ہیں۔ اس لیے رجوع کر رہے ہوتے ہیں کیوں کہ ہمارے پاس وہ علم نہیں ہے۔ ہم ایک عام آدمی ہیں۔ ہمارے پاس وہ علم نہیں ہے جس کے ذریعے سے ہم یہ جان سکیں کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو ہم سے کیا مطلوب ہے، کیا نہیں مطلوب۔ کس چیز سے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے منع کیا کس چیز کا اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے حکم دیا۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی پسند اور ناپسند کیا ہے۔ تو ہم علما کے پاس یہ جاننے نہیں جا رہے ہوتے کہ وہ اپنی ذاتی رائے بتائیں۔ وہ ہمیں یہ بتا رہے ہوتے ہیں کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی پسند کیا ہے؟ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا حکم کیا ہے؟ اور ہم اُن کو زیادہ علم والا جانتے ہوئے، اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے احکامات سے زیادہ واقفیت اور زیادہ معرفت پہ جانتے ہوئے ان کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ لیکن بالفرض دین کی وہ ضروری محکم چیزیں جو ایک عام آدمی بھی جانتا ہے۔ جس سے ایک عام آدمی بھی واقف ہے۔ ایک عالم اس کے برخلاف بات کردے۔ ایک عالم کافروں کی رضا کے لیے یہ فتویٰ دے دے کہ ابھی جہاد منسوخ ہو گیا۔ ابھی زمانہ نہیں آیا۔ حالانکہ ہم میں سے ہر فرد بلکہ بچہ بچہ جانتا ہے کہ جہاد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ پچھلے انبیاء کا طریقہ ہے جیسا کہ قرآن کہتا ہے صحابہؓ کا راستہ ہے۔ یقیناً کوئی ایسی بات کرے گا تو ہم اس کی بات کو توجہ نہیں دیں گے۔ اس میں اس کی اطاعت نہیں کریں گے۔ ہم شریعت کے واضح حکم پر عمل کریں گے۔

کوئی عالم خود کو عالم کہلوانے کے باوجود وحدتِ ادیان کی طرف دعوت دیتا ہو اور وہ ایسی کانفرنسوں میں جا کر شریک ہوتا ہو۔ یہودیت، عیسائیت، ہندومت، اسلام سب کو ملا کر کوئی چوتھی چیز بنانے کی بات ہو رہی ہو۔ اتنا بنیادی فہم دین ہر مسلمان کے پاس ہے کہ یہ باطل حرکت ہے۔ اس کی دین اجازت نہیں دیتا۔ کوئی یہ کرے گا تو ہم نہیں مانیں گے۔ کوئی اس دور میں غامدی کی طرح یہ فتویٰ دے کہ موسیقی بھی جائز ہے اور پردے کا جو تصور (نعوذ باللہ) اُمہات المومنین کے ہاں نافذ تھا وہ سارے کا سارا تصور بھی من گھڑت ہے (نعوذ باللہ)۔ تو اس قسم کی باتیں ہمارے درمیان پھیلائے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے واضح احکامات کی اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے واضح احکامات کی مخالفت کی طرف بلائے۔ یقیناً ہم اس میں اس کی اطاعت نہیں کریں گے۔ تو یہ اطاعت میں ہمارے ہاں افراط و تفریط پائی جاتی ہے۔ یہ غلوّ پایا جاتا ہے کہ ان اُمور کے اندر ہمارے معاشرے میں بعض طبقات اور بعض افراد میں اندھی اطاعتیں آپ کو نظر آتی ہے۔ اور شرک فی الحکم کی ایک بہت بڑی صورت جو اس دور میں ابتلائے عام یا وبائے عام کی طرح پھیل چکی ہے۔

پیارے بھائیو! یہ جمہوری نظام ہے جو ہماری گردنوں پر مسلط ہے کہ جہاں انسانوں کو یہ حق دیا گیا ہے کہ وہ حلال و حرام کا تعین کریں۔ وہ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے علما کے بارے میں یہ فرمایا کہ ان کو بھی یہ مقام دو گے تو یہ شرک ہے کہ ان کی عبادت کر رہے ہوں گے۔ کجا یہ کہ اَن پڑھوں کو قرآن کی چار صورتیں بھی نہیں آتیں اور ان کو یہ مقام دے دیا جائے۔ ایسے سوڈیڑھ سو جاہل اکٹھے ہو جائیں اور اکٹھے ہو کر یہ فیصلہ کرلیں کہ یہ قانون ہے تو یہ قانون ہو گیا۔

ابھی آپ کل پرسوں کی خبریں سن لیں کہ پارلیمنٹ کا آخری دن تھا اور پانچ سال پورے کرنے والی پہلی پارلیمان پاکستان میں آئی اور اس کی خاصیت اور کمالات گنوائے جا رہے ہیں۔ کہ اس نے ایک سو اٹھارہ قوانین پاس کیے ہیں۔ کس کی اجازت سے پاس کیے؟ کس نے ان کو یہ حق دیا ہے؟ یہ کس دین کو اور اسلام کو ماننے والے ہیں وہ؟ اگر وہ خود اپنے آپ کو قانون ساز سمجھتے ہیں امریکہ کے الفاظ تو یہ ہوتے ہیں کہ ”پاکستان کے قانون سازوں نے ایک سو اٹھارہ بل پاس کیے“۔ نعوذ باللہ من ذلک۔

یعنی وہ قانون ساز ہو گئے اور ان کو یہ حق مل گیا کہ وہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے مقابلے میں آ کے خود قانون بناتے ہوں۔ آپ ایک ایک قانون اُٹھا کر دیکھیں کہ وہ حلال اور حرام

متعین کر رہا ہے۔ جو دہشت گردی کے خلاف قانون ہے وہ کہہ رہا ہے سی ڈی بانٹنا منع ہے! منع کا کیا مطلب ہے کہ وہ حرام قرار دے رہا ہے اور اس پہ ایک سزا مقرر کر رہا ہے۔ جہاد سے متعلق کوئی سی ڈی تقسیم کرے گا تو اس کے اوپر اتنا عرصہ اس کو جیل۔ تو جس کے پاس سے اسلحہ برآمد ہو گا۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ماننے والوں کو جو فوت ہوئے۔ دنیا میں ان کے گھر کے اندر کھانے کو کچھ نہیں تھا لیکن اسلحہ موجود تھا۔ اُن پہ کون آ گیا کہ اسلحہ نہیں رکھیں گے۔ تو جس کے گھر اتنا اسلحہ برآمد ہو گا تو اس کے اوپر یہ سزا ہو گی۔ یہ کہاں سے اخذ کر رہے ہیں۔ کس نے ان کو یہ حق دیا کہ یہ حرام کہیں جس کو چاہیں حلال کہیں۔ اور اس کے اوپر سزا متعین کریں۔ سب اپنی ہوائے نفس سے، اپنی عقلوں سے، اپنی خواہشوں سے، اپنی مرضی سے۔ تو یہ شرک کی صورت ہے جو رائج ہے ہمارے ہاں کہ انسانوں کو حق دیا گیا۔

مقننہ کہا جاتا ہے پارلیمان کو کہ وہ قانون سازیاں کرتی ہے، فیصلے کرتی ہے۔ اور وہاں بیٹھنے والا کوئی ایک بندہ بھی علما پہ مشتمل کمیٹی نہیں ہے کہ جو سارے کے سارے دین کا علم رکھتے ہیں یا حدود و قیود جانتے ہوں، کن اُمور کے اندر اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اختیار دیا کہ ہم دین کے عمومی اصولوں کو سامنے رکھتے ہوئے مقاصدِ شریعت کو سامنے رکھتے ہوئے کوئی قانون بنا سکتے ہیں، نہیں! وہ جہلا ہیں۔ وہ تو دین کی ابجد نہیں جانتے ہیں۔ سورۃ اخلاص پڑھنی نہیں آتی۔ وہ جیسے چاہتے ہیں جو چیز مناسب سمجھتے ہیں اس کو حلال کہتے ہیں اور جس چیز کو غلط سمجھتے ہیں اس کو حرام کہتے ہیں۔ اور ہمیں انسانوں کی کروڑوں کی آبادیوں کو مجبور کرتے ہیں کہ وہ ان حلال و حرام جو انسانوں کا بنایا ہوا حلال و حرام ہے اس کی اطاعت کریں۔

تو جمہوریت کھڑی ہی اس اساس کے اوپر ہے کہ عوام کو قانون سازی کا حق ہے اور عوام جس چیز کو چاہیں حلال کہیں۔ پاکستان میں چونکہ سود کو عوام مل کر یا عوام کے نمائندے مل کر حرام نہیں کہہ رہے تو اس لیے پاکستان میں آج تک سود حلال ہی ہے۔ عملاً جاری و ساری ہے اس کے اوپر کوئی سزا نہیں کوئی پکڑ نہیں ہے۔ بدکاری کے اڈے چلیں اس پر کوئی پکڑ نہیں ہے۔ ہاں کوئی دین کی طرف دعوت دے رہا ہو۔ کوئی جہاد کے لیے پیسے اکٹھے کر رہا ہو اور مجاہدین کو اپنے گھر میں جگہ دے رہا ہو۔ تو اس میں ایک ایک چیز پر آپ کو سزائیں anti-terror laws مل جاتی ہیں۔

پیارے بھائیو! یہی اساس ہے جمہوریت کی اور یہ ایک سیدھی سادھی فہم کی بات ہے۔ اس کے لیے بہت بڑا فلسفہ جاننے کی ضرورت نہیں ہے۔ صبح شام آپ کے ٹی وی پر یہ باتیں چلتی ہیں کہ عوام کی عدالت میں فیصلہ کے جائیں گے۔ عوام جو فیصلہ کریں گے وہ سر آنکھوں پر ہو گا۔ عوام کی حاکمیت ہے ہمارے ملک کے اندر۔ ہم کسی اور کی حاکمیت قبول نہیں کریں گے۔ یہ سب کی سب مسلمان کے بنیادی ایمان سے ٹکرانے والی بنیادی باتیں ہیں۔ تو یہ سارے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے حقوق ہیں جو یہ سارے غصب کر کے تھانوں کو دینا چاہتے ہیں اور یقیناً کوئی مسلمان فرد اور مسلمان معاشرہ یہ جرأت نہیں کر سکتا کہ آگے بڑھ کر اپنے ہاتھ میں یہ چیزیں لے لے۔ ہم رب کے بندے ہیں۔

”حکم اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ہی چلے گا اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی زمین کے اوپر“۔

مخلوق بھی اسی کی ہے اور امر بھی اسی کا چلے گا کوئی اور نہیں کہ جس کا امر اس زمین پر چلے اور انسانوں کے اوپر اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی مخلوق کے اوپر نافذ کرے۔ تو یہ شرک کی تین مزید صورتیں تھیں۔ تو کُل سات صورتیں ہم نے ذکر کیں۔

۱۔ شرک فی الذات　۲۔ شرک فی العادات　۳۔ شرک فی العلم
۴۔ شرک فی الحکم　۵۔ شرک فی الصفات
۶۔ شرک فی العبادات　۷۔ شرک فی التصرف

میں نے پہلے ذکر کیا کہ علما نے مختلف انداز میں تقسیمات کی ہیں۔ اس میں بیان کے طرز میں یا تقسیم کے طرز میں فرق ہو سکتا ہے۔ لیکن یہ مفہوم جو ان شاء اللہ ذکر ہوا، اہل علم کے ہاں ان شاء اللہ متفق علیہ مفہوم ہے۔ اور دین کے بنیادی اُمور میں سے ہیں جو ہر مسلمان کی زبان پہ اور اس کے سینے کے اندر محفوظ ہونے چاہئیں۔ اس کو معلوم ہونی چاہیے۔ تاکہ وہ اپنے آپ کو اور اپنے بھائیوں کو اور اپنے معاشرے کو، ان برائیوں سے اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی ناراضی والے ان امور سے بچا سکے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ عمل کرنے کی توفیق دیں۔ آمین

سبحانك اللھم وبحمدك نشھد ان لا الہ الا انت نستغفرك ونتوب الیك

وصلی اللہ علی محمد و آلہ وصحبہ اجمعین...برحمتك یا ارحم الراحمین

☆☆☆☆☆

”ہماری قوم اغیار کے سامنے سر نگوں ہونے والی قوم نہیں، اپنے عقیدے اور موقف سے پسپائی اسے قبول نہیں، ہمیں زندگی اتنی عزیز نہیں کہ اس کے لیے اپنے دین ہی کو چھوڑ دیں، بلکہ ہماری زندگی اور موت اللہ کے لیے تھی اور ہے۔ ہم اللہ کی راہ میں قربانی پر خوشی اور فخر محسوس کرتے ہیں، لیکن تم وسعت طلبی، مال اور پیسوں کے لیے لڑتے ہو۔ تمہارے فوجی لڑتے تو ہیں مگر ان کے پاس قوت ارادی نہیں ہوتی، وہ جلد اپنا مورال کھو بیٹھتے ہیں کیونکہ ان کا تمام تر بھروسہ اسلحے اور وسائل پر ہے۔

گزشتہ برسوں میں تمہارے لاکھوں فوجی آئے اور گئے لیکن مقابلے میں وہی پہلے دن والے مجاہد ہیں، نہ تو وہ ابھی تک تھکے ہیں اور نہ ہی حواس باختہ ہوئے ہیں“۔

امیر المومنین ملا محمد عمر مجاہد رحمہ اللہ

# علاج اس کا بھی کچھ غمِ جاناں ہے کہ نہیں!

مولانا حافظ ناصر مصطفیٰ حفظہ اللہ

## رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گستاخوں کی بابت مسلم امہ کے عوام لناس کا رویہ و تعامل

جب کہ اس کے بالکل برعکس ہمیشہ کی طرح عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے سرشار عوام الناس کا رویہ قابلِ دید رہا ہے۔ جی ہاں! عامر چیمہ شہیدؒ اور ممتاز قادری شہیدؒ کے جنازوں میں شریک عوام کا ٹھاٹیں مارتا سمندر اس کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ خود ان دونوں شہدا کا محمد بن مسلمہؓ کی پیروی میں گستاخوں کو قتل کرنا عوامی رویے کی بہترین عکاسی ہے۔

- عامر چیمہ شہیدؒ کی والدہ محترمہ کہتی ہیں کہ " میرا شیر جیسا بیٹا اعلیٰ ڈگری لینے جرمنی گیا تھا اور وہاں ایسی اعلیٰ ڈگری لے کر آیا کہ اس سے بڑی کوئی ڈگری نہیں۔ اگر میرا کوئی اور بیٹا ہوتا تو میں اسے بھی اسی راستہ میں بھیجتی۔ اللہ تعالیٰ میرے بیٹے کی شہادت قبول فرمائے"۔ یہاں عامر چیمہ شہیدؒ کی والدہ محترمہ کے جملوں کو اپنے دلوں میں نقش کر لیجیے اور اپنے بچوں کو اس جملہ کی لوری دیا کریں۔
- ملک ممتاز حسین قادری شہیدؒ کی ممتاز شخصیت سے کون واقف نہیں؟ یہ پاکستان کی پنجاب پولیس کے کمانڈو یونٹ ایلٹ فورس کے ایک سپاہی تھے۔ اِنہوں نے ۴ جنوری ۲۰۱۱ء کو سلمان تاثیر کے توہینِ رسالت کرنے پر اسلام آباد کے علاقے ایف سِکس کی کوہسار مارکیٹ میں واصلِ جہنم کر دیا۔ دین دشمن اور عوام دشمن شعبہ پولیس کے یہ ایک عام آدمی تھے لیکن عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم ان کی خونی شریانوں میں محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کی طرح دوڑ رہا تھا۔ ان کا یہ تعامل اور رویہ ہمیشہ کے لیے مسلم امہ کو پیغام دے گیا کہ اکیسویں صدی کے "فور جی اور فائیو جی" کے زمانہ میں گستاخِ رسول کو قتل کرنے کا فریضہ انجام دینا ہی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ناموس کی حفاظت کا ضامن ہے! جلسے، جلوسوں اور پارلیمنٹ میں دینی مسلّمات کی دُہائی دینے کے رویہ و تعامل سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے گستاخوں کا قلع قمع کرنا غیر شرعی اور غیر منتج راستہ ہے۔ دوسرا پیغام اپنے ہم شعبہ پولیس کے جوانوں کو بھی دے گئے کہ چند روپوں اور بے حقیقت عہدوں کے لیے افسران کے آرڈر کے سامنے اپنے ایمان کا سودا مت کریں کیونکہ فرعون اکیلا نہیں، اُس کا لشکر بھی ساتھ غرق ہوا تھا۔
- پاکستانی آرمی کے جرنیلوں کا عاشقانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ظلم و ستم کا رویہ اپنانا کوئی اچنبھے کی بات نہیں ہے۔ تقسیم ہند سے آج تک ستر سالوں میں یہ فوج اَن گنت مظالم ڈھا چکی ہے۔ افواجِ پاکستان کی جانب سے قتل و غارت گری اور قید و بند کی صعوبتوں کا یہ سلسلہ ہنوز جاری ہے۔ پاکستانی اسٹیبلشمنٹ کا دوسرا فرعون صفت سپوت یہاں کے حساس ادارے ہیں۔ آج پاکستان کے باسی عاشقانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم لاکھوں کی تعداد میں اپنے گھروں سے لاپتہ ہیں اور ان درندہ صفت حساس اداروں بالخصوص آئی ایس آئی کی اندھیری کال کوٹھریوں میں بے بسی کی زندگی گزار رہے ہیں۔ ختم نبوت کی ویب سائٹ پر مجاہدین ختم نبوت کی قربانیوں پر مستقل ایک مضمون نظر سے گزرا، جس میں بیسیوں واقعات ایسے لکھے ہیں کہ قادیانیت نواز اور غاصب انگریز کی پیداوار پاکستانی افواج کے ہاتھوں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کئی ہزار عاشق 'تحریک ختم نبوت کے دوران میں قتل و غارت گری کا شکار ہوئے۔

ایک نہایت ایمان افروز واقعہ ملاحظہ ہو" ڈاکٹر اسرار احمد صاحب رحمہ اللہ راوی ہیں: ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت کے دوران بطور ڈاکٹر میری تعیناتی میو ہسپتال میں تھی۔ ہم چند دوست ہسپتال کی چھت پر کھڑے تھے۔ اچانک دیکھتے ہیں نسبت روڈ چوک کی جانب سے ختم نبوت کے پروانوں کا ایک جلوس بڑھتا ہوا آرہا ہے، جسے روکنے کے لیے فوج نے ہسپتال کے گیٹ کے آگے ریڈ لائن لگا دی اور انتباہ کر دیا کہ جو بھی اسے پار کرے گا، اسے گولی مار دی جائے گی۔ یہ ایک ایسا انتباہ اور ایسی وارننگ تھی، جسے عاشقانِ مصطفیٰ کی پوری تاریخ میں تنکے سی اہمیت بھی حاصل نہ رہی، یہاں بھی یہی ہوا، جلوس نامِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمتوں کے ترانے بلند کرتا ہوا اسی آن سے آگے بڑھتا رہا۔ ریڈ لائن پر اک لمحے کو رُکا۔ دوسرے ہی لمحے چشم فلک نے دیکھا کہ غلامیٔ رسول پر ناز کرنے والا ایک خوبرو نوجوان آگے بڑھا، اس نے اپنا سینہ کھولا اور نعرہ لگایا ختم نبوت زندہ باد اور سرخ لائن کراس کر گیا۔ دوسری طرف قادیانیت نواز کی بندوق سے گولی نکلی اور سرخ سرحد عبور کرنے والا نوجوان، عشقِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے سفر میں اتنا تیز نکلا کہ ایک ہی جست میں زندگی کی سرحد عبور کر کے قدم بوسیِ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے روانہ ہو گیا۔ چنانچہ ہم نے دیکھا کہ اسی رفتار سے دوسرا جوان آگے بڑھا، اس نے بھی گریبان چاک کیا اور پوری قوت سے نعرہ زن ہوا، ختم نبوت زندہ باد، ظلم و تشدد کی روایت کے مطابق اُدھر سے گولی

آئی اور عشق و محبت کی تاریخ کا اک اور صفحہ رنگین کرتے ہوئے گزر گئی، وہ نوجوان لڑکھڑایا اور لبوں پر فاتحانہ مسکراہٹ لیے راہیٔ فردوسِ بریں ہو گیا۔ اس سے پہلے کہ تیسرا نوجوان آگے بڑھتا، ہم چھت سے نیچے آچکے تھے اور ادھر خبر ملی کہ ان دونوں جوانوں کے لاشے بھی ہسپتال پہنچ چکے ہیں۔ دورانِ زیارت معلوم ہوا کہ دونوں جوان سگے بھائی تھے۔

- ختم نبوت کی ویب سائٹ پر "تحریک ختم نبوت......قدم بہ قدم" کے عنوان سے ایک مفصل مضمون موجود ہے، جس میں مسلم عوام کی قربانیوں کے بہت سے واقعات لکھے گئے ہیں۔ ان ایمان افروز واقعات کو پڑھ کر حرمتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حقیقی پاس داروں کا تعامل اور رویہ واضح ہوتا ہے۔ دوسری طرف قوم کے نام نہاد محافظ پاکستانی آرمی کی حقیقت بھی واضح ہو جاتی ہے کہ بظاہر جو مصلح بنے پھرتے ہیں وہی اصل راہزن ہیں۔ اس واقعہ میں آپ کے سامنے دورِ حاضر میں کیے گئے مختلف ناموں سے فوجی آپریشنز کی قلعی بھی کھلے گی کہ آج کے فوجی آپریشنز اور فوجی عدالتیں اس آرمی کی نئی پالیسی نہیں، بلکہ یہ ان کی پُرانی روش چلی آرہی ہے کہ اہلِ دین، شرعی نظام کا عملی نفاذ چاہنے والے مجاہدینِ امت کو قتل کرنا، نوجوانانِ توحید کو قید و بند کی صعوبتوں میں دوچار کر کے اُن کو گھروں سے برسوں لاپتہ رکھنا، فوجی عدالتوں میں من گھڑت مقدمات بنا کر سزائے موت دینا اور شہادت کی متلاشی پاک روحوں کو جعلی پولیس مقابلوں میں شہید کر کے ان کی مسخ شدہ لاشوں کو سرد خانوں یا سڑکوں پر پھینک دینا ہی ان کے تاسیسی مقاصد میں سے ہے جو یہ قیامِ پاکستان سے آج تک کرتے چلے آرہے ہیں۔ ایک واقعہ اسی مضمون ختم نبوت کی ویب سائٹ سے کہ "چودھری نذیر احمد صاحب بھائی پھیرو میں کریانہ کا کاروبار کرتے ہیں۔ ۱۹۵۳ء کا واقعہ انہی کی زبانی سنیے! میری شادی کے چند ماہ بعد تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء شروع ہوئی۔ تحریک میں بھرپور حصہ لینے کے لیے ننکانہ صاحب سے لاہور، مسجد وزیر خان چلا گیا۔ یہاں روزانہ جلسہ ہوتا اور جلوس نکلتے۔ ایک جنرل سرفراز 'جو غالباً اس وقت لاہور کا کور کمانڈر تھا' کے کہنے پر مسجد کی بجلی اور پانی کا کنکشن کاٹ دیا گیا۔ اسی پر مسجد میں ایک احتجاجی جلسہ ہوا، پھر جلوس نکلا۔ میں اس جلوس میں شامل تھا۔ فوج نے ہمیں گرفتار کر لیا۔ چند احباب کے ہمراہ سرسری سماعت کی عدالت میں پیش کیا گیا۔ میرا نمبر آخر میں تھا۔ میری باری پر قادیانی میجر جنرل حیاء الدین نے کہا معافی مانگ لو آئندہ تحریک میں حصہ نہیں لوگے تو ابھی بری کر دوں گا۔ میں نے مسکراتے ہوئے میجر کو کہا کہ آپ کی بات سمجھ میں نہیں آرہی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و ناموس کا مسئلہ ہو اور ایک امتی کی شفاعت کا ذریعہ ہو اور پھر وہ معافی مانگ لے؟ میجر نے کہا کہ سامنے لائن میں چلے جاؤ۔ آدھا گھنٹہ اچھی طرح سوچ لو۔ میں لائن میں بیٹھ گیا۔ پھر پیش کیا گیا تو میجر نے کہا کہ معافی مانگ لو۔ میں نے مسکراتے ہوئے میجر کو جواب دیا کہ شاید آپ کو اس مسئلہ کا علم نہیں، آپ کی بات میری سمجھ میں نہیں آرہی کہ اس مسئلہ میں معافی کیا ہوتی ہے؟ اس پر میجر حیاء الدین نے غصہ کی حالت میں میرے منہ پر ایک زناٹے دار تھپڑ رسید کیا اور آٹھ ماہ قید بامشقت اور ۵۰۰ روپے جرمانہ کا حکم دیا، جسے میں نے بخوشی قبول کر لیا۔ میرے نامہ اعمال میں میری بخشش کے لیے یہی ایک نیکی کافی ہے"۔

- ایک اور واقعہ پاکستانی پولیس کے جرائم پر بھی پڑھیے! عالمی مجلس تحفظِ ختم نبوت واہ کینٹ کے حضرت مولانا عبد القیوم مدظلہ نے اپنے علاقہ کا ایک ایمان پرور واقعہ سنایا کہ تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء میں واہ کینٹ میں ایک جلوس نکلا۔ پولیس نے جلوس کے کئی شرکا کو گرفتار کر لیا۔ ان میں ایک سات سالہ بچہ بھی تھا۔ مقامی ڈی ایس پی نے اس بچے کو مرغا بنا کر پوچھا: "بتاؤ تمہیں پیٹھ پر کتنے جوتے ماروں"۔ بچے نے بڑی ایمانی جرأت اور معصومیت سے جواب دیا "اتنے جوتے مارو جتنے تم قیامت کے دن کھا سکتے ہو"۔ اتنا سننا تھا کہ ڈی ایس پی مارے خوف سے پسینہ پسینہ ہو گیا اور اس بچے کو سینہ سے لگایا، پیار کیا، گھر لے گیا، کھانا کھلایا، رقم دی، پاؤں پکڑ کر معافی مانگی اور فوراً گھر چھوڑنے گیا۔

## سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے اصحاب رضی اللہ عنہم کا گستاخِ رسول کی بابت رویہ و تعامل

حضرت عکرمہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ہمیں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ

عَنْ عِكْرِمَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ عَبَّاسٍ،أَنَّ أَعْمَى كَانَتْ لَهُ أُمُّ وَلَدٍ تَشْتُمُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَتَقَعُ فِيهِ، فَيَنْهَاهَا، فَلَا تَنْتَهِي، وَيَزْجُرُهَا فَلَا تَنْزَجِرُ، قَالَ: فَلَمَّا كَانَتْ ذَاتَ لَيْلَةٍ، جَعَلَتْ تَقَعُ فِي النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ،وَتَشْتُمُهُ،فَأَخَذَ الْمِغْوَلَ فَوَضَعَهُ فِي بَطْنِهَا،وَاتَّكَأَ عَلَيْهَا فَقَتَلَهَا،فَوَقَعَ بَيْنَ رِجْلَيْهَا طِفْلٌ،فَلَطَّخَتْ مَا هُنَاكَ بِالدَّمِ، فَلَمَّا أَصْبَحَ ذُكِرَ ذَلِكَ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَجَمَعَ النَّاسَ فَقَالَ:«أَنْشُدُ اللَّهَ رَجُلًا فَعَلَ مَا فَعَلَ لِي عَلَيْهِ حَقٌّ إِلَّا قَامَ»،فَقَامَ الْأَعْمَى يَتَخَطَّى

النَّاسَ وَهُوَ يَتَزَلْزَلُ حَتَّى قَعَدَ بَيْنَ يَدَيِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ،فَقَالَ:يَا رَسُولَ اللَّهِ،أَنَاصَاحِبُهَا،كَانَتْ تَشْتُمُكَ، وَتَقَعُ فِيكَ، فَأَنْهَاهَا فَلَا تَنْتَهِي، وَأَزْجُرُهَا، فَلَا تَنْزَجِرُ، وَلِي مِنْهَا ابْنَانِ مِثْلُ اللُّؤْلُؤَتَيْنِ، وَكَانَتْ بِي رَفِيقَةً، فَلَمَّاكَانَ الْبَارِحَةَ جَعَلَتْ تَشْتُمُكَ، وَتَقَعُ فِيكَ،فَأَخَذْتُ الْمِغْوَلَ فَوَضَعْتُهُ فِي بَطْنِهَا،وَاتَّكَأْتُ عَلَيْهَا حَتَّى قَتَلْتُهَا،فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:«أَلَا اشْهَدُوا أَنَّ دَمَهَا هَدَرٌ»

ایک نابینا حضرت کی ام ولد باندی تھی جو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں بکتی تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخیاں کرتی تھی، یہ نابینا اس کو روکتے تھے مگر وہ نہ رکتی تھی۔ یہ اسے ڈانٹتے تھے مگر وہ نہیں مانتی تھی۔ راوی کہتے ہیں کہ جب ایک رات پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخیاں اور گالیاں دینا شروع کیں تو اس نابینا صحابی نے ہتھیار (خنجر) لیا اور اس کے پیٹ پر رکھا اور اس پر اپنا وزن ڈال کر دبا دیا اور مار ڈالا۔ عورت کی ٹانگوں کے درمیان بچہ نکل پڑا جو وہاں تھا خون آلود ہوا۔ جب صبح ہوئی تو یہ واقعہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ذکر ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو جمع کیا، پھر فرمایا کہ اُس آدمی کو اللہ کی قسم دیتا ہوں جس نے کیا جو کچھ کیا۔ میرا اس پر حق ہے کہ وہ کھڑا ہو جائے تو نابینا کھڑا ہوا، لوگوں کو پھلانگتا ہوا اس حالت میں آگے بڑھا کہ وہ کانپ رہا تھا۔ حتی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیٹھ گیا اور عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں ہوں اسے قتل کرنے والا۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دیتی تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخیاں کرتی تھی۔ میں اسے روکتا تھا وہ نہ رکتی تھی۔ میں دھمکاتا تھا وہ باز نہیں آتی تھی۔ اس سے موتیوں کی مانند میرے دو بچے ہیں اور وہ مجھ مہربان بھی تھی۔ لیکن آج رات جب اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دینی اور بُرا بھلا کہنا شروع کیا تو میں نے خنجر لیا اور اس کے پیٹ پر رکھا اور زور لگا کر اسے قتل کر دیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”لوگو! گواہ رہو اس کا خون بے بدلہ (معاف) ہے“۔ (سنن أبي داود، كتاب الحدود ،بَابُ الْحُكْمِ فِيمَنْ سَبَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ)

- حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ،«أَنَّ يَهُودِيَّةً كَانَتْ تَشْتُمُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَقَعُ فِيهِ، فَخَنَقَهَا رَجُلٌ حَتَّى مَاتَتْ، فَأَبْطَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَمَهَا»

ایک یہودیہ عورت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں بکتی تھی اور ان کی شان میں نازیبا کلمات کہتی تھی۔ ایک شخص نے اس گستاخ خاتون کا گلہ گھونٹ دیا یہاں تک کہ وہ مر گئی، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے خون کو ناقابلِ سزا قرار دیا۔ (سنن أبي داؤد، كتاب الحدود ،بَابُ الْحُكْمِ فِيمَنْ سَبَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ)

- حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:«مَنْ لِكَعْبِ بْنِ الأَشْرَفِ، فَإِنَّهُ قَدْ آذَى اللَّهَ وَرَسُولَهُ»،فَقَامَ مُحَمَّدُ بْنُ مَسْلَمَةَ فَقَالَ:يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَتُحِبُّ أَنْ أَقْتُلَهُ؟ قَالَ:«نَعَمْ»

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کعب بن اشرف کا کام کون تمام کرے گا، اس نے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف دی ہے۔ حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا آپ پسند کرتے ہیں کہ میں اس کو قتل کروں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جی ہاں مجھ کو یہ پسند ہے۔ (صحيح البخاري ، كتاب المغازى ،بَابُ قَتْلِ كَعْبِ بْنِ الأَشْرَفِ)

- گستاخِ رسول مسیلمہ کذاب کے قاتل حضرت وحشی رضی اللہ عنہ کا رویہ:

خلیفۂ اول حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مسندِ خلافت سنبھالی تو آپ دو عظیم فتنے مدعیانِ نبوت اور منکرینِ زکوٰۃ کے خلاف علَمِ بغاوت بلند کر رہے تھے۔ امیر المؤمنین حضرت صدیق اکبرؓ اگر اس دورِ پُر آشوب میں کسی مصلحت کا شکار ہو جاتے تو اسلام کا نظام اور اس کی افادیت ہمیشہ کے لیے ختم ہو کر رہ جاتی۔

چنانچہ دورِ صدیقیؓ میں مدعی نبوت مسیلمہ کذاب کے خلاف باقاعدہ اعلانِ جہاد کیا گیا۔ میدانِ جہاد میں سیکڑوں صحابہ جامِ شہادت نوش کر گئے اس گستاخِ رسول کو قتل کر کے ہی سکون کا سانس لیا۔ سید الشہداء حمزہ رضی اللہ عنہ کے قاتل وحشیؓ نے 'جو بعد ازاں مسلمان ہو چکے تھے' مسیلمہ کو ایسا نیزہ مارا کہ واصلِ جہنم ہوا۔ حضرت وحشی رضی اللہ عنہ بڑے فخر کے ساتھ کہا کرتے تھے کہ

"میں حالتِ کفر میں ایک مقدس ترین ہستی کو جامِ شہادت پلا کر جہنم کے طبقہ اسفل کا مستحق ہو چکا تھا لیکن اس منعم لایزال کا شکر و احسان ہے، جس نے دین اسلام کا ربقۂ سعادت میری گردن میں ڈالا اور تائید الٰہی نے ایک بدترین انسان کو میرے ہاتھ سے قتل کرا کے کسی حد تک میرے جرم کی تلافی کرا دی"۔(ماخوذ از مسیلمہ کذاب سے دجال قادیان تک)

**امیر المؤمنین کا فرمان کہ تمام بالغ، مسیلمہ بجرمِ ارتداد قتل کیے جائیں:**

امیر المؤمنین حضرت ابو بکر صدیقؓ نے سلامۃ بن وقش کے ہاتھ حضرت خالد بن ولیدؓ کے نام ایک فرمان بھیجا جس میں لکھا تھا کہ اگر خدائے عزیز و برتر مرتدین پر فتحیاب کرے تو بنی حنیفہ میں سے جس قدر افراد بالغ ہو چکے ہیں، وہ سب بجرم ارتداد قتل کیے جائیں اور عورتیں اور کم سن لڑکے حراست میں لے لیے جائیں۔(ماخوذ از مسیلمہ کذاب سے دجال قادیان تک)

**پاکستان کے "آئین و قانون" میں مرزائیت کو کافر قرار دینے کو مسلم امہ کی حقیقی فتح سمجھنا درست ہے؟**

پاکستان کے عوام الناس سب ہی جانتے ہیں کہ ۷ ستمبر ۱۹۷۴ء کو ملک کی منتخب پارلیمنٹ نے ۱۳ دن کی طویل بحث کے بعد قادیانیوں کا موقف سننے کے بعد متفقہ طور پر قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا۔ یہ ایک ایسا فیصلہ تھا کہ بجائے جمہوریت کی بنیاد پر اکثریتی رائے سے کوئی فیصلہ ہوتا، یہاں فریق کو بلا کر اس کا موقف سنا گیا اور پھر اس کی روشنی میں پارلیمنٹ نے متفقہ فیصلہ کیا۔ قادیانیوں نے اس متفقہ ترمیم کو تسلیم نہیں کیا اور اپنی اسلام مخالف سرگرمیوں کو جاری رکھا۔

اس کے نتیجہ میں پھر ۱۹۸۴ء کو شعائر اسلام کی توہین سے روکنے کے لیے امتناعِ قادیانیت آرڈیننس جاری ہوا۔ جس کی وجہ سے تعزیرات پاکستان میں دفعہ ۲۹۸ بی اور ۲۹۸ سی کا اضافہ ہوا۔اس قانون کے تحت کوئی قادیانی خود کو مسلمان نہیں کہہ سکتا، شعائر اسلام استعمال نہیں کر سکتا اور نہ ہی اپنے مذہب کو بطور اسلام پیش کر سکتا ہے"۔ پارلیمنٹ سے یہ فیصلہ صادر کروانے میں پاکستان کے علمائے کرام اور تمام دینی شخصیات نے بھرپور حصہ لیا۔اس وقت پاکستان کے علما و طلبا سمیت تمام مذہبی و سیاسی تنظیمات 'پارلیمنٹ کے اس متفقہ فیصلہ کو فتنۂ قادیانیت یا گستاخ رسول کے خلاف امت مسلمہ کی حقیقی فتح گردانتے ہیں۔چند دنوں قبل سڑکوں پر باقاعدہ بینرز بھی آویزاں کیے گئے اور پاکستانی کی عوام کو اس فتح کی یاد دہانی کروائی گئی۔

سرمایہ دارانہ نظام کے جبری تسلط کے نتیجہ میں امت میں یہ رویہ عام ہو جانا کہ دینی مسلّمات کو بھی پارلیمنٹ میں لے جا کر یہ بحث کرنا کہ قرآن و سنت کا یہ قانون قابلِ نفاذ ہے یا نہیں، کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں۔ پاکستان کے "آئین و قانون" میں قادیانیوں کو کافر قرار دینے کو امتِ مسلمہ کی حقیقی فتح سمجھنا فقہی، تاریخی اور واقعاتی لحاظ سے بالکل درست نہیں ہے۔ کیونکہ

- جمہوریت کے نظام سے متعارف اہلِ علم لوگ بخوبی جانتے ہیں کہ موجودہ جمہوری نظام کی پارلیمنٹ کی اسلام میں کیا حقیقت ہے۔ قادیانیوں کو آئین و قانون کی رُو سے کافر قرار دیا جانا جمہوری جاہلی نظام کا دجل و فریب ہے۔ وہ اس طرح کہ قادیانیت کا شرعی حکم زندیق کا ہے۔ اسلام میں کافر، مرتد اور زندیق 'تینوں کے احکامات فقہی اعتبار سے جدا جدا ہیں۔ جب کہ پارلیمنٹ کے متفقہ فیصلہ میں ان کو کافر قرار دے کر ذمی جیسے حقوق دیے گئے ہیں۔ حالانکہ زنادقہ کو ذمیوں والے حقوق کسی صورت نہیں دیے جا سکتے!
- فتنۂ قادیانیت 'قیامِ پاکستان سے سالوں پہلے برِّ صغیر میں انگریزوں کی سرپرستی کے اندر وجود میں آ چکا تھا۔ علمائے برِّ صغیر نے مرزا قادیانی اور اس کے پیروکاروں کا شرعی حکم متفقہ طور پر طے کر دیا تھا کہ یہ شخص مدعی نبوت ہونے کے سبب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ اقدس میں گستاخی کا مرتکب ہو چکا تھا۔ رسالتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے بنیادی عقائد اور دینی مسلّمات میں سے ہے۔ برِّ صغیر پاک و ہند کے مسلم عوام اس فتنہ سے بخوبی آگاہ ہو چکی تھی۔ اس سب کے باوجود جب یہ مسئلہ ختم نبوت 'پاکستان کی منتخب پارلیمنٹ میں لے جایا گیا تو وہاں مکمل بحث و مباحثہ میں اِن مدعیانِ نبوت سے اُن کے نظریات کے سچا ہونے کے متعلق دلائل طلب کیے گئے۔ حالانکہ امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے واضح طور پر فرمایا کہ **کسی مدعی نبوت سے اس کے سچا ہونے کی دلیل مانگنا بھی عقیدہ ختم نبوت سے انکار کے مترادف ہے۔**
- اسلام میں مسلمانوں کو دیے گئے اجتماعی احکامات کی عملی تنفیذ "امر تعبدی" ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ ہم حدود اللہ کا نفاذ، اس پر عمل اللہ پاک کی عبادت اور انسانوں کو انسانوں کی غلامی سے نکال کر رب تعالیٰ کی بندگی پر لانے کی غرض سے کرتے ہیں۔ جب کہ جمہوری جاہلی نظام میں انسانوں کے اجتماعی امور کے متعلق آئین و قانون سازی انسانوں کو انسان کا غلام بنانے اور

کفر یہ نظام کی بالادستی کو مدِ نظر رکھ کر کی جاتی ہے، اس میں خداوند کریم و عزیز کی عبادت کا کوئی تصور نہیں ہے۔ اس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ منتخب پارلیمنٹ کا قادیانیوں کو کافر قرار دینا بطور عبادت نہیں بلکہ اپنے تئیں مذہبی انتشار پر کنٹرول کرنے کی غرض سے اپنے انگریز آباؤ اجداد کی پیروی میں گستاخِ رسول کو تحفظ دینا ہے۔

- فتنۂ قادیانیت کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کے متعلق اصل بات یہ نہیں کہ عوام الناس کو اس فتنہ کی بابت شناسائی دِلا کر ان کے زندیق ہونے کو منتخب پارلیمنٹ کے ذریعے منوایا جائے۔ قادیانی توہینِ رسالت کے سبب زندیق ہو چکے ہیں، یہ شریعت کا ایک محکم و قطعی فیصلہ ہے، زندیق ہونے کی وجہ سے شریعت کا حکم ہے کہ ایسا آدمی مباح الدم اور واجب القتل ہے۔ اب یہاں ان کو قتل کرنا ہی قاضی، حاکم اور مسلم عوام کی اصل ذمہ داری ہے کہ ایسے لوگوں کے وجود سے صفحہ ہستی کو پاک کیا جائے۔ گو کہ منتخب پارلیمنٹ نے ان کے جرم کی سزا 'سزائے موت' رکھی ہے، لیکن کیا آج تک حکومتِ پاکستان نے اپنے اس قانون پر عمل درآمد کیا ہے؟ دیکھا جائے تو جنہوں نے شریعت کے اس حکم پر عمل کیا اُلٹا اُنہی کو تختہ دار پر لٹکایا گیا، غازی علم الدین سے لے کر عامر چیمہ شہیدؒ اور ممتاز قادری شہیدؒ تک تمام پاسبانِ حرمتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ان غاصب حکومتوں نے قتل کر کے عوام کے سامنے عبرت کا نشان بنانے کی ناکام کوشش کی۔ حتیٰ کہ اسی نظامِ پاکستان نے دشمنانِ رسول اور گستاخانِ رسول کو اپنی تحویل میں لے کر حفاظتی مقامات میں منتقل کیا۔ اس وقت بھی گستاخ آسیہ بی بی سمیت 'اسّی (۸۰) کے قریب گستاخ پاکستانی حکومت کی تحویل میں ہیں۔ اس سال کے شروع میں پاکستان کے اندر گستاخ بلاگرز کا مسئلہ اُٹھا تو ان کو مکمل حفاظتی انتظامات میں باہر کے ممالک بھیج دیا گیا کیونکہ یہ حکامِ وقت بخوبی جانتے ہیں کہ مسلم عوام کے دلوں میں ابھی انتقامِ حرمتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا مسئلہ نقش ہے۔
- افواجِ پاکستان، یہاں کے تمام خفیہ ادارے اور حکامِ وقت نے نام نہاد دہشت گردی کی روک تھام کے لیے "نیشنل ایکشن پلان" کے نام سے ایک قانون مرتب کیا۔ اس قانون پر عمل درآمد کرتے ہوئے ملک کے اندر موجود جہاد و قتال سے محبت کرنے والے عوام الناس کو نشانہ بنایا گیا، کچھ کو "سی ٹی ڈی" کے اہل کاروں نے فوج اور دیگر حساس اداروں کے کہنے پر بدترین تشدد کا نشانہ بنا کر جعلی مقابلوں میں قتل کیا، کچھ پر من گھڑت دہشت گردی کے مقدمات بنا کر انسدادِ دہشت گردی کی عدالت میں سالوں کی سزائیں سنائیں اور کچھ تا حال ملٹری انٹیلی جنس اور آئی ایس آئی کی جیلوں میں لاپتہ افراد کی حیثیت سے جبری تشدد کا نشانہ بنے ہوئے ہیں۔ مختصراً اس قانون پر عمل درآمد کے لیے ملک کی تمام مشینری حرکت میں ہے۔ دوسری جانب ۱۹۷۴ء میں فتنہ قادیانیت کے خلاف بنائے گئے قانون پر کتنا عمل درآمد ہوا؟ قیامِ پاکستان سے آج تک ختم نبوت کے منکرین کا بجائے قلع قمع کرنے کے اُن کو ہر طرح کا تحفظ دیا گیا۔ ممتاز قادری شہیدؒ کو پھانسی پوری قوم کے سامنے دی گئی۔ پاکستانی گورنمنٹ کے اس تعامل کو سہہ کر بھی پارلیمنٹ کے اس متفقہ فیصلہ کو امت کی حقیقی فتح سمجھنا کہاں کا انصاف ہے؟ پاکستانی حکومت کے دو جرائم 'علمائے کرام اور دین پسند عوام کا قتلِ عام اور منکرین ختم نبوت و شاتم رسول کو ہر طرح کا تحفظ فراہم کرنا' بالکل واضح کرتا ہے کہ اس غاصب حکومت نے بظاہر قادنیوں کو کافر قرار دے کر امت مسلمہ کے ساتھ دھوکہ و فریب کیا ہے۔ اس قانون کی اس سے زیادہ کوئی حیثیت نہیں جو انگریزوں نے برِّ صغیر پر براہِ راست تسلط کے وقت یہاں کے مذہبی معاملات پر کنٹرول کے لیے قانون سازیاں کی تھیں۔ حقیقتاً اس حکومت اور قادیانیوں کے درمیان ایک چیز مشترک ہے، وہ یہ کہ قادیانیوں نے امت مسلمہ کے متواتر اور محکم حکمِ جہاد کے متعلق شکوک و شبہات پیدا کر کے فریضۂ جہاد کو معطل کرنے کی بھرپور کوشش کی ہے جب کہ حکومتِ پاکستان نے عملاً جہاد و قتال کرنے والوں کا قتلِ عام کیا۔ دونوں کا مقصد انگریزی مغربی جمہوری نظام کو معاشرے میں مضبوط کرنا ہے۔

**علمائے کرام کا اپنی تقاریر و تحاریر میں بار بار مرزائیت کو کافر کہنے میں آئین و قانون کا حوالہ دینا درست ہے؟**

اس سوال کی بنیادی وجہ حالیہ ممبران پارلیمان کے حلف نامہ میں تبدیلی کے بعد میڈیا یعنی اخبارات اور سوشل پلیٹ فارم پر ختم نبوت کے موضوع پر گرما گرم بحثیں ہوئیں۔ معاشرے کے علمائے کرام اور مذہبی طبقات کی جانب سے اس بات پر شدید زور دیا گیا کہ پاکستان کے آئین و قانون میں ان کو کافر قرار دیا ہے لہٰذا حکومت کی جانب سے ایسی حرکات کرنا خود آئین شکنی کرنے کے مترادف ہے۔ قادیانیوں کے کفر پر شرعی نصوص کا حوالہ، علمائے امت کے فتاویٰ جات کا تذکرہ اور ان کے تاریخی جرائم پر تبصرہ بہت کم بلکہ نہ ہونے کے برابر دیکھنے کو ملا۔

ہماری اسلامی تاریخ کے مطالعہ سے واضح ہوتا ہے کہ حرمتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مسئلہ پر ہر شے قربان کی گئی۔ مسیلمہ کذاب کے خلاف جہاد سے واپسی پر حضرت عبد اللہ بن عمرؓ جب مدینہ واپس لوٹے تو ان کے والد حضرت عمر بن خطابؓ نے ناراضی کا اظہار فرماتے اپنے ان بیٹے کو کہا کہ " تمہارے چچا زید بن خطابؓ شہید ہوگئے، تم کیوں شہید نہیں ہوئے؟ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ نے جواب دیتے فرمایا کہ " ابا جان! میں نے اور چچا دونوں نے شہادت کی دعا کی تھی، میرے چچا مستجاب الدعوات نکلے اور وہ شہید ہوگئے"۔

حب الدنیا و کراہیت الموت کے نتیجہ میں مذہبی طبقات میں یہ بیماری عام ہوتی چلی جارہی ہے کہ کسی بھی دینی معاملہ میں سب سے پہلے اپنی ذات اور جماعتوں کے بقا کے بارے سوچا جاتا ہے۔ اسی کے بارے میں مشاورت کی مجالس و محافل قائم کی جاتی ہیں۔ امت مسلمہ کی تمام صلاحیات 'جماعتی و شخصی بقا' وجود پر کھپادی جاتی ہیں۔ یہی وجہ بنی کہ آج حرمتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دینِ متین کی تضحیک و توہین سرِ بازار ہو رہی ہے، لیکن ہمیں فکر ہے تو یہی کہ بس میری جماعت، میرا مدرسہ باقی رہے گا تو ہی دین کی بقا ہے۔ صحابہ کرامؓ کی سیرت تو یہ سکھلاتی ہے کہ دین کی بقا مسجد و مدرسہ پر منحصر نہیں، دین کی بقا تو خود دین پر عمل کرنے اور اس کو باقی رکھنے میں ہے۔ اسی لیے تو غزوات کی روانگی کے وقت کبھی ابو بکرؓ چلے جاتے، کبھی عمرؓ چلے جاتے، کبھی نبی علیہ الرحمۃ خود بنفسِ نفیس چلے جاتے اور کبھی پورا مدینہ ہی ان ہستیوں کے وجود سے خالی ہو جاتا۔ آج اپنے اور جماعتی وجود کو باقی رکھتے رکھتے نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ حرمتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر معذرت خواہانہ لہجہ اپنایا جاتا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون!

فتنۂ قادیانیت کی روک تھام پر آئین و قانون کا حوالہ دینا مذہبی جماعتوں کی جانب سے سیاسی جملہ بازی اور معذرت خوانہ لہجہ کی عکاسی ہے۔ اپنے سیاسی وجود کو دوام دینے اور عوام میں سیاسی مقبولیت کی غرض سے اس کا حوالہ دیا جاتا ہے، وگرنہ شرعی و واقعاتی تناظر میں دیکھا جائے تو ایسے حوالہ جات سے دورِ جدید کے مدعیانِ نبوت کو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اس لیے ہمیں خود ساختہ سیاست کو چھوڑ کر مسئلہ ختم نبوت کے اصل حل کی جانب امت مسلمہ کی رہ نمائی کرنا ہوگی۔ پچھلی ایک صدی سے فتنۂ قادیانیت دلائل کی دنیا میں زیر ہو چکا، البتہ اپنے نظریاتی تسلط کے حوالے سے یہ فتنہ پچھلی دہائیوں کی نسبت کہیں زیادہ مضبوط ہو چکا ہے۔ ان کی افرادی قوت دن بدن بڑھتی جارہی ہے، ان کا موجودہ نظام میں اثر و رسوخ مضبوط تر ہے کیونکہ موجودہ جاہلی و مغربی نظام کے استحکام کے لیے یہود و نصاریٰ کا روافض کی طرح یہ ایک بہترین ٹول [ہتھیار] ہے۔

**علمائے کرام کا اپنی تقاریر و تحاریر میں بار بار مرزائیوں کو کافر کہنے میں آئین و قانون کا حوالہ دینا موجودہ غالب جاہلی جمہوری نظام کو مضبوط کرنے کے مترادف ہوگا یا نہیں؟**

یہ سوال انتہائی اہم ہے۔ دیکھیں یہ بات تمام مذہبی طبقات میں مسلمہ ہے کہ مسلمانوں کی کوئی بھی جماعت معاشرے میں دینی اقدار کو زندہ رکھنے کی غرض سے امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا فریضہ انجام دیں یا غلبہ دین کے لیے جہاد و قتال کا راستہ اپنائیں، اس میں شرعاً دو باتوں یعنی " وہ کام شرعی اصول و ضوابط کے مطابق ہو اور اخلاص کے ساتھ ہو" کا خیال رکھنا لازمی ہے۔ ان دونوں میں سے کوئی ایک چیز بھی مفقود ہوگئی تو مسلمان کی تمام محنت ضائع ہو جائے گی۔ مسلمانوں کے مغلوبیت اور محکومیت کے اس زمانہ میں ایک تیسری چیز کا خیال بھی لازمی ہے، وہ یہ کہ اپنی تحریک اور دینی محنت کے ثمرات کو پانے اور نتائج کی حفاظت کو مدنظر رکھتے ہوئے کڑی نظر رکھنی ہوگی کہ کیا ہماری اس محنت و جدوجہد کا فائدہ امت مسلمہ کو ہو رہا ہے یا غالب و غاصب کفریہ طاقتوں کو؟ کیونکہ امریکہ اور اس کے حواری و سرپرست یہود نے باقاعدہ ادارے تشکیل دے رکھے ہیں، جو ہمہ وقت یہ سوچ و بچار کرتے ہیں کس طرح اسلام کی حقانیت اور افادیت کو غیر مؤثر کیا جائے اور مسلمانوں کو " امریکی اسلام" سے متعارف کروایا جائے۔

ان اداروں میں سرفہرست " رینڈ کارپوریشن" نامی ایک ادارہ ہے۔ اس ادارے کی طرف سے ایک رپورٹ شائع کی گئی جس کا عنوان " مسلمانوں کی گروہ بندی" تھا۔ اس رپورٹ کا مقصد ہی مسلم جماعتوں اور تحریکوں کی معاشرے میں دین کو زندہ رکھنے کی غرض سے کی جانے والی محنتوں کو بے نتیجہ کرنا اور مسلمانوں کو دین کے اُن کاموں میں الجھائے رکھنا ہے، جن سے اُن کے نظامِ حکومت کو کوئی فرق نہیں پڑتا ہو۔ اسی وجہ سے مسلمانوں کے مقامی حکومتوں کی یہ کوشش رہتی ہے کہ دین کے تمام معاملات حکومت کی سرپرستی میں انجام دیے جائیں تاکہ مسلم جماعتوں کی دعوت کے نتیجہ میں جو افرادِ کار تیار ہوں، ان پر نگرانی کی جاسکے اور اُن دعوتی و عسکری ثمرات کو بے نتیجہ کیا جاسکے جو جاہلی جمہوری نظام کی بالادستی کو کسی قسم کا نقصان پہنچانے کا سبب بن سکیں۔ لہٰذا یہ امر پیش نظر رکھنا کہ ہماری دینی محنت و جدوجہد کا فائدہ امت مسلمہ کو ہو رہا ہے یا کفریہ طاقتوں کو 'نہایت ضروری ہے! اس کی بہت سی مثالیں مسلم معاشرے میں ملتی ہیں۔

رینڈ کارپوریشن کی اسی رپورٹ میں مسلمانوں کے ایک گروہ کا تذکرہ ہے کہ مسلم معاشرہ میں ان کے مذہبی پیشوا علمائے کرام اور منبر و محراب کے خطبا کا گروہ ہے جو اسلام کے " فروعی فقہی مسائل" میں پھنسا ہوا ہے۔ یہ مذہبی طبقہ آپس کے اختلافی مسائل میں الجھا ہوا ہے۔ انہوں نے موجودہ غالب و غاصب جمہوری نظام کے علم برداروں کو کہا کہ

انہیں مزید انہی مسائل میں الجھائے رکھیں اور اس طبقہ کو اُن لوگوں سے دور رکھیں جو دین کے اجتماعی نفاذ یا حکومتی سطح پر دین کے عملی نفاذ کے خواہاں ہیں۔

کیا واقعاتی دنیا میں ایسا نہیں ہے کہ معاشرے میں مذہبی مناظر علمائے کرام ان فقہی فروعی مسائل میں اتنا اُلجھ گئے کہ اسی کو دین کی حقیقی دعوت اور مشن بنا لیا گیا۔ نتیجتاً جو نفرت و بغض کفار کے لیے رَوا تھا، وہ نفرتیں اور عداوتیں آپس میں جنم لینے لگیں۔ اس کا نتیجہ دینی مدارس میں بقول حضرت شاہ اسماعیل شہیدؒ ''جہاد کو مستحبات سے بھی نچلا درجہ دیا جاتا ہے'' کی صورت میں نکلا۔ لہٰذا اختلافی مسائل میں مدارس اور منبر و محراب کا دعوتی منصوبہ موجودہ کفر و اسلام کی کشمکش میں امتِ مسلمہ کا نقصان اور کفریہ قوتوں کو فائدہ دے گیا۔

مسلم معاشرے میں علمائے کرام کے ایک طبقہ نے اسلامی بنک کاری کا باقاعدہ آغاز کیا تاکہ دورِ جدید کے سودی نظامِ بنک کاری کی وجہ سے اسلام کے محکم و قطعی حرام سود کی لعنت میں سرتاپا پھنسے ہوئے مسلمانوں کو نجات دِلائی جاسکے۔ جب اسلامی بنک کاری کو عملی طور پر معاشرہ میں رائج کیا گیا تو تین سوالات پیدا ہوئے کہ اسلامی بنک کاری کا شرعی و فقہی حکم کیا ہے؟ ٹیکنیکل زاویہ سے بینکنگ کی زبان و اصطلاح میں اسلامی بنک کاری کا نظام واقعی دیگر بینکوں سے سے الگ و جدا ہے؟ اسلامی بنک کاری کے عملی وجود کے بعد اس کا فائدہ امت مسلمہ کے فائدے میں ہے یا کفار کے اقتصادی نظام کے ستون 'نظامِ بنک کاری' ہی کو اس کا فائدہ پہنچ رہا ہے؟ مؤخر الذکر سوال کا مختصر ترین جواب یہی ہے کہ علمائے کرام کی یہ سوچ بہت اچھی تھی لیکن اس کو عملی جامہ پہنانے کے لیے جو طریقہ کار اختیار کیا گیا اس سے دجالی بنک کاری ہی کو فائدہ پہنچا ہے۔ کیونکہ ہمارے اسلام میں تو بنک کا نظریہ سرے سے نہیں ہے۔ بنک کے وجود کا فلسفہ مستقبل کی منصوبہ بندی کرتے ہوئے پیسوں کو جمع کرنا، پھر اس کو محفوظ رکھنا ہے۔ حالانکہ اسلامی اقتصادی نظام کا ایسا نظریہ بالکل نہیں ہے۔ علمائے کرام نے تو اپنی جانب سے ایک اچھی سعی و کوشش کی لیکن اس سعی کا عملی فائدہ سودی بنک کاری ہی کو ہوا کہ لوگوں کے سامنے اُن کے اس نظریہ کی توثیق ہوگئی۔

پاکستان میں کچھ جہادی تنظیمات جہاد و قتال کی عبادت حکومتی اسٹیبلشمنٹ کی سرپرستی میں بھی کرتی ہیں، جہادِ کشمیر اور سابقہ جہادِ افغانستان میں کثرت سے ایسی تنظیمیں موجود رہیں۔ اگر ان جہادی جماعتوں کے داخلی معاملات کو دیکھا جائے تو شرعی اصول و ضوابط کا خیال حتی الامکان رکھا جاتا ہے، ان کے کارکنان کے اخلاص کو دیکھا جائے تو اس میں کسی قسم کا شبہ نہیں کیا جاسکتا۔ لیکن حکومتی حساس اداروں کی سرپرستی کی وجہ سے یہ جماعتیں اپنے ساتھیوں کے جانب سے دی گئی قربانیوں کے ثمرات سے محروم ہو جاتی ہیں۔

اس مختصر سی تفصیل کو پیشِ نظر رکھ کر دیکھا جائے تو ''علمائے کرام کا اپنی تقاریر و تحاریر میں بار بار مرزائیت کو کفر کہنے میں آئین و قانون کا حوالہ'' دینے سے بالآخر نظامِ جمہوریت ہی کو تقویت ملتی ہے۔ اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ پاکستان 'انگریزی کفریہ سلطنت کا ایک تسلسل ہونے کی وجہ سے غیر اسلامی سلطنت ہے، یہاں کے ایوانوں میں قرآن و سنت سے متصادم قوانین وضع کیے جاتے ہیں، یہاں کی عدالتوں کا نظام برطانوی عدالتوں کے کفری نظام سے ماخوذ ہے۔ اس سب کے باوجود پاکستان کو اسلامی سلطنت باور کروایا جاتا ہے۔

جب اسلامی ہونے کی دلائل اور کارنامے بتلائے جاتے ہیں تو دو باتوں پر خاص زور دیا جاتا کہ ''پاکستان کے قراردادِ مقاصد اسلامی ہیں دوسرا یہ کہ پاکستان کی پارلیمنٹ نے متفقہ طور پر قادیانیوں کو کافر قرار دیا ہے''۔ حالانکہ پاکستانی حکومت ان دو چیزوں کا لبادہ اوڑھ کر داعیانِ دین پر قیامت خیز مظالم ڈھا چکی ہے۔ انہوں نے اجتماعی فقہی احکامات کو پسِ پشت ڈال کر ارسطو کے نظریہ ریاست کو اپنا کر قطعی کفریہ افعال کا ارتکاب کیا۔ عوام الناس کی نگاہوں سے اپنے کفری افعال اور جرائم کو اوجھل رکھنے کے لیے قراردادِ مقاصد اور قادیانیوں کے حوالے سے پارلیمنٹ کے اس فیصلہ کو آڑ بنا لیا جاتا ہے۔ جب بھی ہمارے مذہبی طبقات کی جانب سے بھی مرزائیت کے کفر پر آئین و قانون کا حوالہ دیا جائے تو مزید حکومت کے مظالم اور جرائم پر پردہ ڈلتا چلا جاتا ہے۔ عوام کو یقین ہونے لگتا ہے کہ حکومت اپنے مکروہ کارناموں میں سچی ہے۔ یہی وجہ ہے جب وقت کی جابر و غاصب حکومت کے افعال کو علمائے سو کے فتوؤں کا سہارا ملنے لگے تو حق کو سمجھنا اور اہلِ حق علمائے کرام تک رسائی 'سادہ لوح عوام کے لیے مشکل ترین ہو جاتی ہے۔ پچھلی سطور میں واضح ہو چکا کہ مسئلہ ختم نبوت کو پارلیمنٹ لے جانے کی تاریخی و شرعی حیثیت کیا ہے؟ پاکستان کے آئین کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ اس تلخ حقیقت کو بھی سمجھنا لازمی ہے۔

چند سال پہلے کی بات ہے کہ پاکستان کے آئین پر بحثیں ہو رہی تھیں کہ پاکستان کا آئین اسلامی ہے یا غیر اسلامی؟ میڈیا کے تمام ذرائع ابلاغ اس کے اسلامی ہونے پر بھرپور زور دے رہے تھے۔ دوسری جانب مذہبی طبقات میں بھی اس کے متعلق گرم گرم بحثیں ہونے لگیں، بہت سے علمائے کرام نے بھی اس کے اسلامی ہونے پر دلائل دینا شروع کیے، سب سے بڑی دلیل یہی بتلائی گئی کہ چونکہ قراردادِ مقاصد کا دیباچہ امت کے علمائے حق نے مرتب کیا ہے، اس لیے اس کے اسلامی دستور و آئین ہونے میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے۔ عوامی حلقوں میں یہ دلیل مضبوط مانی گئی کہ دستور میں یہ بات لکھی ہوئی کہ ''حاکمیتِ اعلیٰ اللہ تعالیٰ کو حاصل ہے اور قرآن و سنت کے خلاف کوئی قانون سازی نہیں ہوگی''۔

یہ بحثیں چل رہی تھیں کہ اسی دوران دارالعلوم دیوبند کے سابق مہتمم حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحبؒ کے شاگردِ رشید بزرگ پاکستانی عالمِ دین کے پاس کچھ علمائے کرام ملاقات وزیارت کے لیے تشریف لے گئے۔ اس مبارک مجلس میں پاکستان کے آئین اور دستور پر گفتگو ہونا شروع ہوئی تو ایک عالمِ دین نے کہا کہ ہمارا آئین اسلامی ہے۔ قاری محمد طیب صاحبؒ کے ہونہار شاگرد فوراً متوجہ ہوئے، فرمانے لگے کہ ”آپ کو کس نے کہا کہ پاکستان کا آئین اسلامی ہے؟“ پھر حضرت فرمانے لگے کہ

> ”جس وقت حکام کی طرف سے پاکستان کے آئین کو ترتیب دے کر دستخط کے لیے علمائے کرام کی خدمت میں بھیجا گیا تو اس وقت مَیں بھی موجود تھا۔ صورتِ حال یہ بن گئی کہ علمائے کرام نے اس آئین کا مطالعہ کیا تو معلوم پڑا کہ یہ تو خالصتاً کفر ہے، اگر ہم نے اس پر دستخط کر دیے تو ہمارا ایمان چلا جائے گا، ہمارے نکاح ٹوٹ جائیں گے۔ پھر علمائے کرام نے خوب غور و فکر کے بعد ایک ملغوبہ سا بنا کر حکومتِ پاکستان کو دیا، جس میں بس یہ خیال رکھا گیا کہ کسی طرح اپنے ایمان کی حفاظت کیا جائے“۔

لہٰذا پاکستانی دستور و آئین کو اسلامی سمجھنا درست نہیں ہے۔ عوامی حلقوں کی دلیل کہ دستور میں یہ بات لکھی ہوئی کہ ”حاکمیتِ اعلیٰ اللہ تعالیٰ کو حاصل ہے اور قرآن و سنت کے خلاف کوئی قانون سازی نہیں ہو گی“ کا تاریخی جواب مختصر یہ ہے کہ دستور میں یہ عبارت لکھ کر پاکستان کے عوام کے ساتھ دھوکہ کیا گیا، تقسیم ہند میں ہونے والی عظیم قربانی کے ساتھ سنگین غداری کی گئی، قیامِ پاکستان کے حق میں علما کی طرف سے جاری کیے گئے فتاویٰ جات اور ان کی عملی جدوجہد پارلیمنٹ کی ردی کی ٹوکری میں ڈال دی گئی۔ شرعی جواب یہ ہے کہ کسی بھی مسلمان میں ایمان کی تمام باتیں موجود ہوں، لیکن ایک فی صد بھی کفرِ قطعی ہو تو علمائے کرام کی متفقہ رائے کے مطابق وہ شخص دائرہ اسلام سے نکل دائرہ کفر میں چلا جاتا ہے۔ ایک شخص کہے کہ مَیں اسلام کی تمام باتوں پر ایمان لاتا ہوں لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی تسلیم نہیں کرتا تو یقیناً یہ آدمی ختمِ نبوت کا منکر ہونے کی بنا پر دائرہ اسلام سے خارج ہو جائے گا۔ اسی طرح پاکستان کے دستور و آئین میں یہ عبارت لکھ کر اسلام کی تمام باتوں پر اجمالی ایمان لانے کا اعتراف تو ہے مگر ایک کفرِ قطعی نہیں، بلکہ درجنوں کفریہ اقوال و افعال یعنی کفر بواح ان سے سرزد ہونے کی بنا پر حکومت و افواج دائرہ اسلام سے نکل چکے ہیں۔ ان کے کفریات کی صرف دو مثالیں ذہن نشین رکھیں۔

**اولاً:** قیامِ پاکستان سے آج تک قدرت کے باوجود اس سرزمین پر شریعت کا نفاذ نہیں کیا گیا۔ یہاں تو نئے کاغذ پر جدید پُر فریب تعبیرات کے ساتھ پرانے انگریزی نظامِ حکومت کے تسلسل کو باقی رکھا گیا۔ پاکستان کے غیر اسلامی سلطنت ہونے میں کسی کو کوئی شبہ نہیں، وہ الگ بات ہے کہ حکومتی جبر کے نتیجہ میں اپنی جان اور جماعتی مفادات کے حصول کی خاطر کچھ مذہبی و غیر مذہبی لوگ پاکستان کو اسلامی ریاست باور کرواتے ہیں۔ جبر و ظلم کے شکار مجبور ایسے شخص کے موقف کو تسلیم کرنا شاید جہالت سے کم نہ ہو گا۔

**ثانیاً:** دنیا میں امریکہ اور اہلِ اسلام کے مابین ہونے والے کفر و اسلام کے عین معرکہ کے وقت یہ حکومت 'کفار کی صفوں کا حصہ بنی، اس حکومت نے امریکی ایما پر مجاہدین کا قتل عام اس نیت سے کیا کہ وہ ان کے جبری مسلط کیے ہوئے جمہوری نظام کے مدمقابل حقیقی اسلامی شرعی نظام کے خواہاں ہیں۔ علمائے کرام کی کتب کی طرف مراجعت کی جائے تو یہ اصول معلوم ہوتا ہے، اگر کوئی شخص کسی مؤمن کو مؤمن سمجھ کر قتل کرتا ہے تو اس کا ایمان جاتا رہا۔

واقعاتی جواب یہ ہے کہ پاکستان کا دستور اپنی مذکورہ عبارت کی وجہ سے اسلامی ہے تو اس پر عمل درآمد کتنا ہوا؟ اس کی مثال یہ ہے کہ ایک یہودی یا نصرانی کے متعلق یہ کہا جائے کہ یہ مسلمان ہے کیونکہ اس کے گھر میں قرآنِ پاک ہے۔ اہلِ ایمان میں سے کوئی بھی اِس شخص کے مسلمان ہونے کو تسلیم نہیں کرے گا۔ آئینِ پاکستان کے اسلامی ہونے کی حقیقت بھی یہی ہے کہ آئین و دستورِ پاکستان اسلامی ہے کیونکہ اس کی پارلیمنٹ میں ایک ایسی کتاب موجود ہے، جس میں لکھا ہے کہ حاکمیتِ اعلیٰ اللہ تعالیٰ کو حاصل ہے اور قرآن و سنت کے خلاف کوئی قانون سازی نہیں ہو گی۔ یعنی کفرِ بواح کی مرتکب حکومت کے آئین کو فقط دستور میں لکھی گئی اس عبارت کی بنیاد پر اسلامی کہنا' مثال میں ذکر کیے گئے یہودی و نصرانی کو مسلمان کہنے کے مترادف ہو گا۔

☆☆☆☆☆

> ”میرے بھائیو! ایک مرتبہ پھر جان لیجیے، ہم سب اگر انصارِ جہاد ہیں تو ہمیں پہلے اللہ کی طرف دعوت دینے والا بننا ہو گا۔ پس جہاد جو کہ اسلام کی چوٹی کی کوہان ہے اس کا سب سے بڑا مقصد اللہ کی طرف دعوت دینا ہے۔ یہی تو اس کی وہ بنیادی غایت ہے جس کی طرف پلٹ آنے سے جہاد کا آغاز ہوتا ہے۔ اور صحابہ کرام کا تو جہاد کے بارے میں یہی فہم تھا“۔
>
> الشیخ عطیۃ اللہ اللیبی رحمہ اللہ

قسط پنجم

صدیق کے لیے ہے خدا کا رسول بس

# ابو بکر الصدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)...سیاسی و عسکری قائد کی حیثیت سے

لقد قمنا بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مقاماًکدنانھلک فیہ لولا ان اللہ من علینابابی بکر[فقیہ الامة عبداللہ ابن مسعودرضی اللہ عنہ]

قاری ابو عمارہ

جنوبی عرب میں بنی تمیم کے قبائل آباد تھے جو بنی عامر کی آبادیوں سے لے کر شرق میں خلیج فارس تک پھیلتے چلے گئے تھے اور جنوب مشرق میں ان کی آبادیاں دریائے فرات کے دہانے تک جا پہنچی تھیں۔ ان قبائل میں اکثر لوگ قبر پرست تھے اور کچھ عیسائی بھی تھے لیکن سیاسی طور پر ان پر ایرانی حکومت کا اثر زیادہ تھا۔ ان آبادیوں میں اگرچہ مسلمان بھی تھے لیکن یہ بہت کم تھے۔ یہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوتِ اسلام پہنچی تو ضرور تھی مگر ان کے دور ہونے کی وجہ سے ان قبائل پر اسلام کا اثر بہت کم تھا۔ پھر یہ قبائل عرب میں ایک ممتاز مقام رکھتے تھے اس لیے ان کو اپنی آزادی بھی عزیز تھی لہٰذا یہ کسی طرح اسلام کے اثر میں آنے کے لیے تیار نہ ہوئے سوائے چند لوگوں کے ان میں سے کوئی بھی مسلمان نہ ہوا۔ ان قبائل میں سجاح کے آنے کے بعد زیادہ جوش پیدا ہوا۔ سجاح کی آمد سے قبل یہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی خبر پہنچ چکی تھی اور عاملینِ زکوٰۃ تین حصوں میں بٹ گئے تھے، ایک وہ تھے جو کھلم کھلا زکوٰۃ کی ادائیگی سے انکاری تھے، ان میں مالک بن نویرہ اہم تھا۔ دوسرے وہ تھے جو متردد تھے، جیسے زبرقان بن بدر اور تیسرے وہ تھے جو زکوٰۃ مدینہ بھیج رہے تھے جیسے صفوان بن صفوان۔ ابھی ان میں یہ اختلاف برپا ہو ہی رہا تھا کہ سجاح اپنے لشکر کے ساتھ آ پہنچی۔ اس نے مالک بن نویرہ کے ساتھ اتحاد بنایا اور ان قبائل میں موجود مسلمانوں کو قتل کر دیا۔ اس دوران میں کچھ واقعات ایسے پیش آئے کہ سجاح واپس چلی گئی اور یہ قبائل پھر اسی پوزیشن پر واپس ہو گئے جو اس کی آمد سے قبل تھی لیکن اس مرتبہ صفوان بن صفوان اور زبرقان بن بدر نے اپنی زکوٰۃ مدینہ بھیج کر وفاداری کا اظہار کر دیا، اب صرف مالک بن نویرہ باقی رہ گیا۔ سیدنا خالد رضی اللہ عنہ' بزاخہ میں فروکش تھے کہ ان کو سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کا حکم نامہ ملا کہ وہ مالک بن نویرہ سے نمٹیں۔ یہ حکم یا تو براہ راست سیدنا خالد رضی اللہ عنہ کو آیا تھا یا پھر یہ مدینہ سے کوچ سے پہلے ہی طے پا چکا تھا کیونکہ جب انصار کو بطاح کی جانب کوچ کا حکم ملا تو انہوں نے کوچ سے انکار کر دیا۔ ان کا کہنا یہ تھا کہ ہمیں بنی تمیم کی جانب جانے کا حکم نہیں ملا تھا۔ کچھ بحث کے بعد سیدنا خالد رضی اللہ عنہ نے ان کو چھوڑ کر کوچ کیا بعد میں انصار کو ندامت ہوئی اور وہ بھی سیدنا خالد رضی اللہ عنہ سے آ ملے۔ اب یہ تمام لشکر بطاح میں اکٹھا تھا۔ یہاں کیونکہ کوئی باقاعدہ فوج نہیں تھی اس لیے سیدنا خالد رضی اللہ عنہ نے چھاپہ مار دستے مختلف اطراف میں بھیجے جو مختلف آبادیوں کے پاس اذان دیتے تھے اور جواب میں اذان کی آواز آنے پر آگے بڑھ جاتے تھے اور جہاں سے اذان کی آواز نہ آتی تھی وہاں لوگوں کو گرفتار کرتے تھے۔ ایسی ہی ایک ٹولی مالک بن نویرہ کو بھی گرفتار کر لائی اس کے ساتھ اس کی بیوی اور دیگر لوگ بھی تھے۔ یہ لوگ مالک کی بیوی کو چھوڑ کر سب ہی قتل کر دیے گئے۔ اس سے مدینہ میں ایک ہیجان برپا ہوا جو کافی عرصے تک جاری رہا۔ بعض مورخین لکھتے ہیں کہ مالک نے اپنی قوم کو مسلمان ہو جانے کا مشورہ دیا تھا۔ لیکن اس کی کوئی تائید حاصل کرنا نہایت دشوار ہے جب کہ خود مالک بن نویرہ ارتداد کے جرم میں قتل کیا گیا تھا۔ واقعہ یہ پیش آیا کہ خالد رضی اللہ عنہ نے ان قیدیوں کے ساتھ مناظرہ کیا اس مناظرے میں مالک بن نویرہ کے سابقہ جرائم اور مسلمانوں کا قتل عام بھی زیر بحث آیا۔ جو لوگ ان کو گرفتار کر کے لائے تھے انہوں نے گواہی دی کہ ان لوگوں نے نہ صرف اذان دی بلکہ نماز بھی پڑھی لیکن زکوٰۃ کی ادائیگی کا اقرار نہیں کیا۔ جتنی بھی روایات اس موضوع پر موجود ہیں ان سب میں اقامت صلوٰۃ کا ذکر تو ہے لیکن ایتائے زکوٰۃ کا ذکر نہیں ہے۔ پھر دوران بحث مالک بن نویرہ' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے صاحبکم (تمہارے ساتھی) کی اصطلاح استعمال کرتا رہا۔ اس سے یہ شبہ یقین میں بدل گیا کہ مالک بن نویرہ نے ارتداد اختیار کر لیا ہے۔ لیکن ہم اس واقعے کو تجزیاتی انداز سے دیکھتے ہیں تاکہ معاملہ کھل کر سامنے آ سکے:

۱۔ مالک اپنے قبیلے کا سردار تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو عامل زکوٰۃ بنایا تھا۔

۲۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال پر مالک نے ادائیگی زکوٰۃ نہ صرف بند کر دی بلکہ جو لوگ زکوٰۃ ادا کر رہے تھے ان سے بھی لڑائی کی۔

۳۔ سجاح کی آمد کے موقع پر یہ جھٹ اس کا دستِ راست بن بیٹھا اور اس کی مدد سے اس نے نہ صرف اپنے بلکہ دیگر قبائل میں موجود مسلمانوں کو بھی قتل کیا۔

۴۔ سجاح واپس چلی گئی اور دیگر عاملینِ زکوٰۃ مدینہ حاضر ہو گئے تو بھی اس کو ہوش نہ آیا بلکہ یہ اپنے قبیلے میں چلا گیا جہاں سے اس کو خالد رضی اللہ عنہ کے لشکر نے گرفتار کیا۔

۵۔ تمام گواہ یہ کہتے ہیں کہ مالک بن نویرہ نے اذان کا جواب دیا اور نماز پڑھی مگر کوئی بھی یہ نہیں کہتا کہ اس نے زکوٰۃ کی ادائیگی کا بھی اقرار کیا۔

۶۔ خالد رضی اللہ عنہ سے مناظرے میں اس نے بار بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے صاحبکم (تمہارے سردار، ساتھی) کا لفظ استعمال کیا۔ اسی پر خالد رضی اللہ عنہ نے کہا کہ کیا تو ان کو اپنا سردار نہیں سمجھتا؟

۷۔ متمم بن نویرہ کی گواہی بھی یہی ہے کہ مالک مسلمان نہیں بلکہ مرتد مرا تھا وہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوا تو اس نے اپنے بھائی کا مرثیہ پڑھا اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اگر میں شاعر ہوتا تو اپنے بھائی (زید بن خطاب

رضی اللہ عنہ) کا ایسا ہی مرثیہ کہتا۔ متمم نے کہا: ''اے امیر المومنین دونوں برابر نہیں ہیں اگر میرا بھائی ویسے مرتا جیسے آپ کا بھائی شہید ہوا تھا تو میں اس کا مرثیہ کہتا ہی نہیں''۔ اس کا حاصل یہ ہے کہ اگر مالک مسلمان مرا ہوتا تو اس کا مرثیہ کہا ہی نہ جاتا لیکن کیونکہ وہ مرتد مرا تھا اس لیے اس کا مرثیہ کہا گیا تھا۔

مندرجہ بالا نکات پر نظر دوڑائیں اور سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کی جنگی مہم کا جائزہ لیں تو معلوم ہو گا کہ مالک نے ایک نہیں بلکہ کئی جرائم کیے تھے۔ اس نے ادائے زکوٰۃ سے انکار کیا، زکوٰۃ ادا کرنے والوں سے لڑائی کی، سجاح کا ساتھی بنا، مسلمانوں کو قتل کیا ان میں سے کون سا جرم ایسا تھا جو قابل معافی ہو سکتا تھا؟ اور سیدنا خالد رضی اللہ عنہ نے پہلی مرتبہ کسی جنگی قیدی کو قتل نہیں کیا تھا بلکہ بزاخہ میں بھی بہت سے لوگ ان الزامات کے تحت قتل کیے گئے تھے کہ وہ مسلمانوں کے قتل میں ملوث تھے۔

اصل یہ ہے کہ سیدنا خالد رضی اللہ عنہ کے خلاف سارے الزامات کی جڑ مالک کی بیوی سے نکاح ہے۔ حالانکہ بہت سی روایات واضح کرتی ہیں کہ خالد رضی اللہ عنہ نے اس عورت کو باندی کی حیثیت سے خریدا اور پھر چھوڑ دیا تاکہ وہ اپنی عدت کی مدت پوری کر لے اور اس کے بعد اس سے نکاح کر لیا۔ لیکن اگر ایسا نہ بھی کیا گیا ہو تو ایک باندی کی حیثیت سے ہی اس کو آزاد کر کے نکاح کر لینے میں کیا خرابی تھی؟ اصل معاملہ یہ ہے کہ اس واقعے کو افسانہ حسن و عشق بنا کر پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے اور بہت سی بے اصل روایات اس واقعے میں شامل کر کے اصل واقعہ کو دھندلا دیا گیا ہے۔ اس معاملے میں صرف طبری کی روایات کو دیکھ لیا جائے تو بہت حد تک مسئلہ صاف ہو جاتا ہے۔

اب مسلمانوں کو بہت سخت مقابلہ درپیش تھا۔ یہ یمامہ کا محاذ تھا جہاں مسیلمہ چالیس ہزار کا لشکر لیے پڑا تھا۔ اس کے مقابلے میں عکرمہ بن ابی جہل کو بھیجا گیا تھا اور امدادی لشکر کے طور پر شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ کو پیچھے روانہ کیا گیا تھا۔ عکرمہ رضی اللہ عنہ کو ہدیت یہ تھی کہ شرحبیل رضی اللہ عنہ کا انتظار کریں اور اکیلے جنگ شروع نہ کریں۔ مگر عکرمہ رضی اللہ عنہ نے یمامہ پہنچتے ہی حملہ کر دیا ان کا خیال تھا کہ وہ اسی طرح جنگ جیت لیں گے جیسے بزاخہ میں خالد رضی اللہ عنہ نے جیتی تھی، مگر یمامہ میں حالات مختلف تھے اور عکرمہ رضی اللہ عنہ کو پسپا ہونا پڑا۔ یہاں یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ مسیلمہ اور دیگر مرتدین یا باغیوں میں کچھ فرق تھا۔

ا۔ مسیلمہ کبھی مسلمان نہیں ہوا تھا بلکہ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے خط میں اپنی نبوت کا دعویٰ لکھ بھیجا تھا اور نصف عرب پر اپنے اقتدار کی دعویٰ بھی کیا تھا اس کے جواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو 'کذاب' کا لقب دیا تھا اور ایک مسلمان نہار الرجال بن عنفوہ کو اس کی جانب بھیجا تا کہ وہ بنی حنفیہ کے مسلمانوں کو ثابت قدم رکھنے کے لیے کام کرے مگر یہ شخص یمامہ جا کر مسیلمہ کذاب کے ساتھ شامل ہو گیا اور اس کی گواہی دینے لگا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسیلمہ کو اپنی نبوت میں شریک کر لیا ہے۔ اس سے ان علاقوں کے مسلمانوں پر اثر پڑا اور یہ لوگ مسیلمہ کے ساتھ مل گئے۔

۲۔ دیگر علاقوں کے قبائل کی نسبت مسیلمہ کے پاس ایک ہی قبیلے کے لوگوں کا مجمع تھا اور یہ سب مسیلمہ کو نبی نہ سمجھتے تھے۔ خود مسیلمہ کے موذن حجیر کی اذان میں واضح تھا ''میں گواہی دیتا ہوں کہ مسیلمہ نے نبی ہونے کا دعویٰ کیا ہے''۔ اور مسیلمہ اس پر کہتا تھا کہ ''حجیر کیا فصیح شخص ہے''، یعنی خود مسیلمہ اور اس کے پیروکار اس غلط فہمی کا شکار نہ تھے کہ وہ نبی ہے بلکہ یہ اپنے علاقوں کو حجاز کی بالادستی سے بچانے کے لیے قبائلی عصبیت کے تحت اکٹھے ہو جانے والوں کا لشکر بن گیا تھا۔

۳۔ مسیلمہ صرف جنگی لشکر نہیں رکھتا تھا بلکہ اس کے پاس سیاسی بصیرت بھی تھی جیسا کہ اس کا سجاح کو لڑے بغیر واپس چلے جانے کے لیے مجبور کر دینے سے واضح ہوتا ہے۔ یعنی وہ سیاسی چالوں کا بھی ماہر تھا۔

۴۔ وہ واحد شخص تھا جس نے اپنے گرد ایک ایسی جمعیت اکٹھی کر لی تھی جس سے سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ جیسے اولوالعزم شخص کو بھی فیصلہ کن اقدامات اٹھانے پڑے۔ چنانچہ یہ پہلی جنگ ہے جس میں ہمیں بڑی تعداد میں حفاظ قرآن اور اصحابِ بدر شامل نظر آتے ہیں حالانکہ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کی پالیسی یہ تھی کہ اصحاب بدر کو کسی حالت میں جنگ پر بھیجنے کو پسند نہیں کرتے تھے اور ان کی برکت کو مدینہ کے لیے ضروری خیال کرتے تھے۔ مگر یمامہ کے معرکے میں ان حضرات کو بھی میدان میں اتار دیا گیا، اس سے اس معرکے کی اہمیت واضح ہوتی ہے۔ اسی بنا پر بعض مورخین نے لکھا ہے کہ یمامہ کا معرکہ ایسا ہی تھا جیسا بدر کا۔

عکرمہ بن ابو جہل رضی اللہ عنہ کی پسپائی کا مسیلمہ کے لشکر میں نہایت حوصلہ افزا ردعمل آیا اور شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ جو امدادی لشکر لے کر عکرمہ رضی اللہ عنہ کے پیچھے تھے راستے میں ہی رک گئے۔ (ایک روایت میں ہے کہ انہوں نے بھی مسیلمہ پر حملہ کیا مگر انہیں بھی پسپا ہونا پڑا مگر دیگر روایات اس کا ساتھ نہیں دیتیں) سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کو جب عکرمہ رضی اللہ عنہ کی پسپائی کی خبر ملی تو آپ ان پر غضبناک ہوئے اور ان کو لکھا:

> ''تم مجھے اپنی شکل نہ دکھانا نہ میری شکل دیکھنا، تم واپس آکر لوگوں میں بد دلی پھیلاؤ گے اس لیے اب عمان اور مہرہ کی جانب جاؤ اور وہاں جا کر مرتدین سے لڑو اور عرفجہ اور حذیفہ (عمان اور مہرہ کے لیے لشکروں کے سرادروں کے نام ہیں) کی مدد کرو اس کے بعد مہاجر بن ابی امیہ کے ساتھ مل جاؤ اور یمن اور حضر موت میں اسلام کی تقویت کا باعث بنو''۔

اب آپ رضی اللہ عنہ نے سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ اپنے لشکر سمیت بطاح سے یمامہ منتقل ہو جائیں اور مسیلمہ سے لڑیں۔ اس کے ساتھ ہی مدینہ سے امدادی لشکر بھی بھیج دیے گئے جن میں (جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے) حفاظ اور اصحاب بدر کے دستے بھی شامل تھے۔ اس لشکر کے ساتھ سیدنا خالد رضی اللہ عنہ یمامہ پہنچے تو مسیلمہ کے ساتھ چالیس ہزار لوگوں کا لشکر پایا۔ یہ سب مسلمانوں کی پیش قدمی روکنے کے لیے اکٹھے ہو گئے تھے۔ اسی اثنا میں بنی حنفیہ کا ایک سردار مجاعۃ بن مرارۃ قید ہو کر آ گیا۔ یہ اپنے کسی رشتہ دار کا انتقام لینے کے لیے بنی تمیم کی جانب جا رہا تھا مگر راستے میں مسلمانوں کے ہاتھوں قید ہو گیا۔ یہ شخص مسیلمہ کا معتمد تھا اور اس سے بہت سی اہم معلومات بھی حاصل ہوئیں۔ اس کو خالد رضی اللہ عنہ نے اپنے خیمے میں اپنی بیوی کی نگرانی میں قید کر دیا تاکہ آئندہ چل کر اس سے فائدہ اٹھایا جا سکے۔ اسی روز دونوں لشکر آمنے سامنے آ گئے۔ مسیلمہ کا لشکر مقام عقرباء میں تھا اور اس کی تعداد اس سے قبل عرب میں کسی بھی بڑے لشکر سے زیادہ تھی۔ اس کے علاوہ پورے جنوبی عرب مکہ اور طائف سے لے کر حضرموت اور عدن تک اور ساتھ ہی ایرانی حکومت کی نظریں بھی اس جنگ کے نتائج پر لگی ہوئی تھیں۔ مسیلمہ کے لشکر کو اپنے نبی پر کامل ایمان تھا، اس پر حجاز کی مخالفت کا جذبہ مستزاد تھا جو ان کو آمادۂ پیکار کیے ہوئے تھا۔

مسلمان لشکر کی ہیئت بھی کم نہ تھی اس میں حفاظ قرآن، اصحابِ بدر اور عام مسلمان شامل تھے پھر ان کی قیادت خالد سیدنا رضی اللہ عنہ جیسے عظیم جرنیل کے ہاتھ میں تھی جو بلاشبہ اپنے وقت کے عظیم جنگی قائد تھے۔ یہ سب اللہ کے دین کی خاطر جہاد کا جذبہ لے کر آئے تھے اور اگرچہ ان کی تعداد دشمن کے مقابلے میں بہت کم تھی مگر وہ کسی طرح بھی پیچھے ہٹنے کو تیار نہ تھے۔ مگر ایک بحث بھی عین اسی دوران میں مسلمانوں میں چھڑ گئی وہ یہ تھی کہ مہاجرین انصار اور اہل بادیہ میں سے کون زیادہ شجاع ہے؟ اس بحث کا سیدنا خالد رضی اللہ عنہ نے یہ حل نکالا کہ ہر گروہ کو الگ الگ صف آرا کر دیا تاکہ وہ اپنی شجاعت کے جوہر دکھا سکیں۔ عین اس وقت جب یہ صف بندی ہو رہی تھی مسیلمہ کے بیٹے کے جوش دلانے پر بنی حنفیہ نے حملہ کر دیا اور مسلمان یہاں تک پسپا ہوئے کہ سیدنا خالد رضی اللہ عنہ کے خیمہ سے بھی پیچھے ہٹ گئے جہاں مجاعہ بن مرارۃ قید تھا۔ اس کو قید سے چھڑانے کی بجائے بنی حنفیہ کے لوگ لیلیٰ ام تمیم (خالد رضی اللہ عنہ کی زوجہ جو مجاعۃ کی نگرانی کر رہی تھیں) کو قتل کرنے کے درپے ہوئے مگر مجاعۃ نے ان کو امان دی، اس بھگدڑ میں کسی کو یاد نہ رہا کہ مجاعۃ کو قید سے آزاد کروائے اس کی بجائے وہ باہر نکل گئے۔ اِدھر مسلمانوں نے پسپا ہوتے ہوئے بھی مسیلمہ کے لشکر کو شدید نقصان پہنچایا اور سیکڑوں آدمی قتل کر ڈالے۔ ان مقتولین میں نہار الرجال بھی شامل تھا جو زید بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں قتل ہوا۔ اس قتل سے اس فتنے کے سب سے بڑے سرغنہ کا خاتمہ ہو گیا۔ اس اثنا میں مسلمان اپنی نئی صف بندی قائم کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ اب مہاجرین انصار اور اہل بادیہ کی الگ الگ صفیں قائم ہو گئیں۔ مگر اب مسلمانوں میں یہ احساس پیدا ہوا کہ ایک دوسرے کے مقابلے میں انہوں نے جو فخر کیا تھا اس کا نتیجہ اس پسپائی کی صورت میں دیکھنے کو ملا ہے چنانچہ انصار کے ایک سردار ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ نے پکار کر کہا:

> ”اے مسلمانو! تم نے نہایت بری مثال قائم کی اور اے اللہ میں اس اللہ سے بری ہوں جس کی عبادت بنی حنفیہ کرتے ہیں۔ اور مسلمانوں نے جس بات کا مظاہرہ کیا ہے میں اس سے بری ہوں“۔

اس کے بعد وہ بنی حنفیہ کے لشکر میں گھس گئے اور شہادت تک لڑتے رہے۔ انصار کے ایک اور سردار براء بن مالک رضی اللہ عنہ ‘جو شجاعت میں مانے ہوئے تھے ‘بنی حنفیہ کے سامنے ڈٹ گئے اور مسلمانوں کو بھی ڈٹ جانے کی ترغیب دی چنانچہ بہت سے مسلمان ان کے ساتھ شامل ہو گئے، اس سے بنی حنفیہ کے حملے کا زور ٹوٹ گیا۔ اسی دوران میں ایک مصیبت یہ بھی ہوئی کہ اچانک تیز ہوا چل پڑی اور اس سے مسلمانوں کے چہروں پر ریت اُڑ کر پڑنے لگی۔ یہ صورت حال دیکھ کر مسلمانوں نے زید بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے مشورہ کیا تو انہوں نے کہا:

> ”اللہ کی قسم میں کسی سے بات نہ کروں گا جب تک دشمن کو شکست نہ دے لوں یا خود قتل نہ کیا جاؤں۔ اے لوگو! آندھی سے بچاؤ کی خاطر اپنی نظریں نیچی کر لو اور ثابت قدم رہ کر لڑو“۔

یہ کہہ کر اپنے دستے سمیت دشمن کی صفوں میں گھس گئے اور شہادت تک لڑتے رہے اور اپنی بات کو سچا کر کھایا۔ ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ نے پکار کر کہا:

> اے اہل قرآن! اپنے افعال کے ذریعے قرآن کو عزت بخشو“۔

اس کے ساتھ ہی وہ بھی بنی حنفیہ پر ٹوٹ پڑے اور لڑتے ہوئے شہید ہو گئے۔ یہ اسلامی لشکر کے علم بردار بھی تھے۔ ان کی شہادت کے بعد ان کے غلام سالم نے عَلَم اٹھایا، ان سے کسی نے کہا کہ ”آپ ذرا پیچھے ہو جائیں ورنہ ایک حامل قرآن جاتا رہے گا“۔ انہوں نے کہا: ”مجھ سے برا حامل قرآن کون ہو گا اگر میں اس بات کا خدشہ کروں“۔ اور اپنی شہادت تک ڈٹ کر لڑتے رہے۔ غرض یہ کہ ایک بڑی تعداد میں لوگوں نے اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کر کے بنی حنفیہ کے حملے کو روک دیا۔

اسی دوران میں سیدنا خالد رضی اللہ عنہ اپنے دستوں کے ساتھ مسیلمہ کی جانب بڑھ رہے تھے اور آپ رضی اللہ عنہ دیکھ رہے تھے کہ مسیلمہ کے گرد اس کی حفاظت کرنے والوں کا ہجوم ہے اور وہ اس پر جانیں دے رہے ہیں۔ سیدنا خالد رضی اللہ عنہ نے اس کے گرد گھیر اڈالنے کی کوشش کی لیکن یہاں بنی حنفیہ کا دباؤ بہت زیادہ تھا۔ اس جگہ پر عالم یہ تھا کہ مسلمان کسی طرح اپنا دباؤ کم کرنے کے لیے تیار نہ تھے اور میدان سے سمٹ سمٹ کر اسی

جانب آرہے تھے جب کہ بنی حنفیہ کے لوگ اس مقام پر مسلمانوں کا بے جگری سے مقابلہ کر رہے تھے اور مسیلمہ کی حفاظت کی خاطر جانیں دے رہے تھے۔ خود مسیلمہ بھی لڑائی میں کودنے کے لیے تیار تھا مگر سیدنا خالد رضی اللہ عنہ کا رعب اور دبدبہ اس کو اس ارادے سے باز رکھے ہوئے تھا چنانچہ وہ اپنے قدم آگے بڑھاتا اور پھر پیچھے ہٹاتا۔ اب پوزیشن یہ ہوگئی کہ سیدنا خالد رضی اللہ عنہ نے مسیلمہ کو گھیرا ہوا تھا اور بنی حنفیہ نے ان کو گھیرے میں لے لیا تھا، جب کہ بنی حنفیہ کے حلقے کے باہر مسلمان بنی حنفیہ کے باہر رہ جانے والے لوگوں کو مارتے کاٹتے آگے بڑھ رہے تھے۔ اندرونی حلقے کی لڑائی میں بنی حنفیہ کے بے شمار لوگ قتل ہوئے۔ اس قتل عام سے بنی حنفیہ کے لوگ گھبرا گئے اور انہوں نے مسیلمہ سے پوچھا کہ ''آپ کے فتح و نصرت کے وعدے کیا ہوئے؟'' مگر اب مسیلمہ اتنا خوف زدہ ہو چکا تھا کہ وہ میدان میں نہ ٹھہر سکا اور بھاگ پڑا۔ جاتے جاتے اس نے کہا: ''اپنے حسب و نسب کی خاطر لڑتے رہو''۔ مگر اب اس کا لشکر شکست کھا چکا تھا۔ بنی حنفیہ کے ایک سردار محکم بن طفیل نے شکست خوردہ لشکر کو ایک باغ کی جانب نکالنا شروع کیا جو حدیقۃ الرحمٰن کہلاتا تھا۔ مسیلمہ بھی اسی باغ کی جانب بھاگا تھا، اب بنی حنفیہ کے لوگ جنگ کی بجائے فرار میں زیادہ مستعدی دکھا رہے تھے اور باغ میں پناہ لے رہے تھے جب کہ محکم بن طفیل ان کی حفاظت کر رہا تھا۔ مسلمان ان کا پیچھا کر رہے تھے چنانچہ ان کی مڈبھیڑ محکم کے لوگوں سے ہوئی اور محکم بن طفیل اپنے ساتھیوں سمیت مارا گیا، اب مسیلمہ کا سارا لشکر باغ میں محصور ہو گیا تھا۔ اس باغ میں داخل ہونے کا کوئی راستہ نہ پا کر براء بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا: ''اے مسلمانو! مجھے کسی تختے پر بٹھا کر باغ کی دیوار سے اندر پھینک دو''۔ مسلمان اس پر راضی نہ ہوئے مگر ان کے اصرار پر ان کو ایک تختے کے ذریعے باغ میں اتار دیا گیا اور انہوں نے باغ میں پہنچتے ہی لڑائی شروع کر دی۔ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے باغ میں داخلے میں پہل ضرور کی تھی مگر ان کے بعد بھی کئی لوگ اسی طریقے سے باغ میں داخل ہو گئے۔ براء بن مالک رضی اللہ عنہ نے باغ میں پہنچ کر دروازے کا رخ کیا اور اس کو کھول دیا۔ دروازہ کھلتے ہی مسلمان لشکر اندر داخل ہوا اور بنی حنفیہ کا قتلِ عام شروع ہو گیا۔ اسی ہنگامے میں مسیلمہ کذاب، وحشی بن حرب رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں مارا گیا۔ بنی حنفیہ اس باغ میں اس کثرت سے قتل ہوئے کہ اس باغ کا نام حدیقۃ الموت پڑ گیا۔ بنی حنفیہ نے شکست تسلیم کر لی اور سیدنا خالد رضی اللہ عنہ اپنے خیمے میں واپس آئے تاکہ مجاعۃ سے مسیلمہ کی شناخت کروائیں۔ مسیلمہ کی شناخت اور قتل کی تصدیق کے بعد اگرچہ بنی حنفیہ کا فتنہ ختم ہو چکا تھا مگر ابھی بہت سے لوگ باقی تھے جو مختلف قبائل میں روپوش ہو چکے تھے۔ اس کے علاوہ یمامہ کے مرکزی قلعے کا فتح ہونا ابھی باقی تھا۔ چنانچہ اس سلسلے میں مجاعۃ سے بات کی گئی تو اس نے اپنی قوم سے گفتگو کر کے جواب دینے کا وعدہ کیا۔ اسی دوران میں سیدنا خالد رضی اللہ عنہ نے یمامہ سے صرفِ نظر کر کے ارد گرد کی آبادیوں میں موجود مفرورین کو گرفتار کرنا شروع کیا اور فوج کے دستے روانہ کیے، چنانچہ اس طرح بہت سے باغی قید ہوئے اور کثیر مالِ غنیمت بھی ہاتھ آیا۔

ادھر مجاعۃ واپس آیا تو اس نے کہا: ''آپ اس پر مطمئن نہ ہو جائیں کہ آپ نے مسیلمہ کے لشکر پر قابو پا لیا ہے بلکہ ابھی ایک بڑی تعداد جنگ جوؤں کی قلعہ بند ہو کر بیٹھی ہے اور وہ مقابلہ کی پوری تیاری کر چکے ہیں''۔ حقیقت میں مجاعہ نے اپنی قوم کو بچانے کے لیے ایک چال چلی تھی اور قلعہ کی دیواروں پر مردوں کے ساتھ عورتوں کو بھی متعین کر دیا تھا تاکہ ان کی تعداد بہت زیادہ نظر آئے۔ ادھر مسلمان اگرچہ فتح حاصل کر چکے تھے مگر جنگ کی وجہ سے تھکے ہوئے تھے ان کو اتنی جلدی دوبارہ جنگ میں نہیں جھونکا جا سکتا تھا۔ چنانچہ مجاعہ کی یہ چال کامیاب ہوئی اور چوتھائی مال و اسباب کے عوض وہ بنی حنفیہ کی بقیہ آبادی کے لیے امن حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ بعد میں جب حقیقت کھلی تو خالد رضی اللہ عنہ نے اس سے باز پرس کی مگر اس نے کہا: ''میری قوم جنگ سے تباہ ہو چکی تھی اور اس کو بچانا میرا فرض تھا اس لیے میں نے یہ تدبیر اختیار کی''۔ بہر حال اب بنی حنفیہ کو امان دی جا چکی تھی اور ان کی جاب سے کسی سرکشی کا امکان بھی ختم ہو چکا تھا، اس لیے خالد رضی اللہ عنہ نے فوج کو آرام کا حکم دیا۔ سیدنا خالد رضی اللہ عنہ کی حروب ارتداد میں یہ آخری جنگ تھی، اس کے بعد ان کا کردار فارس سے جنگوں میں دکھائی دیتا ہے۔ وہ یمامہ میں ہی مقیم رہے۔

بحرین میں ربیعہ کے قبائل باغی ہو چکے تھے اور مثنیٰ بن حارثہ رضی اللہ عنہ اور علاء بن الحضرمی رضی اللہ عنہ مدافعت کر رہے تھے مگر مسلمانوں کی توجہ بزاخہ اور پھر یمامہ کی جانب ہونے کی وجہ سے ابھی ان علاقوں میں کاروائی مدافعت سے آگے نہ بڑھی تھی۔ بحرین ایرانی اثر کا علاقہ تھا جو ایک تنگ سی پٹی کی صورت میں سمندر کے ساتھ ساتھ خلیج فارس سے قطیف عمان تک جزیرہ نما عرب کے متوازی پھیلا ہوا ہے۔ ان علاقوں کے باشندے اگرچہ زیادہ تر عرب ہی تھے مگر دوسرے علاقوں سے بھی لوگ آکر یہاں آباد ہو گئے تھے جیسے ہندوستان اور فارس 'یہ لوگ 'ابنا' کہلاتے تھے۔ یہاں کا بادشاہ منذر بن ساویٰ تھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خط اور اسلام کی دعوت کے نتیجے میں مسلمان ہو گیا تھا۔ اس کو بدستور اس علاقے کا عامل رکھا گیا اور اسلامی تعلیمات سے مقامی لوگوں کو روشناس کرانے کے لیے جارود بن معلی رضی اللہ عنہ کو بھیجا گیا مگر مقامی قبائل کی جو عصبیت پورے عرب میں کارفرما تھی وہی صورت حال یہاں بھی تھی۔ مزید یہ کہ ایرانی حکومت کے قریب ہونے کی وجہ سے یہاں ایرانی اثر بہت زیادہ تھا۔ چنانچہ منذر کے انتقال کے بعد جب حکومت اس کے بیٹوں کے ہاتھ آئی تو وہ بھی اسلام پر ثابت قدم رہے مگر یہاں کے ایک سردار حطم بن ذبیعہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کی خبر سن کر مقامی قبائل کو بھڑکایا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایلچی علاء بن الحضرمی رضی اللہ

عنہ کو بحرین چھوڑنا پڑا۔ اگرچہ جارود کی کوشش سے بنی عبد القیس اسلام پر قائم رہے مگر حطم نے ان کا جواثی کے مقام پر محاصرہ کر لیا۔ یہ محاصرہ کئی ماہ قائم رہا مگر حطم کے دباؤ اور ترغیب کا کوئی اثر نہ ہوا، بنی عبد القیس اپنے اسلام پر قائم رہے۔ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے علاء بن الحضرمی رضی اللہ عنہ جو بحرین سے مدینہ آچکے تھے کو ایک لشکر کے ساتھ جارود کی مدد کے لیے بھیجا اور اس کے ساتھ ہی مسلمان قبائل کے نام بھی حکم بھیجا کہ وہ علاء رضی اللہ عنہ کی مدد کریں۔ علاء رضی اللہ عنہ کا ساتھ دینے والوں میں بنی حنفیہ کی ایک کثیر تعداد شامل ہوگئی جو ایک معاہدے کے تحت امن میں آگئے تھے۔ ان کے سردار ثمامہ بن آثال اور قیس بن عاصم منقری تھے۔ ثمامہ بن آثال رضی اللہ عنہ 'مسیلمہ کے عروج کے دنوں میں بھی اپنے اسلام پر قائم رہے تھے۔ جب کہ قیس پہلے مرتدین کے سرکردہ لوگوں میں شامل تھے مگر مسیلمہ کی شکست کے بعد وہ اسلام لے آئے تھے۔ اب یہ لشکر جواثی میں حطم بن ذبیعہ کی جانب بڑھے۔ حطم کا لشکر زیادہ تھا اس لیے علاء رضی اللہ عنہ نے اپنے لشکر کے گرد خندق کھدوائی اور بنی عبد القیس کو پیغام بھیجا کہ ثابت قدم رہیں مدد آپہنچی ہے۔ خندق کے پیچھے سے جنگ کرنے کی حکمت عملی ایک ماہ چلی پھر ایک دن حطم کے لشکر میں شور و غل کی آوازیں آنے لگیں تحقیق پر معلوم ہوا کہ مشرکین کا لشکر کسی جشن میں شریک ہونے کی وجہ سے نشے میں دھت ہے اور اسی وجہ سے شور و غل برپا ہے۔ علاء رضی اللہ عنہ نے اپنے لشکر کے ہمراہ مشرکین پر حملہ کیا اور ان کو شکست دی۔ ان میں سے کچھ لوگ بھاگ کر جزیرہ دارین میں جا چھپے اور کشتیاں بھی اپنے ہمراہ لے گئے۔ علاء رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ ''جس اللہ نے خشکی پر ہماری مدد کی ہے وہ پانی میں بھی ہماری مدد کرے گا''۔ یہ کہہ کر انھوں نے اپنا اونٹ سمندر میں ڈال دیا۔ مسلمان لشکر نے ان کی تقلید کی اور جزیرہ دارین پر پہنچ کر سخت لڑائی کے بعد مشرکین اور ان کے اتحادیوں کو شکست دی۔ بحرین کی جنگ میں اسلامی لشکر کو پہلی مرتبہ بین المذہبی اور بین الاقوامی لشکر کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ بحرین کے لشکر میں مشرکین، مجوسی، نصرانی اور یہود شامل تھے۔ جب کہ نسلی لحاظ سے ان میں عرب، ایرانی، ہندی اور حبشہ کے لوگ بھی موجود تھے۔ اس لیے اپنی نوعیت کے اعتبار سے یہ جنگ 'یمامہ کی جنگ سے بھی زیادہ اہمیت کی حامل تھی اگرچہ نتائج کے اعتبار سے اس کا نمبر کہیں بعد میں آتا ہے۔

بحرین کی فتح سے یمن اور ایران کے درمیان زمینی رابطہ منقطع ہوگیا تھا اور اس جانب کے تمام علاقے دو طرف سے مسلمانوں کے گھیرے میں آگئے تھے جب کہ تیسری طرف سیدنا خالد رضی اللہ عنہ کا لشکر موجود تھا اور چوتھی جانب سمندر تھا، اس لیے یمن کے علاوہ جہاں عام بے چینی پھیلی ہوئی تھی کسی اور جگہ پر مسلمان لشکر کو کسی خاص مزاحمت کا سامنا نہیں کرنا پڑا۔

یمن میں اسود عنسی کے قتل کے بعد عام شورش پھیلی ہوئی تھی اور قیس بن مکشوح جو پہلے مسلمان ہوگیا تھا اب عربی عصبیت کے اثر سے ایرانی النسل مسلمانوں کا مخالف ہوگیا تھا اس کو مسلمان لشکر نے شکست دی اور قیس کو گرفتار کر کے مدینہ بھیج دیا گیا اس طرح یمن میں بھی امن قائم ہوگیا۔

عمان میں جیفر حکمران تھا جو مسلمان تو ہوگیا تھا لیکن اس علاقے کی زکوٰۃ اسی علاقے پر خرچ کی جاتی تھی چنانچہ جب یہاں پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کی خبر پہنچی تو یہاں بھی وہی ارتداد اور بغاوت کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ یہاں فتنہ کا سرغنہ لقیط بن مالک ازدی تھا جو ذوالتاج کہلاتا تھا۔ ان علاقوں میں عرفجہ بن ہرثمہ اور حذیفہ بن حصن رضی اللہ عنہما کو سردار لشکر بنا کر بھیجا گیا۔ تیسرا لشکر عکرمہ بن ابی جہل رضی اللہ عنہ کی قیادت میں ان کے ساتھ شامل ہوگیا۔ جیفر اور اس کا بھائی عباذ لقیط کے ظلم و ستم کی وجہ سے اپنے لشکروں سمیت پہاڑوں میں جا چھپے تھے وہ بھی اپنی کمین گاہوں سے نکل آئے اور مقام دبا میں خیمہ زن ہوئے۔ یہاں لقیط بن مالک کا لشکر بھی پہنچ گیا اور شدید لڑائی ہوئی مگر مسلمانوں کو بحرین کی جانب سے کمک مل جانے کے سبب لقیط کو شکست ہوئی اور اس کے دس ہزار سے زیادہ لوگ جنگ میں مارے گئے۔ اب عمان میں بھی بغاوت ختم ہوگئی تھی۔

عکرمہ بن ابی جہل رضی اللہ عنہ نے مہرہ کا رخ کیا۔ یہاں دو متحارب جماعتوں سے واسطہ پڑا جو ایک دوسرے کی مخالف تھیں عکرمہ نے کمزور جماعت کو اپنے ساتھ ملا لیا اور طاقت ور جماعت سے جنگ کی اور اس کو شکست دی اس طرح مہرہ کا علاقہ بھی بغاوت کے فتنے سے پاک ہوگیا۔

کندہ میں اشعث بن قیس کی قیادت میں باغی جمع تھے یہاں مہاجر بن ابی امیہ رضی اللہ عنہ کو متعین کیا گیا انھوں نے اشعث بن قیس کو شکست دی اور اس علاقے کو دوبارہ اسلامی عمل داری میں داخل کیا۔ اشعث کو گرفتار کر کے مدینہ بھیج دیا گیا جہاں وہ دوبارہ مسلمان ہوگیا۔ اب عرب میں بغاوت و ارتداد کے تمام مسائل ختم ہو چکے تھے۔ یہاں یہ بات قابل غور ہے کہ اگرچہ مستشرقین میں سے اکثر کے نزدیک ان تمام بغاوتوں کو ختم کرنے میں دو سال کا عرصہ لگا ہے لیکن خود سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کی مدت دو سال سے کچھ زائد ہے اور اس مدت میں مسلمان فارس اور روم میں داخل ہو کر مختلف علاقوں پر قابض ہو چکے تھے۔ خصوصاً روم میں اجنادین کا معرکہ ہو چکا تھا۔ ان حالات کو سامنے رکھ کر پروفیسر فلپ ھٹی کی رائے کہ حروب ارتداد میں صرف چھ ماہ کا عرصہ لگا تھا زیادہ قرین قیاس ہے۔ خود مسلمان مورخین کے نزدیک حروب ارتداد چھ سے سات ماہ جاری رہیں اور اس عرصے میں پورے عرب کو مطیع کر لیا گیا۔

(جاری ہے)

☆☆☆☆☆

# امریکہ کا مقابلہ کیسے کیا جائے؟

شیخ ایمن الظواہری حفظہ اللہ

الحمدللہ والصلوٰۃ والسلام علی رسول اللہ وعلی آلہ وصحبہ ومن والاہ

میرے پیارے مسلمان بھائیو! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

بش کی جانب سے مسلمانوں کے خلاف شروع کی گئی صلیبی جنگ کو سترہ سال ہوگئے ہیں۔ ایک ایسی جنگ جو طلوعِ اسلام کے وقت سے ہی کفار کی اسلام سے تاریخی دشمنی پر مشتمل ہے۔

میرے محترم مسلمان بھائیو! ہمیں معاصر کفار کی اسلام و مسلمانوں کے خلاف دشمنی کی نوعیت کو صحیح معنوں میں سمجھنا ہوگا تاکہ ہم ان کی جارحیت کا مقابلہ کرنے اور جہاد کے فرض کو پورا کرنے کے لیے ان کے خلاف ایک موثر حکمت عملی اور طریقہ کو اختیار کر سکیں۔ مسلمانوں میں موجود تمام تر تنازعات کے امریکی قیادت میں موجود صلیبی مغرب کا واضح کردار یا خاموش مرضی اور دماغ کار فرما نظر آتا ہے۔

یہ حقیقت میں اسلام سے دشمنی ہی ہے خواہ اس کے اوپر دیگر تنازعات جیسے معاشی لالچ، اسٹریٹجک اور جغرافیائی خطوں پر حاکمیت وغیرہ کے کتنے ہی تہہ کیوں نہ ہوں۔

یہ فی الاصل اسلام دشمنی ہے، چاہے مغرب اس کے مذہبی تناظر کو دیگر پروپیگنڈہ اور دروغ گوئی سے چھپانے کی لاکھ کوشش کرے۔

امریکہ اپنی اسلام دشمنی کی وجہ سے مسلمانوں کے لیے صف اول کا دشمن ہے چاہے وہ اپنی اس دشمنی کو سیکولرازم کے پردہ میں چھپے صیہونی و صلیبی اور سیاسی و معاشی عزائم کو کتنا ہی کیوں نہ چھپائے۔

مغرب میں بھلا سے اکثر لوگ اب عیسائیت کو عملاً ترک کرکے اور مذہب سے مکمل طور پر رشتہ توڑ کر سیکولر ہو چکے ہوں لیکن ان کی بنیاد اب بھی یہی اسلام سے دشمنی کی صیہونی و صلیبی جڑ ہے۔ اب بھی ان کی سوچ مسلمانوں کے خلاف صلیبی بغض سے بھری ہوئی ہے اور اس دشمنی کو بھڑکانے میں بھی کافی زرخیز ہے۔

اسی لیے جب ٹرمپ نے علی الاعلان امریکی سفارت خانے کو بیت المقدس منتقل کرنے کا اور بیت المقدس کو اسرائیل کا دارالحکومت تسلیم کرنے کا اعلان کیا تو یہ اعلان کسی خلا سے ہرگز نمودار نہ ہوا بلکہ حقیقت میں تو یہ اعلان اسی صیہونی و صلیبی جڑ کے باعث ہے۔ امریکہ کی اسلام دشمنی تاریخ میں موجود اس قدیم دشمنی کا ہی شاخسانہ ہے جو مسلمانوں سے ان کی چلی آرہی ہے اور جب تک یہ دنیا قائم ہے یہ دشمنی بھی ایک شکل سے دوسری شکل میں ظاہر ہوتی رہے گی۔

سیدنا عوف بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

> ”تمہارے اور زرد چمڑی والوں کے مابین جنگ ہوگی، اُن کا لشکر آٹھ جھنڈوں تلے متحد ہوگا اور ہر جھنڈے کے نیچے بارہ ہزار سپاہی ہوں گے۔
>
> قیامت قائم نہ ہوگی جب تک کہ رومی اقوام اعماق اور دابق (سرزمین شام میں موجود شہروں کے نام) تک نہ آجائیں“۔

امریکہ کی اسلام دشمنی نے پوری اسلامی دنیا کو متاثر کیا ہے۔ کوئی ایسا اسلامی ملک نہیں ہے جس کے اندرونی معاملات میں امریکہ نے اپنے جارحانہ انداز میں مداخلت نہ کی ہو۔ ہمیں یہ ہرگز نہیں بھولنا چاہئے کہ یہ امریکہ ہی ہے جس نے عرب دنیا میں اٹھنے والے انقلابات کو ناکام بنانے میں عملی کردار ادا کیا اور انقلاب دشمن عناصر کی ہر جگہ ہر قسم کی مدد کی۔

دین کو تھامے ہوئے باعزت مسلمانو! بھارت کی جانب دیکھو جو کشمیر میں تمہارے بھائیوں اور بہنوں کا خون بہا رہا ہے۔ کون ہے جو آسام، گجرات اور دیگر جگہوں میں جرائم میں ملوث بھارت کو اپنا ”پسندیدہ اتحادی“ قرار دے کر اس کی ہر ممکن مدد کر رہا ہے؟ یہ امریکہ ہی ہے!

بھارت کے مسلمانوں کے خلاف جرائم میں امریکہ بھی برابر کا شریک ہے۔ کشمیر کے زخموں کا خون اب بھی ہمارے دلوں سے ٹپک رہا ہے۔ کشمیر کے ہمارے لوگو! ہم آپ کو ہرگز نہیں بھولے اور نہ ہی ہم آپ کو کبھی بھلا پائیں گے ان شاءاللہ۔

پاکستان ہی کی مثال لے لیں۔ کس نے لال مسجد کو جلانے اور جامعہ حفصہ کے طالبات کے قتل عام کی حوصلہ افزائی کی؟ امریکہ نے! کس نے سوات اور قبائلی علاقوں میں مسلمانوں کے قتل عام کے لیے کثیر پیمانے پر رقم فراہم کی اور اس کی خود نگرانی کی؟ یہ امریکہ ہی تھا!

کون افغانستان میں ہزاروں مسلمانوں کے قتل عام میں مصروف ہے؟ امریکہ!

کون ہے جو بدھ پرست برمی حکومت کا آپ کے بھائیوں اور بہنوں کے خلاف جرائم کو نظر انداز کر رہا ہے؟ امریکہ!

کون پچھلی صدی سے فلپائن کے ایک حصے پر قابض ہے اور اب تک وہاں مسلمانوں کے خلاف جنگ میں اپنی مدد بھیج رہا ہے؟ یہ امریکہ ہی ہے!

چیچنیا کو ہی دیکھ لیں... کون وہاں روسی جرائم کی نگرانی کر رہا ہے؟ امریکہ!

بوسنیا کو لیں... کس نے 'ڈیٹن ایکورڈ' کو ان پر مسلط کیا اور مسلمانوں کے لیے اسلحہ کی ترسیل اور علیحدہ اسلامی ریاست کی مخالفت کی؟ امریکہ نے!

عراق کو لے لیں... کس نے اس ملک کو تباہ و تاراج کیا اور اس کا انتظام صفویوں کے حوالے کر دیا؟ ظاہر ہے امریکہ نے!

شام کو دیکھیں... کس نے اس ملک کی تقسیم کی نگرانی کی اور حملہ آور صفویوں اور روسیوں کو نظر انداز کیا؟ امریکہ نے!

صفوی ایران کو دیکھ لیں... کون عراق، شام، افغانستان اور یمن میں اس کے ساتھ ملا ہوا ہے؟ کون حوثیوں کے جعلی "امریکہ مردہ باد اور اسرائیل مردہ باد" کے نعروں کے باوجود بھی انہیں نظر انداز کرتا آرہا ہے؟ یہ کوئی اور نہیں امریکہ ہی ہے!

جزیرۃ العرب کو دیکھ لیں... کون اس کے معدنی تیل کے وسیع ذخائر کو لوٹ رہا ہے؟ کس نے اس پر مجرم اور کرپٹ خاندان کو مسلط کیا ہوا ہے؟ جس نے بالآخر اپنی اسلام اور مسلمانوں کے خلاف جنگ میں دشمنی اور اسرائیل کی دوستی کو کھول کر سامنے رکھ دیا ہے۔ یہ کوئی اور نہیں امریکہ ہی ہے!

مصر کو دیکھ لیں... کس نے مرتد، کرپٹ اور اسرائیل کے درپردہ پراکسی نظام کو اٹھایا ہے؟ یہ کوئی اور نہیں امریکہ ہی ہے!

ٹرمپ کی جانب سے امریکی سفارت خانے کو تل ابیب سے بیت المقدس منتقل کرنے کو دیکھ لیں۔ یہ کیا ظاہر کرتا ہے؟ یہ درحقیقت امت مسلمہ کے بالکل قلب میں نیوکلئیر ہتھیاروں سے مسلح امریکہ کے ایک مضبوط فوجی مرکز یعنی اسرائیل کو ظاہر کرتا ہے جو اس کے عالمی مجرمانہ جرائم کا ہی تسلسل ہے۔

مغرب اسلامی کو دیکھیں... کس نے ذلیل ایجنٹ ہفتر کی پرورش کی، مالی مدد کی اور اس کو مسلح کیا؟ یہ کوئی اور نہیں امریکہ ہی ہے!

اور کون الجزائر کے مجرمانہ نظام کو سپورٹ کر رہا ہے اور اس کے قدرتی ذخائر کو لوٹ رہا ہے؟ یہ کوئی اور نہیں امریکہ ہی ہے!

کس نے ساحل کے علاقے میں، صحارا اور مغربی افریقہ میں مسلمانوں کے قتل عام کے لیے فرانس کے ساتھ صلیبی اتحاد تشکیل دیا؟ امریکہ ہی نے!

اے ہماری مسلمان امت! مغربِ اسلامی کی جنگ ایک اسلامی جنگ ہے جس کی ہمیں ہر طرح سے نصرت کرنی ہوگی۔ میں تمام مسلمانوں کو یہ خصوصی اپیل کرتا ہوں کہ وہ مغرب اسلامی اور خصوصاً صحارا اور مغربی افریقہ کے اپنے مجاہد بھائیوں کی خصوصی مدد کریں اور جہاد کے لیے نکلیں۔ میں مغربِ اسلامی کے مسلمانوں سے خصوصی نصیحت کرتا ہوں کہ وہ اسلام اور مسلمانوں کی خاطر مغربی اسلامی کے محاذ پر جہاد پر خصوصی توجہ دیں۔ آپ کو اپنی جانوں، اموال، زبانوں، علم، تجربے اور دعاؤں کے ساتھ صلیبی امریکہ و فرانس کے خلاف جہاد میں کسی صورت پیچھے نہیں رہنا چاہیے۔

اے محترم مسلمانو! صومالیہ اور اسلامی مشرقی افریقہ کی جانب دیکھیے۔ کون وہاں نفاذ شریعت کی راہ میں رکاوٹ بنا ہوا ہے؟ کون ہے جو وہاں کی صلیبی افواج کی اپنے وسائل، تجربے، مہارت، ایجنسیوں اور سپاہیوں سے مدد کر رہا ہے؟ یہ کوئی اور نہیں امریکہ ہی ہے!

کس نے جنوبی سوڈان کو اس کے شمالی حصے سے جدا کر دیا؟ کون افریقہ میں اسرائیل کے اثر ورسوخ کو بڑھا رہا ہے؟ یہ کوئی اور نہیں امریکہ ہی ہے!

کس نے گستاخ سلمان رشدی کو پناہ دی ہوئی ہے؟ جس نے کائنات کے سب سے عظیم انسان، خاتم النبیین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کی۔ کس نے اس کو پھر قصرِ ابیض (وائٹ ہاؤس) میں خوش آمدید کہا؟ یہ کوئی اور نہیں امریکہ ہی ہے!

اسی لیے ہمیں امریکیوں کے خلاف جنگ کی نوعیت کو سمجھنا ہوگا اور عالمی منظر پر اس کے اثرات کو دیکھنا ہوگا۔

پاکستان کے قبائلی علاقہ جات، افغانستان، عراق، شام، فلسطین، مصر، الجزائر، تیونس، یمن، مالی، صومالیہ اور دیگر خطوں میں جاری یہ جنگ ہرگز مسلمانوں اور ان کے مقامی حکومتوں تک محدود نہیں ہے بلکہ یہ جنگ تو درحقیقت مسلمانوں اور عالمی نظام کفر کے سرغنہ امریکہ کے درمیان ہے۔

اسلام کے خلاف جنگ میں دشمنوں کی امریکی قیادت، اس کے خلاف عالمی ساخت کی جنگ کو سمجھنے کے ساتھ ساتھ ہمیں یہ بھی سمجھنا ہوگا کہ امریکی کس طرح سے جنگ لڑتے ہیں؟

سب سے پہلے امریکہ کسی بھی قسم کی جارحیت کا ارتکاب کرنے سے پہلے اتحاد بناتا ہے تاکہ وہ جنگ کا ایندھن بننے والے انسانی اور غیر انسانی وسائل کو اپنے اتحادیوں سمیت برداشت کرسکے۔

دوسرا: امریکہ جنگ کے دوران اور جنگ سے پہلے دشمن کو کئی ایک طریقوں سے کمزور کرنے کی کوشش کرتا ہے جو کچھ اس طرح ہے:

برطانوی دور سے مشرقی اسلامی خطوں کی تقسیم والی پالیسی کی تجربے کے ساتھ امریکہ اپنے دشمن کو تقسیم در تقسیم کرنے کی کوششوں میں لگا رہتا ہے۔وہ اپنی خفیہ ایجنسیوں اور سازشوں کے ذریعے سے دشمن کے خلاف پروپیگنڈا مشین کو چالو کرتا ہے۔مختلف طریقوں سے دشمنوں کی صفوں کو تقسیم کرنے کی کوشش کرتا ہے جن میں ایک طریقہ 'مخلص مددگاروں' کا ہوتا ہے۔جو ضرورت کے مطابق وعدے بھی کرتے ہیں اور دھمکاتے بھی رہتے ہیں۔وہ گمراہ گروہوں اور تحریکوں کو نظر انداز کرتے رہتے ہیں تاکہ وہ آگے بڑھتے رہیں اور ان کی افرادی قوت غیر ضروری معرکوں میں صرف ہوتی رہے اور مجاہدین بھی ان غیر ضروری محاذوں پر مصروف رہیں۔کچھ عرصہ تک ان کو ڈھیل دینے کے بعد جب وہ مجاہدین کی تحریک کو کافی سارا نقصان پہنچادیتے ہیں تو پھر آخر میں امریکہ آکر ان سب گمراہ گروہوں کو مکمل فضائی طاقت کے ساتھ ختم کرتا ہے۔

عراق وشام میں جو کچھ ہوا وہ اسی پالیسی پر عمل درآمد ہے۔

یہی وجہ ہے کہ دشمن 'مجاہدین کی صفوں میں نااتفاقی کے بیج بونا چاہتا ہے، ان کی وحدت کو پارہ پارہ کرنے اور ان کے درمیان خانہ جنگی برپا کرنے کی شدید کوشش کی جاتی ہے۔یہ درحقیقت امریکہ کو اپنے ہی ہاتھوں سے محفوظ بنانا ہے۔یہ سب کچھ کرنے والا اصل میں امریکیوں کی حفاظت کررہا ہوتا ہے۔ان کی سخت کوششوں، عظیم الشان خرچوں اور انسانی ومالی نقصان کی حفاظت کررہا ہوتا ہے۔یہ سب کچھ کرنے والے اپنے پروپیگنڈوں میں جو بھی کہیں لیکن حقیقت میں وہ یہی کچھ کررہے ہوتے ہیں۔ان کے شکوک اور وسوسوں کو دور کرنے کا بہترین علاج خالق حقیقی کے اس فرمان میں ہی ہے:

"تم بہترین امت ہو جو لوگوں کے لیے برپا کیے گئے ہو۔نیکی کا حکم کرتے ہو، برائی سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو"۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان میں:

اگر لوگ ظالم کو (ظلم کرتے) دیکھیں اور اس کو آگے بڑھ کر (ظلم سے) نہ روکیں تو قریب ہے کہ اللہ اُن پر اپنی سزا نافذ کردے اور اُنہیں اپنی گرفت میں لے لے"۔

اگر امت متحد ہو کر ان ظالموں کو روکتی ہے تو پھر یہ نااتفاقی پیدا کرنے والے، حرمتوں کو پامال کرنے والے، ناحق خون کو بہانے والے اور ان جرائم کے پیچھے چھپے کردار یہ سب کچھ کرنے سے پہلے ہزار بار سوچیں گے۔

اس لیے ان جرائم کا ارتکاب کرنے والے مجرمین کے خلاف امت کے ہر طبقے میں ایک وسیع اتفاق رائے پیدا کرنے کے ضرورت ہے تاکہ امت کی رائے عامہ ان کے مکروہ منصوبوں کے راہ میں رکاوٹ بن سکے۔

دو ہتھکنڈے جو امریکی استعمال کرتے ہیں: ورغلانا اور دھمکانا۔

امریکہ بعض کو اس طرح کے جھوٹے وعدے کرکے ورغلاتا ہے کہ وہ ان کی شرائط کو تسلیم کرلے گا، طاقت کے ایوانوں میں پہنچنے میں ان کی مدد کرے گا جبکہ دوسروں کو وہ بمباری کرکے اور دہشت گرد لسٹوں میں نام ڈال کر یا دہشت گردوں کے مددگار قرار دے کر ڈرائے گا، اگر وہ اس کے حکم کو ماننے سے انکار کردیں۔

اسی طرح ایک اور طریقہ جو امریکہ اپنے دشمنوں کے خلاف استعمال کرتا ہے وہ ان کے مقاصد کو دھندلانا ہے تاکہ وہ اپنے راستے سے ہٹ سکے اور اپنی حقیقی منزل کو کھودیں۔

اس طرح کے معاملات کی مثالیں مصر کی کئی ایک تحریکات کے ساتھ اپنے مقامی ٹاؤٹ 'ملٹری کونسل' کے ذریعے سے کی گئیں تاکہ یہ تحریکیں اپنی حقیقی راہ یعنی 'شریعت کی حکمرانی' سے ہٹ جائیں، سیکولر قومی ریاست کے جال میں پھنس جائیں اور اسرائیل کے ساتھ امن معاہدے کو تسلیم کرلیں بطور ایک سول اور ملٹری تعلق برائے امریکہ کے حوالے سے۔اس ڈرامے کا ڈراپ سین انہی تحریکوں کے خلاف اسی کٹھ پتلی ملٹری کے کریک ڈاؤن سے ہوجاتا ہے۔

جب امریکہ اتحاد بناکر اپنے دشمن کو تقسیم کردیتا ہے تو پھر آخر میں اپنی فضائی طاقت کو استعمال کرکے، منافقین کی فوجوں کو اپنا ہراول دستہ بناکر ان کا خاتمہ کردیتا ہے۔تاکہ اپنے افرادی وسائل کا کم سے کم استعمال کرسکے۔یہ امریکی جنگی طریقہ کار کی عمومی تفصیل ہے، ایسا طریقہ کار جو کئی ایک مرتبہ کامیاب ہوچکا ہے اور الحمدللہ کئی مرتبہ ناکام بھی ہوچکا ہے۔

یہاں پر میں امریکہ کے ہاتھوں استعمال ہونے والے کچھ چیزوں کا تذکرہ کرنا چاہوں گا۔
امریکہ کن کو استعمال کرتا ہے؟ امریکہ کی کٹھ پتلیوں میں وہ تمام حکومتیں، گروہ اور اتحاد شامل ہیں جنھوں نے امریکہ کے ساتھ عسکری تعاون کے معاہدے کیے ہوئے ہیں، جن کی سرزمینوں پر امریکی اڈے قائم ہیں، جو امریکہ کے ساتھ انٹیلی جنس کے میدان میں تعاون کرتے ہیں، جو قیدیوں کو شدید تعذیب اور گھٹیا تشدد کا نشانہ بنا کر ان سے معلومات اگلوا کر پھر امریکہ کے حوالے بھی کر دیتے ہیں۔

امریکہ کی کٹھ پتلیوں میں وہ لوگ بھی شامل ہیں جن کے اسرائیل کے ساتھ خفیہ یا اعلانیہ تعلقات ہیں۔

امریکہ کے کٹھ پتلیوں میں وہ سبھی لوگ شامل ہیں جو وقتاً فوقتاً یہ اعلان کرتے رہتے ہیں کہ امریکہ کی سربراہی میں عالمی مجرمین کی بھڑکائی جنگ میں وہ امریکہ کے اتحادی ہیں جس پر امریکہ نے " دہشت گردی کے خلاف جنگ " کا لیبل چڑھایا ہوا ہے۔

امریکہ کے کٹھ پتلیوں میں ان لوگوں کا بھی شمار ہوتا ہے جو افغانستان، عراق، شام، یمن، صومالیہ، مالی اور دیگر خطوں میں امریکی جارحیت میں حصہ لیتے ہیں۔

امریکہ کی کٹھ پتلیوں میں وہ لوگ بھی ہیں جن کو امریکہ اپنی صف میں لڑنے کی اجرت اور اس کے مفادات کے تحفظ کے عوض کے طور پر امداد دیتا ہے۔

وہ سبھی لوگ امریکہ کی کٹھ پتلیاں ہیں جو مسلمانوں کی وسائل کی امریکی لوٹ مار کی نگہبانی کرتے ہیں اور اپنے لوگوں کو دباتے ہیں تاکہ تاریخ انسانی کی اس بدترین چوری کی حفاظت ہو سکے۔

امریکی کٹھ پتلیوں کے پاس دھوکہ دہی اور فریب کاری کے کئی ایک طریقے ہیں۔ ان کے پاس مفتیوں، علما، میڈیا چینلز اور یہاں تک مجاہدین کے کچھ مالی امداد کرنے والے کچھ حضرات بھی ان کی مٹھی میں ہیں۔

اس کے علاوہ ان کے ساتھ ثالثی کرنے والے لوگ بھی موجود ہیں جو امریکی مفادات کے حفاظت کی خاطر بیک ڈور مذاکرات میں ان کی مدد کرتے ہیں۔ انکے مفتیوں اور علماء میں وہ لوگ بھی ہیں جن کے لیے وزارتیں اور حکومتی نوکریاں ہیں۔ اس کے علاوہ ایک اور قسم بھی ہے جو اور زیادہ خطرناک ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو غیر جانبداری اور خود مختار ہونے کا دعویٰ کرتے ہوئے ان ایجنٹ نظاموں سے فائدہ اٹھاتے ہیں جبکہ حقیقت تو یہ ہے کہ یہ لوگ بالواسطہ یا بلاواسطہ ان نظاموں سے فائدے اٹھاتے ہیں۔

اگر ہم امریکہ کی مسلمانوں کے خلاف جنگی حکمت عملی کو سمجھ لیں اور یہ سمجھ لیں کہ امریکی سسٹم کس طرح کام کرتا ہے تو ہمارے لیے یہ جاننا آسان ہو جائے گا کہ کس طرح ہم اس کو نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ آخر میں امریکی بھی کمزور اور عاجز انسان ہیں جیسا کہ اس زمین کے دیگر انسان ہیں۔

اگر ہم امریکہ سے اپنی جدوجہد کے راہ متعین کرنا چاہیں تو میں کچھ مندرجہ ذیل نکات پیش کروں گا:

سب سے پہلے تو ہمیں اپنے دشمن کی ہم سے دشمنی کی نظریاتی وجوہات کو جاننا ہو گا۔

دوسرا یہ کہ ہمیں اسلامی دنیا کے مختلف خطوں میں محاذ کھولنے ہوں گے جیسا کہ یہ ایک متحدہ دشمن کے خلاف ایک ہی جنگ کے مختلف محاذ ہیں۔

تیسرا یہ کہ ہمیں جنگ اس طرح سے چھیڑنی ہو گی کہ مسلمان اللہ کی راہ میں اعلائے کلمۃ اللہ کی خاطر جہاد کریں گے۔

چوتھا یہ کہ ہمیں یہ جنگ دشمن کی منتخب کردہ میدان میں نہیں لڑنی۔ ہمیں یہ جنگ کسی سیکولر آئین یا قانون کے مطابق نہیں لڑنی کہ ایسا کرنا شکست اور دنیا و آخرت کی ناکامی کے مترادف ہو گا۔ خاص طور پر موجودہ عرب بہار سے حاصل کردہ تجربہ اس حقیقت کے حق میں شہادت ہے۔

پانچواں یہ کہ ہماری نظر میں فتح کا راستہ جہاد و دعوت کا راستہ ہے۔ یہ ہرگز کمزور، پرامن رہنے کے نظریے، الیکشن یا امریکی ایجنٹ حکمرانوں کے رحم و کرم کو حاصل کر کے جانے کا راستہ نہیں ہے۔

چھٹا یہ کہ ہماری جنگ میں فتح کا راستہ اپنے دشمن کو پوری طرح جاننے کا ہے۔

پاکستان، ترکی، مصر، تیونس، الجزائر، یمن، صومالیہ، بنگلہ دیش اور دیگر خطوں کی سیکولر فوجوں نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ وہ عالمی مجرمین کے سربراہ امریکہ کے ایجنٹ ہیں۔ جس نے بھی ان کے ساتھ سمجھوتے کر کے ان کی شرائط کی تسلیم کیا ہے وہ خسارے میں ہی رہا ہے۔

شریعت کی حکمرانی کو چھوڑ کر سیکولر طرز کے تحریکوں کو چلانا ہرگز فائدے کا سودا نہیں ہے۔ کہ ان کو محمد مرسی، غنوشی اور حماس جیسا بھی قبول نہیں ہے، ہرچند کہ ان لوگوں نے ان کی خاطر سمجھوتوں اور مصلحتوں کا بازار سجائے رکھا۔

ساتواں یہ کہ ہمیں امریکہ سے مدد نہیں لینی اور نہ ہی مسلمانوں کے خلاف کسی جنگ میں اس کا ساتھ دینا ہے۔ چاہے کہ جنگ ان شدت پسندوں کے خلاف ہی کیوں نہ ہو جو ہماری

تکفیر کرتے ہیں اور ہمارے خون کو مباح گردانتے ہیں اور جن سے لڑنے پر ہمیں مجبور کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔

یہ اس لیے کہ ہمیں ان کے معاملے میں اللہ کے حکم کو ماننا ہے، چاہے وہ ہمارے معاملے میں اس کی خلاف ورزی ہی کیوں نہ کریں۔

آٹھواں یہ کہ ہمیں ریالوں، ڈالروں پر پلنے والے اور وزارت داخلہ کی استخباراتی ایجنسیوں کے ہاتھوں میں کھیلنے والے جبہ ودستاروالوں سے ہوشیار رہنا ہوگا۔ یہ ان لوگوں کو ولی الامر کا درجہ دیتے ہیں جو مذاہب کے اتحاد، سود کے جاری رہنے، مسلمانوں کے وسائل لوٹنے، حجاب کے خلاف مہم چلانے، بے حیائی کو فروغ دینے اور اسرائیل کی حمایت کی طرف بلاتے ہیں۔

نواں یہ کہ ہمیں یہ جنگ ایک ساتھ لڑنی ہوگی۔ وہ لوگ جو اتحاد کی راہ میں روڑے اٹکاتے ہیں اور اس کو توڑنے یا کمزور کرنے کی کوشش کرتے ہیں وہ جانتے ہوئے یا لاعلمی میں امریکی مفادات کا تحفظ کرتے ہیں چاہے وہ کسی بھی قسم کا دعویٰ کریں۔

دسواں یہ کہ ہمیں مجاہدین کی صفوں کے مابین امر بالعروف ونہی عن المنکر کی دعوت کو عام کرنا ہوگا تاکہ ہر اس طاقت کے طالب کا راستہ روکا جاسکے جو ناچاقی کا بیج بو کر اور مسلمانوں کے خون اور حرمتیں پامال کرکے طاقت حاصل کرنا چاہتا ہے۔

گیارواں یہ کہ ہمیں یہ سمجھنا ہوگا کہ امریکہ کے ایجنٹ اور کٹھ پتلیاں ہرگز امریکہ کے خلاف اسلام اور مسلمانوں کی نصرت نہیں کرسکتیں، چاہے وہ اپنے مفادات کے لیے عارضی طور کچھ ایسے اقدامات کیوں نہ کریں جو ہمیں فائدہ مند معلوم ہوں۔

☆☆☆☆☆

بارہواں یہ کہ ہمیں اس تحریک کے آغاز سے لے کر اب تک رافضی صفوی فوجوں کو سمجھنا ہوگا جنہوں نے اب تک اپنے رویے کو نہیں بدلا ہے۔ وہ صرف اور صرف اہل سنت کے خاتمے کے بعد ہی سکون سے رہ سکتے ہیں کہ ان کو اس مقصد کے حصول کی خاطر امریکہ سے بھی تعاون کرنے میں کوئی عار نہ ہوگا، خواہ بظاہر ان کے درمیان کتنی ہی شدید دشمنی کیوں نہ ہو۔

تیرہواں یہ کہ یہ ایک شدید جنگ ہے اور عرب انقلابات سے یہ سبق حاصل ہوتا ہے کہ امریکہ کی شکست سے پہلے اور اس کو دباؤ میں لائے بغیر فتح حاصل کرنا مشکل ہے کیونکہ امریکہ ہر اسلامی تحریک کو کچلنے کی بھرپور کوشش کرتا ہے۔

آخری بات یہ ہے کہ ہماری جنگ کفر اور مجرموں کے سرغنے امریکہ سے ہے اور اس جنگ کا مطالبہ ہے کہ ہم تمام اسلامی طاقتوں، خاص کر علماء وامراء اور مجاہدین کے ساتھ خصوصی تعاون کریں۔ یہ جنگ امت سے اس بات کی متقاضی ہے کہ وہ مجاہدین کی نصرت کرے، جنگی مہارت حاصل کرے اور جہاد کی طرف پلٹ آئے۔ یہ ایک ایسی ذہن سازی کا مطالبہ کرتی ہے جس میں اللہ کا تقویٰ ہو اور اس جنگ کے سلسلہ میں اپنے اوپر عائد ہونے والی ذمہ داری کا پوری طرح سے تعین کرے۔ یہاں پر کمزور ،عدمِ تشدد کے نظریات، سیکولر انتخابات 'جن میں ایک کو ہٹا کر دوسرے کو لایا جاتا ہے' کی کوئی جگہ نہیں ہے بلکہ یہاں تو اتحاد، تنظیم اور جدوجہد کی ضرورت ہے۔

میرے مسلمان بھائیو! امریکہ کے خلاف جنگ ناگزیر ہوچکی ہے۔ یہ ہمارے لیے دو ہی راستے چھوڑتی ہے: عزت کے ساتھ جارحیت کا مقابلہ یا جہاد کو ترک کرکے ذلت کو تسلیم کرنا۔

ہمیں ذلت کی زندگی کو ہرگز تسلیم نہیں کرنا ہے۔ اسی طرح ہم اپنے جہاد کو مکمل عزم کے ساتھ امریکہ کو شدید ضربیں لگاتے ہوئے جاری رکھیں گے، جو اس کو سسک سسک کر معاشی اور عسکری ہلاکت کے کنویں میں دھکیل دے گا۔ یہاں تک کہ وہ ہماری سرزمینوں سے نکلے جیسا کہ وہ ویت نام، عدن، عراق اور صومالیہ سے نکلا۔

وآخردعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ وعلی آلہ وصحبہ اجمعین

"اے میری مسلم امت ان باطل قیود سے چھٹکارا بہت ضروری ہے۔ ہمیں اپنا تمام تر جھکاو اور بندگی اللہ وحدہ لاشریک کے لیے خالص کرنا ہے۔ تب ہی انسان آزاد ہوپائیں گے اور تب ہی ہم امت کو اور فلسطین واقصیٰ کو آزاد کروانے کے قابل ہوں گے۔ اور دیکھو آذادی اور برکت کے دروازے شیروں اور جواں مردوں کے میدانوں کی طرف کھلتے ہیں۔ قتل اور قتال کے میدانوں کی طرف کھلتے ہیں۔ جیسا کہ افغانستان ووزیرستان میں اور مغربِ اسلامی وصومالیہ میں اور کشمیر وشیشان میں ,اور پھر اہم اور عظیم اہداف میں دارالخلافہ بغداد اور اس کے اطراف سے دشمن کا اخراج ہے۔
انہیں خطوں میں تلواروں کی چھاوں تلے عزت حاصل کی جائے گی۔ اور یہیں ظالموں کی گردنوں کو توڑا جائے گا اور مومنین کے سینے شفایاب ہوجائیں گے"۔

شیخ اسامہ بن لادن رحمہ اللہ

# تحریک شیخ الہند رحمہ اللہ... مقصد اور منہج

مولوی ابو عبد اللہ

دنیا میں وہی قوم اپنے حال اور مستقبل کو بہتر سے بہتر بنا اور سنوار سکتی ہے، جو اپنے ماضی کو پیشِ نظر رکھ کر اس سے سبق حاصل کرے۔ اپنے اسلاف و اکابر کے واقعات و حالات اور ان کے افکار و نظریات سے واقفیت حاصل کرکے انہیں اپنے لیے مشعلِ راہ بنائے۔ برِ صغیر (پاک و ہند) کے اکابر علما کی شان دار دینی خدمات تاریخ کا روشن باب ہیں۔ انہی اکابر میں سے ایک عظیم شخصیت استاذ المفسرین و المحدثین والفقہاء، شیخ الشیوخ والصلحاء، امام المجاہدین والشہداء، شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن محدث دیوبندی رحمہ اللہ کی ہے۔ جن کی ہمہ جہت شخصیت اور کارہائے نمایاں سے اسلامی تاریخ کا ہر طالب علم واقف ہے۔ افسوس! کچھ عرصے سے حضرت شیخ الہندؒ کے حوالے سے ایسی باتیں کی جا رہی اور آپ کی طرف ایسے افکار و نظریات منسوب کیے جا رہے ہیں، جن کا آپ کی ذات سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ ستم یہ کہ اب تو حضرت شیخ الہندؒ کے بعض نام لیوا اور آپ کے مشن کے نام نہاد وارث اپنی 'جمہوری سیاست' کو فروغ دینے، حضرت شیخ الہندؒ کی شخصیت سے محبت و عقیدت رکھنے والوں، آپ کے مشن سے وابستگی اور اس کو آگے بڑھانے کا جذبہ رکھنے والوں کو 'انتخابی سیاست' میں ملوث کرنے کے لیے شیخ الہندؒ کا نام استعمال کر رہے ہیں اور اس میں روز بروز شدت آ رہی ہے۔

اگر یہ امر تاریخی واقعات و حالات کی غلط تصویر پیش کرنے تک محدود ہوتا تو ایک حد تک نظر انداز کرنے کے قابل تھا۔ چونکہ صورتِ حال یہ ہے کہ تاریخی واقعات و حالات کی غلط تصویر کی بنیاد پر حال اور مستقبل کی تعمیر کا ایک نقشہ پیش کیا جا رہا اور اس کے مطابق پوری عمارت کھڑی کی جا رہی ہے، اس لیے اس بات کی اشد ضرورت تھی کہ تاریخی حقائق پیش کرکے پھیلائی جانے والی غلط فہمیوں کو دور کیا جائے اور صراطِ مستقیم کی نشان دہی کی جائے، تاکہ اسلامی نظام کے قیام کے لیے قربانیاں دینے والا قافلۂ حق صحیح راستے پر رواں دواں ہو کر منزلِ مقصود تک پہنچے۔ یاد رہے مصنف نے آئندہ سطور میں حضرت شیخ الہندؒ کی تحریکِ جہاد، جمعیۃ علمائے ہند اور اس کی سیاسی پالیسیوں کے حوالے سے جمہوری و انتخابی سیاست، 'عدم تشدد' اور 'پُر امن جدوجہد' کے بارے میں تاریخی طور پر پائی جانے والی غلط فہمیوں کا اجمالی طور پر جائزہ لیا ہے۔ باقی رہا جمہوری و انتخابی سیاست، 'عدم تشدد' اور پُر امن جدوجہد کا شرعی حکم اور اس بارے میں قرآن، سنت اور فقہ کے دلائل و براہین... تو یہ مستقل موضوع ہے، جسے یہاں زیرِ بحث نہیں لایا گیا۔

دعا ہے اللہ رب العزت ان سطور کے راقم اور امتِ مسلمہ کے ہر فرد کو راہِ ہدایت پر چلنے اور اسلامی نظام کے قیام کے لیے صحیح منہج کے ساتھ جدوجہد کرنے کی توفیق عطا فرما کر اسے اپنی بارگاہ میں قبول و منظور فرمائے۔ آمین یا الٰہ العالمین [ادارہ]

### مولانا عبید اللہ سندھیؒ کابل میں:

جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ پہلی جنگِ عظیم چھڑ جانے کے بعد حضرت شیخ الہندؒ نے مولانا عبید اللہ سندھیؒ کو کابل روانہ ہونے کا حکم دیا تھا۔ چناں چہ آپ نے وہاں پہنچ کر تحریکِ جہاد کی کامیابی کے لیے اَن تھک جدوجہد شروع کر دی۔ اگرچہ قدم قدم پر مصائب آئے، لیکن آپ نے صبر واستقامت کا دامن نہ چھوڑا۔ کبھی مایوسی کو پاس نہ آنے دیا۔ آپ نے عمومی طور پر افغان حکومت کے اہم عہدے داروں کو اپنا ہم خیال بنا لیا۔ جس کا کھلا نتیجہ اس شکل میں ظاہر ہوا کہ روسی مشن کی واپسی کے بعد جب امیر صاحب نے جرگہ بلا کر انگریزوں کے خلاف جنگ کی رائے لی تو تمام ارکانِ جرگہ جنگ کرنے کے حق میں مولانا عبید اللہ سندھیؒ کے ہم خیال و ہم زبان تھے۔ مولانا عبید اللہ سندھیؒ نے آئندہ آنے والے امیر امان اللہ خان کو اس قدر متاثر کیا کہ وہ اقتدار پا جانے کے بعد بالکل آپ کا ہم خیال ہو گیا۔ اس نے افغانستان کے استقلالِ کامل کا اعلان کر دیا۔ جب افغانستان اور برطانیہ کے درمیان جنگ ہوئی تو مولانا عبید اللہ سندھیؒ نے تدابیرِ جنگ میں پورا حصہ لیا اور اپنی 'جنود اللہ' کے تربیت یافتہ افراد کو بھی جنگ میں شرکت کا حکم دیا، تا آنکہ برطانیہ کو شکست ہوئی۔ اس پر برطانیہ کے سفیرِ متعینہ کابل نے کہا تھا کہ

"یہ افغانستان کی نہیں، عبید اللہ کی فتح ہے"۔

کابل میں رہ کر مولانا عبید اللہ سندھیؒ کا ایک اہم کارنامہ 'جنود اللہ' نامی فوج کی تشکیل تھا۔ جس کے سپہ سالار حضرت شیخ الہندؒ متعین کیے گئے تھے۔ تحریک کے بہت سے کارکنوں کو ان کی سرگرمیوں کے مطابق 'میجر، جنرل، لیفٹیننٹ کرنل' وغیرہ کے عہدے دیے گئے تھے۔ اس جماعت کا ہیڈ کوارٹر 'مدینہ منورہ' کو قرار دیا گیا تھا۔ حضرت مولانا عبید اللہ سندھیؒ نے کابل میں اس کے علاوہ اَور بھی شان دار کارنامے انجام دیے۔

### مدینہ منورہ:

حضرت شیخ الہندؒ کے حجاز پہنچنے کے بعد مدینہ منورہ کو بھی تحریکِ جہاد کے حوالے سے مرکزی اہمیت حاصل ہو گئی تھی۔ وہاں اگرچہ پہلے سے حضرت شیخ الہندؒ کے محبوب شاگرد حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ ایک عرصے سے مقیم تھے، مگر اس وقت تک ان کو انقلابی امور میں کوئی خاص دل چسپی نہ تھی۔ حضرت شیخ الہندؒ کے حجاز پہنچنے کے بعد حضرت مدنیؒ نے باقاعدہ سیاست میں قدم رکھا تھا۔ مدینہ منورہ کے مرکزِ تحریک ہونے کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ حضرت مولانا عبید اللہ سندھیؒ نے 'الجنود الربانیہ' نامی فوج کا ہیڈ کوارٹر مدینہ منورہ کو قرار دیا تھا۔ (تحریک ریشمی رومال: ص ۳۰۵)

### اسلحہ کا کارخانہ:

حضرت شیخ الہندؒ کی تحریکِ جہاد کے منصوبے پر عمل کرنے کے لیے مختلف جگہوں پر اسلحہ خانے بھی قائم تھے۔اس سلسلے میں دین پور شریف (بہاولپور) کے مرکز کی سرگرمیاں ذکر کی جاچکی ہیں۔اس کے علاوہ درج ذیل واقعہ بھی ملاحظہ ہو:

"مولانا محمد منظور نعمانیؒ راوی ہیں کہ ان سے مولانا عبید اللہ سندھیؒ نے بتایا کہ وہ کراچی میں تھے کہ شیخ الہندؒ کا ایک نامہ (خط) ملا، جس میں ان کو ہدایت دی گئی تھی کہ ایک شخص فلاں دن فلاں وقت تمہارے پاس آئے گا۔وہ جو کچھ کہے، اسے محفوظ کرلینا۔اور اس سے کوئی سوال نہ کرنا۔چناں چہ کراچی کی ایک مسجد میں ایک شخص آیا اور اس نے میگزین کی تفصیل بتلائی۔بندوق گولہ بارود وغیرہ۔مولانا عبید اللہ سندھیؒ نے اس کو محفوظ کرلیا۔اور جب دیوبند گئے تو حضرت شیخ الہندؒ کو بتادیا۔ان کو کچھ معلوم نہ تھا کہ معاملہ کیا ہے؟ بعد میں لوگوں کے ذریعے پتا چلا کہ مولانا (شیخ الہندؒ) نے میگزین کا کوئی کارخانہ قائم کیا تھا۔جہاں اسلحہ وغیرہ رکھا جاتا تھا۔جس کا کوئی پتا آج تک سی آئی ڈی کو نہ لگ سکا۔یہ بھی لوگ کہتے ہیں کہ وہ کارخانہ راجستھان میں تھا"۔

(تحریک خلافت: ص ۴۷،۴۸، بحوالہ: استاد اور شاگرد، ص ۲۷)

مذکورہ بالا روایت سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ تحریکِ جہاد کس قدر منظم تھی اور اس کی جڑیں کہاں تک پھیلی ہوئی تھیں۔

### تحریک کا دائرہ کار:

عبد اللطیف کرت پوری (جو بقول خود ایک عرصہ دراز تک حضرت شیخ الہندؒ کی خدمت میں رہے تھے) بیان کرتے ہیں کہ:

"حضرت شیخ الہندؒ نے ایک ایسی جماعت 'مخلصین' کے نام سے بنائی تھی، جس کے بہت ہی چنے ہوئے ارکان تھے۔وہ کسی کو سفارشی خط لکھیں تو سب کچھ لکھ دیں گے، مگر مخلص کا لفظ نہیں لکھیں گے۔یہ لفظ صرف جماعت کے نہایت اہم ارکان کے لیے مخصوص تھا۔اگر وہ کسی کو لکھ دیں کہ 'یہ بہت مخلص ہیں'، ان کو دس ہزار روپیہ دے دو تو وہ مکان اثاث البیت غرض یہ کہ ہر چیز بیچ کر دس ہزار روپیہ ادا کردے گا۔حضرت شیخ الہندؒ کی اسکیم یہ معلوم ہوتی تھی کہ سرحد کے قبائلیوں میں جہاد کی روح پھونکی جائے اور اس طرح مجاہدین کی ایک زبردست فوج تیار کی جائے۔چنانچہ چند علما وہاں بھیجے گئے، جو قرآن مجید کی تعلیم دیتے تھے اور قرآن پاک کی شرح میں جو جہاد کی تعلیم ہے اور جس سے ایک زمانہ سے علما صرف گزر جاتے ہیں، اس پر سب سے زیادہ زور دینا طے تھا۔انجام یہ ہوا کہ قبائلیوں میں زبردست جوشِ جہاد بھر گیا۔وہ انگریزوں کے سخت مخالف ہوگئے۔نوبت یہاں تک پہنچی کہ ایک قبائلی اپنے پانچ سال کے بچے کو پستول کھیلنے کے لیے دے دیتا تھا۔اور کام سے لوٹ کر آتا تو پوچھتا تھا کہ اے میرے بچے! آج تو نے کتنے انگریز مارے؟ وہاں اسلحہ خانہ بھی قائم ہو گیا تھا۔رائفلیں اور پستول وہ لوگ خود بناتے تھے"۔(تحریک خلافت ۴۵، بحوالہ: استاد اور شاگرد، ص ۲۸)

یہ تو حضرت شیخ الہندؒ کی تحریکِ جہاد کی وسعت، نظم وضبط اور مراکز کا اجمالی ذکر تھا۔

### قائدینِ انقلاب کا مرجع:

وقت کے بڑے بڑے انقلابی قائدین بھی آپ کی سیاسی حکمت و بصیرت سے متأثر اور معترف تھے۔حضرت شیخ الہندؒ کے ساتھ محبت و عقیدت اور اطاعت کا جذبہ بھی رکھتے تھے، بلکہ اس عہد کے اکابر سیاست دانوں میں سے کوئی ایسا نہ تھا، جو حضرت شیخ الہند کے انقلابی اور جہادی افکار و خیالات سے مستفید نہ ہوا ہو۔جس نے آپ کے عمل و سیرت سے عزیمت و استقامت کا سبق نہ سیکھا ہو۔ڈاکٹر مختار احمد انصاری تو آپ کے ہاتھ پر بیعت کرچکے تھے۔حکیم اجمل خان، مولانا ابوالکلام آزاد، مولانا محمد علی وغیرہ نہ صرف آپ کے معتقد اور معاون و مددگار تھے، بلکہ آپ کو اپنا قائد و لیڈر مانتے تھے۔اگرچہ علوم دینی میں دہلی، لکھنؤ وغیرہ میں کئی بڑے مدارس اور بلند پایہ شخصیات موجود تھیں، لیکن وہ سیاسی و انقلابی امور میں آپ سے رہنمائی لیتے تھے۔علمائے فرنگی محل کے شیخِ وقت مولانا عبد الباری رحمہ اللہ آپ کی بزرگی، مشیخت اور سیاسی رہنمائی کے معترف و مداح تھے۔مولانا محمد الیاسؒ، جنہوں نے تبلیغی جماعت کے بانی اور امیر کی حیثیت سے عالم گیر شہرت پائی، حضرت شیخ الہند کے دستِ حق پرست پر بیعتِ جہاد کرچکے تھے۔مولانا ابوالکلام آزاد آپ کے حسنِ سیرت کے گرویدہ اور عزیمت کے معترف تھے۔پنجاب کے علمائے لاہور و لدھیانہ میں سے اکثر ایک الگ فقہی مسلک رکھنے کے باوجود سیاسی و انقلابی میدان میں ان کے قائد و مرشد بھی حضرت شیخ الہندؒ تھے۔حضرت شیخ الہندؒ کی دینی بزرگی اور سیاسی رہنمائی کا اعتراف مذہبی حلقے ہی میں نہیں کیا گیا، سیاست کے دوسرے مکتبۂ فکر یعنی علمائے علی گڑھ کے اکابر نے بھی کیا۔۱۹۱۰ء میں دارالعلوم دیوبند میں جو عظیم الشان جلسۂ دستاربندی ہوا، اس میں علی گڑھ کالج کے صاحب زادہ آفتاب احمد خان بھی شریک ہوئے۔نواب وقارالملک مولوی مشتاق حسین حضرت شیخ الہندؒ کے نہایت درجہ معتقد اور ان کی تحریکِ جہاد کے معترف تھے۔اس کے ثبوت کے لیے یہ بات کفایت کرتی ہے کہ ۱۹۱۳ء میں 'نظارۃ المعارف القرآنیہ' کے نام سے جو ایک تعلیمی و تربیتی اور درحقیقت انقلابی ادارہ حضرت شیخ الہند نے قائم کیا اور اپنے شاگرد رشید مولانا عبید اللہ سندھی کو اس کا ناظم بنایا تھا، اس کے سرپرستوں میں حکیم اجمل خاں دہلوی اور نواب وقارالملک ایک ہی طرح شریک تھے۔

### جنگِ عظیم اوّل:

پہلی جنگِ عظیم کے زمانے میں برطانوی حکومت نے ایسے تمام افراد کو گرفتار کرلینے کا فیصلہ کیا، جن سے مخالفت اور برطانوی حکومت کی پریشانیوں میں اضافہ کرنے، کمزوریوں

سے فائدہ اٹھانے اور ملک میں انتشار پھیلانے کا خطرہ تھا۔ یہ صورت حال حضرت شیخ الہندؒ کے لیے بڑی تشویش ناک تھی۔ کیوں کہ اگر آپ گرفتار ہو جاتے تو سارے منصوبے پر پانی پھر جاتا۔ مولانا غلام رسول مہر صاحب لکھتے ہیں:

”مولانا ابوالکلام آزاد نے انہیں ایک مرتبہ بتایا کہ ’ہندوستان میں گرفتاریاں شروع ہو گئیں تو شیخ الہندؒ کو تشویش پیدا ہوئی کہ کہیں بیٹھے بٹھائے گرفتار نہ ہو جائیں۔ ان کے نزدیک کام کا سازگار زمانہ آ گیا تھا اور وہ چاہتے تھے کہ ہر اقدام کے لیے آزاد رہیں۔ چناں چہ انہوں نے مجھے (ابوالکلام آزاد) کو بُلا بھیجا۔ دہلی میں ملاقات ہوئی۔ دیر تک معاملے کے مختلف پہلوؤں پر گفتگو ہوتی رہی۔ میری (مولانا آزاد کی) قطعی رائے یہ تھی کہ باہر نہ جانا چاہیے۔ اور یہیں رہ کر اپنا کام جاری رکھنا چاہیے۔ اگر اس اثنا میں گرفتاری کی منزل آ جائے تو اسے قبول کیے بغیر چارہ نہ ہو گا۔ مجھے بخوبی علم تھا کہ باہر جا کر کچھ نہ ہو سکے گا۔ اور دوسرے ملک کے بجائے اپنے ملک میں معطل بیٹھا رہنا بہتر تھا، لیکن مولانا محمود حسن نے یہی مناسب خیال سمجھا کہ پہلے حجاز جائیں۔ پھر ترکوں سے ربط ضبط پیدا کر کے ایران و افغانستان کے راستہ یاغستان پہنچ جائیں۔ جسے وہ جہاد کے لیے تمام سرگرمیوں کا مرکز بنانا چاہتے تھے“۔

(شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی، ایک مطالعہ: ص ۴۵، ۵۶)

## حجاز روانگی سے قبل اہم مشاورت:

حضرت شیخ الہندؒ سفر حجاز پر روانگی سے قبل ایک ہفتہ مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور میں مقیم رہے اور اپنی تحریکِ جہاد کے اہم رہنماؤں محدثِ عظیم حضرت مولانا خلیل احمد سہارن پوری (شیخ الحدیث، مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور) شیخ المشائخ حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم رائے پوری (مسند نشین، خانقاہ رائے پور) اور مولانا الحاج احمد رامپوری رحمہم اللہ کے ساتھ طویل مشاورت کر کے اہم امور کو طے کیا۔ چنانچہ شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ فرماتے ہیں:

”حضرت شیخ الہند کا سفر حجاز کو روانگی سے قبل حضرت کا قیام ایک ہفتہ مدرسہ مظاہر علوم ہی میں رہا۔ اعلی حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب رائے پوری اور مولانا الحاج احمد صاحب رامپوری کا قیام بھی اس زمانے میں سہارنپور ہی رہا۔ یہ چاروں حضرات صبح کی چائے کے بعد مدرسہ کے کتب خانے میں تشریف فرماتے۔ کیوں کہ تعلیم اس وقت تک شروع نہیں ہوئی تھی۔ اور طلبا کے کتب خانہ سے کتب لینے کا موقع بھی نہیں تھا۔ کتب خانہ کا دروازہ، جو ان کی نشست گاہ سے بہت دور تھا، اس کی اندر کی زنجیر لگ جاتی اور ان چار حضرات کے علاوہ کوئی شخص اندر نہیں جا سکتا تھا۔ ساڑھے گیارہ بجے سے حاجی مقبول احمد صاحب، جو حضرت کے گویا گھر کے منتظم تھے، کھانے کا تقاضا شروع کر دیتے اور نیچے سے آواز دے کر بار بار کہتے کہ ’حضرت کھانا آ گیا ہے، ٹھنڈا ہو گیا ہے‘۔ اور اوپر سے شروع شروع میں تو جواب ہی نہیں ملتا تھا۔ اور پھر دو چار مرتبہ کے بعد حکیم احمد کھڑکی میں سے کہتے کہ ’ابھی آتے ہی ہیں۔ ابھی آتے ہی ہیں۔‘ ظہر کی اذان کے قریب یہ حضرات اترتے۔ اور جو کچھ ٹھنڈا یا گرم ہوتا، اس کو جلدی سے نوش فرماتے۔ اسی درمیان میں ظہر کی اذان ہو جاتی۔ نہایت اطمینان سے وضو اور فرائض اور سنتوں سے فراغ پر پھر کتب خانہ میں پہنچ جاتے اور عصر کی اذان پر اترتے۔ بعد عصر البتہ تخلیہ نہیں ہوتا تھا، بلکہ اس وقت چائے ہوا کرتی تھی اور مغرب کے بعد نوافل سے فراغت پر کھانا اور مہمانوں سے ملاقات کرنا۔ تین چار دن تک یہی سلسلہ رہا، جو لوگ اجمالاً حضرت شیخ الہند کی تحریک سے واقف تھے، وہ تو اجمالا سمجھے ہوئے تھے کہ کس موضوع پر گفتگو ہو رہی ہے۔ اس وقت یہ ناکارہ تحریک کا صرف نام ہی سنے ہوئے تھا۔ اور اس زمانہ میں بعض حاسدین کی طرف سے میرے والد صاحب کو مدرسہ سے علیحدہ کرنے کی تدابیر بھی ہو رہی تھیں۔ مَیں نے ایک مرتبہ والد صاحب سے عرض کیا کہ یہ سب حضرات جناب ہی کے مسئلہ میں گفتگو فرما رہے ہیں؟ میرے والد صاحب نے بہت لمبی لاحول پڑھی اور فرمایا کہ ’میرا مسئلہ اتنا اہم تھوڑی ہی ہے کہ صبح سے شام تک اس کے اندر محو رہیں۔ یہ تو نہ معلوم کہاں ہیں! بہت اونچی پرواز کر رہے ہیں۔‘ ان ہی ایام میں اعلیٰ حضرت رائے پوری قدس سرہ کے ذمے حضرت شیخ الہند کی غَیبت (غیر موجودگی) میں ان کی تحریک کی سرپرستی تجویز ہوئی تھی اور حضرت سہارن پوری کا حضرت شیخ الہند کے ساتھ جانا تجویز ہوا، مگر اس طرح پر کہ علیحدہ علیحدہ سفر ہو۔ اس لیے کہ حکومت کی نگاہ میں دونوں مخدوش تھے۔ خیال یہ ہوا کہ اگر ایک گرفتار ہو جائے تو دوسرا حجاز پہنچ جائے۔ چنانچہ حضرت سہارن پوری کی روانگی پہلے ہوئی اور حضرت شیخ الہند کی بعد میں“۔

(آپ بیتی، ج ا ص ۳۰۵، ۳۰۶)

## حضرت شیخ الہندؒ کو گرفتار کرنے کی کوشش:

جہادی سرگرمیوں کی بنا پر حکومتِ برطانیہ حضرت شیخ الہندؒ کو گرفتار کرنے کا مکمل ارادہ کر چکی تھی۔ جس کی اطلاع ڈاکٹر مختار احمد انصاری نے حضرت شیخ الہندؒ کو دے دی تھی۔ اس لیے آپؒ پہلی فرصت میں برطانوی حکومت کے زیر اثر علاقے سے نکل جانا چاہتے تھے۔ اتفاق سے حج کا زمانہ قریب تھا تو موقع کو مناسب سمجھ کر آپؒ نے حج کے بہانے حجاز کے سفر کا ارادہ فرمایا۔ ڈاکٹر مختار احمد انصاریؒ نے خود ہی تمام خرچ کا انتظام کیا اور حضرت شیخ الہندؒ اپنے جاں نثار خادموں مولانا عزیر گل، مولانا محمد میاں منصور انصاری رحمہا اللہ وغیرہ کے ساتھ اپنے منصوبے کے مطابق حجاز کے لیے روانہ ہو گئے۔ ادھر آپ کی گرفتاری کا وارنٹ نکلا۔ بمبئی پولیس کو تار کے ذریعے گرفتاری کا حکم پہنچا، مگر عقیدت مندوں کے ہجوم اور عوام کے ازدحام کی وجہ سے پولیس آپ کو گرفتار نہ کر سکی۔ پھر جہاز کے کپتان کو تار دیا گیا، مگر جہاز پر تار اس وقت موصول ہوا، جب حضرت شیخ الہندؒ جزیرۂ

سعد میں قرنطینہ کے لیے اتر چکے تھے۔اور اس طرح اس دفعہ بھی آپ گرفتاری سے بال بال بچ گئے۔اور یوں ۱۹اکتوبر ۱۹۱۵ء کو آپ بخیر و عافیت مکہ معظمہ پہنچ گئے۔

## حضرت شیخ الہندؒ کی حجاز میں سرگرمیاں:

### غالب پاشا سے ملاقات:

حجاز پہنچ کر حضرت شیخ الہندؒ نے اپنی سرگرمیوں کا آغاز کر دیا۔مکہ معظمہ کے گورنر غالب پاشا تھے،جو حضرت شیخ الہندؒ سے پہلے سے واقف تھے۔حضرت شیخ الہندؒ نے مکہ معظمہ پہنچتے ہی وہاں کے گورنر غالب پاشا سے ملاقات کر کے انہیں اپنے منصوبے سے آگاہ کیا۔غالب پاشا نے ہر طرح آپ کی امداد اور آپ سے تعاون کا یقین دلایا اور اس سلسلے میں آپ کو کئی تحریریں دیں۔آپ نے غالب پاشا سے مسلمانانِ ہند کے نام ایک پیغام بھی حاصل کر لیا تھا،جس میں مسلمانانِ ہند کو ظالم انگریز کے خلاف اٹھ کھڑے ہونے کی تلقین کی گئی تھی۔اس پیغام کو لے کر آپ خود ہی استنبول کے راستے سے یاغستان پہنچنا چاہتے تھے،لیکن عراق پر انگریزوں کے حملے کی وجہ سے راستہ مخدوش تھا۔اس لیے غالب پاشا نے آپ کو استنبول کے راستے یاغستان پہنچانے سے معذروری ظاہر کی۔

### غازی انور پاشا سے ملاقات:

حضرت شیخ الہند یہاں سے مدینہ منورہ تشریف لے گئے اور ترکی کے وزیرِ جنگ غازی انور پاشا اور شامی محاذ کے سربراہ جمال پاشا سے ملاقات کی۔جب آپ نے انہیں اپنا منصوبہ بتایا تو انہوں نے امداد کا وعدہ فرمایا اور چند تحریریں لکھ کر دیں،جن میں آزاد قبائل کو مجاہدین کا ساتھ دینے اور انگریزوں کے خلاف اپنی کارروائیوں کو تیز تر کر دینے کی ہدایت تھی۔نیز آزاد قبائل کو امداد کا اطمینان دلایا گیا تھا۔

### یاغستان پہنچنے کا مسئلہ:

اب سب سے اہم مسئلہ یہ تھا کہ حضرت شیخ الہند یاغستان کس طرح پہنچیں؟ ایران کا راستہ وہاں انگریز فوجوں کے پہنچ جانے کی وجہ سے بالکل بند ہو گیا تھا۔بحری راستے سے ہندوستان ہو کر آزاد قبائل جانا آپ مناسب خیال نہ فرماتے تھے۔آخر انور پاشا اور جمال پاشا کے مشورے سے یہ طے پایا کہ اطراف ہند سے مکران ہوتے ہوئے آزاد قبائل تک پہنچا جائے،لیکن ترکی حکام جنگ کی وجہ سے اس سلسلے میں آپ کی کوئی مدد کرنے سے معذور تھے۔

حضرت شیخ الہندؒ نے غالب پاشا سے جو تحریریں حاصل کی تھیں،انہیں ہندوستان اور قبائل میں پہنچانے کے لیے ایک مخصوص صندوق تیار کیا گیا تھا،جس کے تختوں کے بیچ میں تحریریں رکھ کر مولانا ہادی حسن خان جہان پوری کے سپرد کیا گیا،جنھوں نے اس کو ہندوستان پہنچانے کی خدمت انجام دی۔اس کے بعد مولانا محمد میاں منصور انصاریؒ کو یہ خدمت سپرد کی گئی کہ یہ تحریریں سرحد اور آزا قبائل میں بکمالِ احتیاط پہنچادیں۔چوں کہ حضرت شیخ الہند غازی انور پاشا اور جمال پاشا کی تحریریں لے کر براہ مکران افغانستان پہنچنے کا ارادہ رکھتے تھے۔چناں چہ اس مقصد کے پیشِ نظر دوبارہ مکہ معظمہ اور وہاں سے طائف تشریف لے گئے۔کیوں کہ غالب پاشا اس وقت طائف میں تھے۔

### شریف حسین کی بغاوت:

آپ طائف میں ہی تشریف فرما تھے اور ابھی چند دن ہی گزرے تھے کہ شریف حسین نے انگریزوں کی مدد سے ترکوں کے خلاف بغاوت کر دی اور حالات کا نقشہ یکسر پلٹ گیا۔اس طرح ۲۰ رجب ۱۳۳۴ھ سے لے کر ۶ شوال ۱۳۳۴ھ (۱۶ اگست ۱۹۱۶ء) تک طائف سے نکلنا ناممکن ہو گیا۔۱۰ شوال کو حضرت شیخ الہندؒ مکہ معظمہ تشریف لائے۔یہاں سے جدہ تشریف لے گئے۔وہاں سے پھر مکہ معظمہ تشریف لائے۔

### ترکوں کی تکفیر کا فتویٰ:

یہاں خان بہادر مبارک علی اورنگ آبادی نے انگریزوں کے ایما پر ترکوں کی تکفیر اور شریف حسین کی بغاوت کے جواز میں ایک فتوی تیار کر رکھا تھا،جس پر علمائے وقت نے دستخط بھی کر دیے تھے۔جب حضرت شیخ الہندؒ کے سامنے یہ فتویٰ تصویب و تصدیق کے لیے پیش کیا گیا تو آپ نے اس کی تصویب و تصدیق سے انکار کر دیا۔جس کے نتیجے میں شریف حسین اور اس کے حمایتی سخت مشتعل اور آپ کے مخالف ہو گئے۔

### غالب نامہ آزاد قبائل میں:

ادھر ہندوستان کے راستہ سے مولانا محمد میاں منصور انصاریؒ کے ذریعہ سرحد اور آزاد قبائل میں غالب پاشا کا پیغام پہنچا،جس سے مجاہدین کے جوش میں غیر معمولی اضافہ ہو گیا اور انہوں نے انگریزی غلامی کے طوق کو اتار پھینکنے کا قصد کر لیا۔خان غازی کابلی مرحوم کی تحقیق کے مطابق مولانا منصور انصاریؒ جن تحریروں کو لے کر کابل پہنچے تھے،ان میں ایک تحریر حکومتِ مؤقتہ (آزاد عبوری حکومت) اور جنودِ ربانیہ (جماعتِ مجاہدین) کے ارکان کے نام حضرت شیخ الہندؒ کی تھی،یہ تحریر ایک زعفرانی رنگ کے ریشمی رومال پر تھی،جس میں جنودِ ربانیہ (جماعتِ مجاہدین) کو حکم دیا گیا تھا کہ ۱۹/ فروری ۱۹۱۷ء کی تاریخ میں مندرجہ ذیل پروگرام پر عمل کریں۔

(۱)قلات اور مکران کے قبائل ترکی فوجوں کی قیادت میں کراچی پر حملہ آور ہوں۔

(۲)غزنی اور قندھار کے قبائل ترک فوج کی مدد سے کوئٹہ پر یلغار بول دیں۔

(۳)پشاور کے محاذ پر درہ خیبر کے مہمند اور آفریدی شینواری قبائل حملہ آور ہوں۔

(۴)اوگی کے محاذ پر کوہستانی قبائل کی امداد سے حملہ کیا جائے۔

(۵)اس تاریخ کو ہندوستان میں آزادی کا پرچم لہرایا جائے۔

(خدام الدین، حضرت لاہوریؒ نمبر: ص ۳۰۲)

خان غازی کابلی مرحوم کی تحقیق سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ حضرت شیخ الہندؒ اپنی تحریک میں کہاں تک مراحل طے کر چکے تھے۔ کامیابی کی منزل ان سے کتنی دور رہ گئی تھی۔ چنانچہ مولانا محمد علی جوہرؒ اپنی مجلسوں میں اکثر فرمایا کرتے تھے:

”حضرت شیخ الہندؒ تو اس تحریک میں ایسے بلند مقام پر پہنچ گئے تھے کہ ہمارے اذہان و خیالات بھی وہاں تک نہیں پہنچے“۔

(نقشِ حیات: ۲/ ۲۴۴)

## ریشمی رومال اور تحریک کے راز کا افشاء:

حضرت مولانا عبید اللہ سندھی افغانستان پہنچنے کے بعد تحریک کی سرگرمیوں میں مصروف ہو گئے تھے۔ آپ نے وہاں ہندوستان کی آزاد عارضی حکومت قائم کی، جسے افغانستان کی حکومت نے تسلیم کر کے اس سے معاہدہ کر لیا۔ دوسرے ملکوں میں بھی اس کی سفارتیں بھیجنے کا انتظام کیا گیا، تاکہ وہ بھی اسے تسلیم کر کے اس کی اخلاقی ومادی مدد کریں۔ مولانا عبید اللہ سندھیؒ نے ضروری خیال کیا کہ تحریک کے سلسلے میں کابل میں ہونے والے کام کی تفصیل تحریکِ جہاد کے امیر حضرت شیخ الہندؒ تک پہنچنی چاہیے۔ تاکہ مفید مشورے لیے جا سکیں اور آئندہ کا لائحہ عمل طے کیا جا سکے۔ چنانچہ اس مقصد کے پیش نظر حضرت مولانا عبید اللہ سندھیؒ نے اب تک ہونے والی پیش رفت، موجودہ واقعات و حالات، جنودِ ربانیہ (جماعتِ مجاہدین) اور حکومتِ مؤقتہ (آزاد عبوری حکومت) کے احوال کی تفصیل ایک رومال پر ریشم سے کاڑھ کر ایک معتمد شخص عبد الحق نامی کے ہاتھ حضرت شیخ الہند کی تحریک کے ایک خاص رکن مولانا شیخ عبد الرحیم کو حیدر آباد (سندھ) بھیجوایا، تاکہ وہ اسے خود یا کسی قابلِ اعتماد شخص کے ذریعے حجاز میں حضرت شیخ الہند کو مدینہ منورہ پہنچا دیں۔ اسی طرح ایک خط مولانا محمد میاں انصاریؒ کا حضرت شیخ الہندؒ کے نام تھا۔ یہ خطوط جو ریشمی رومال پر لکھے گئے تھے، حضرت مولانا عبید اللہ سندھیؒ نے ۱۰/ جولائی ۱۹۱۶ء کو عبد الحق کے حوالہ کیے تھے۔ عبد الحق اگرچہ تحریک کا کارکن اور قابلِ اعتماد شخص تھا، لیکن اس نے وہ خطوط اپنے سابق آقا خان بہادر رب نواز (ملتان) کے حوالہ کر دیے، جو انگریز کا کاسہ لیس تھا۔ اس نے یہ شرم ناک حرکت کی کہ وہ خطوط عبد الحق سے لے کر ملتان ڈویژن کے کمشنر کے ذریعے پنجاب کے انگریز گورنر 'سر مائیکل اوڈوائر' کے حوالے کر دیے۔ اور یوں دنیاوی اغراض و مفادات کے لیے ملک و ملت کی آزادی پر انگریز کی خوش نودی کو ترجیح دی۔ تاریخ میں یہ جہادی منصوبہ 'ریشمی خطوط' یا 'تحریک ریشمی رومال' کے نام سے موسوم ہے۔

جب ان خطوط پر سی آئی ڈی مطلع ہوئی تو اس تحریک کے عظیم الشان منصوبے اور عجیب و غریب انکشاف سے برطانیہ کے دار الحکومت لندن کا قصرِ برمنگھم تک دہل گیا۔ حکومتِ برطانیہ کے پورے قلم رُو میں زلزلہ آگیا۔ حکام ششدر رہ گئے۔ مذکورہ ریشمی خطوط کا حکومت کے ہاتھ لگنا تھا کہ ہندوستان بھر میں گرفتاریوں اور قید و بند اور تحقیق و تفتیش کا ایک لامتناہی سلسلہ شروع ہو گیا۔ چنانچہ پورے ہندوستان میں جہاں جہاں تحریک کے اثر ہونے کا شبہ تھا، چھاپے مار کر بے شمار لوگوں کو گرفتار کر لیا گیا۔ ادھر کابل کی انگریز نواز حکومت سے حکومت برطانیہ نے حضرت مولانا عبید اللہ سندھیؒ اور ان کے رفقاء کے بارے میں سخت احتجاج کیا۔ جس کے نتیجے میں مولانا سندھیؒ اور ان کے رفقا کو ایک تنگ مکان میں بند کر دیا گیا۔ حضرت مولانا عبید اللہ سندھیؒ رہائی ملنے کے بعد ۱۹۲۳ء میں روس گئے۔ سات مہینے وہاں رہنے کے بعد ترکی گئے۔ تین سال وہاں قیام کیا۔ پھر مکہ معظمہ تشریف لے گئے۔ ۳۹ء میں وطن واپس ہوئے اور آزادی سے تین سال قبل بمقام دین پور وفات پائی اور اپنے پیر و مرشد کے قریب دفن ہوئے۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔

## شیخ الہند کی گرفتاری:

جب حضرت شیخ الہندؒ بخیر و عافیت مکہ معظمہ پہنچ گئے اور اس کے بعد ہندوستان میں تحریک ریشمی رومال کا راز افشاء ہو گیا تو تب برطانوی حکومت کو احساس ہوا کہ اس نے حضرت شیخ الہندؒ کو گرفتار نہ کر کے کتنی بڑی غلطی اور کوتاہی کی ہے، لیکن حجاز میں شریف حسین کی خلافتِ عثمانیہ کے خلاف بغاوت کی کامیابی کے بعد انگریزوں کو بجا طور پر توقع تھی کہ حضرت شیخ الہندؒ اب بھی ان کی دسترس سے باہر نہیں ہیں۔ غالب نامہ کی قبائل میں اشاعت سے برطانوی حکومت بوکھلائی ہوئی تھی۔ اس کے بعد غازی انور پاشا کی تحریر برطانوی حکومت کے علم میں آئی اور اسے پکڑ لینے کی انتہائی کوشش کے باوجود اسے ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا تو حکومت حواس باختہ ہو گئی اور اس نے طے کر لیا کہ حضرت شیخ الہند کو بہر صورت گرفتار کر لینا چاہیے۔ اس کے بغیر حالات پر قابو نہیں پایا جا سکتا۔ چناں چہ شریف حسین کو حکم بھیجا کہ وہ آپ کو گرفتار کر کے انگریزوں کے حوالے کر دے۔ چناں چہ شریف حسین نے نہایت فرماں برداری کے ساتھ انگریزوں کے حکم کی تعمیل کی اور دسمبر ۱۹۱۶ء میں ترکوں کے خلاف ایک فتویٰ پر دستخط نہ کرنے کے جرم میں حضرت شیخ الہند کے اقدام کو بہانہ بنا کر حرم محترم مکہ معظمہ سے حضرت شیخ الہندؒ اور آپ کے جاں نثار رفقا، شیخ الاسلام حضرت مدنی، حضرت مولانا عزیر گل، حکیم نصرت حسین اور مولانا وحید احمد رحمہم اللہ کو گرفتار کر کے انگریزوں کے حوالے کر دیا۔

## اسارتِ مالٹا:

انگریزوں نے فروری ۱۹۱۷ء میں آپ کو جزیرہ مالٹا کے قید خانوں میں آہنی سلاخوں میں مقید کر دیا۔ وہاں رہ کر آپ اور آپ کے رفقاء نے صبر و استقامت کا ایک زریں باب رقم کیا۔ ان حضرات نے اس زمانے میں بڑے بڑے مصائب برداشت کیے۔ تکلیفیں اٹھائیں۔ مستقل عوارض میں مبتلا رہے۔ بالخصوص حضرت شیخ الہندؒ نے اس زمانے میں

بڑھاپے کے عالم میں بے انتہاء مصائب اٹھائے اور مظالم برداشت کیے، جو بالآخر مرض الموت کا سبب بنے، لیکن آپ کے پائے استقلال میں لغزش پیدا نہ ہوئی۔

ہندوستان دارالحرب تھا:

مالٹا کی قید کے دوران حضرت شیخ الہند کی استقامت کا اندازہ درج ذیل واقعہ سے لگایا جا سکتا ہے۔ شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنیؒ لکھتے ہیں:

"حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ دیوبندی مالٹا میں نظر بند تھے کہ گورنر یوپی مسٹر مسٹن کے سیکرٹری مسٹر برن ہندوستان سے انگلستان جاتے ہوئے مالٹا میں رُکے اور ہندوستانی قیدیوں سے ملاقات کی۔ حضرت شیخ الہندؒ سے ملاقات میں مِن جملہ اَور باتوں کے نئی بات اس نے ہندوستان کی نسبت دریافت کی اور اس قسم کے سوال و جواب ہوئے:

برن: ہندوستان دارالحرب ہے یا دارالاسلام؟

حضرت مولانا: علماء نے اس میں آپس میں اختلاف کیا ہے۔

برن: آپ کی کیا رائے ہے؟

حضرت مولانا: میرے نزدیک دونوں صحیح کہتے ہیں۔

برن: (تعجب سے) یہ کیوں کر ہو سکتا ہے؟

حضرت مولانا: دارالحرب دو معنوں میں استعمال کیا جاتا ہے۔ حقیقت میں یہ دونوں اس کے درجات ہیں۔ جن کے احکام جدا جدا ہیں۔ ایک معنی کی حیثیت سے اس کو دارالحرب کہہ سکتے ہیں اور دوسرے کے اعتبار سے نہیں کہہ سکتے۔

برن: اس کی کچھ تفصیل؟

حضرت مولانا: دارالحرب اس ملک کو کہتے ہیں، جس میں کافروں کی حکومت ہو اور وہ اس قدر بااقتدار ہوں کہ جو حکم چاہیں، جاری کریں۔

برن: یہ بات تو ہندوستان میں موجود ہے۔

حضرت مولانا: ہاں! اس لیے ہندوستان ضرور دارالحرب ہے۔

برن: دوسرے معنی کیا ہیں؟

حضرت مولانا: جس ملک میں اعلانیہ طور پر شعائر اسلام اور احکام اسلامیہ کے ادا کرنے کی ممانعت کی جاتی ہو، یہ وہ دارالحرب ہے کہ جہاں سے ہجرت واجب ہو جاتی ہے۔ (اگر استطاعتِ اصلاح نہ ہو۔)

برن: یہ بات تو ہندوستان میں نہیں ہے۔

حضرت مولانا: جس نے دارالحرب کہنے سے احتراز کیا، غالباً اس نے اسی کا خیال کیا ہے۔

برن چُپکا ہو گیا اور لکھ لیا۔

(سفر نامۂ شیخ الہند از مولانا سید حسین احمد مدنیؒ، بحوالہ: شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی، ایک مطالعہ، ص54،55)

دورانِ قید خطوط:

مالٹا کی قید کے دوران لکھے گئے خطوط سے بھی حضرت شیخ الہندؒ کے عزم و استقامت اور تعلق مع اللہ کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ حضرت مولانا سید اصغر حسین دیوبندیؒ لکھتے ہیں:

"ان خطوط میں کیا ہوتا تھا۔ معمولی سلام و دعا، عزیزوں دوستوں کے صدماتِ وفات پر تعزیت و افسوس۔ عالم آخرت کی طرف ترغیب۔ دنیا اور تکالیف و مصائبِ دنیا کا سریع الزوال اور فانی ہونا۔ رضا و تسلیم کی تلقین۔ ایک تعزیت نامہ میں مستورات کو تحریر فرماتے ہیں:

'دنیا میں کوئی چیز یوں ہی نہیں ہو جاتی۔ جو کچھ ہوتا ہے، اس کا کرنے والا حق تعالیٰ ہے۔ ہر کام میں اس کی حکمتیں اور رحمتیں ہیں۔ جن کو وہی جانتا ہے۔ تمام دنیا کو اس نے پیدا اور آباد کیا۔ پھر ایک دن سب کو فنا کر دے گا۔ اور پھر سب کو نئے سرے سے پیدا کرے گا۔ اس کے ہر حکم کو حق سمجھنا چاہیے۔ راحت ہو یا مصیبت، ہمت کر کے سر پر رکھ لینا چاہیے۔ اور اس کی رحمت سے کبھی مایوس نہ ہونا چاہیے۔'

گھر میں اہلیہ صاحبہ کو تحریر فرماتے ہیں:

'خدا کے سوا کوئی کچھ نہیں کر سکتا۔ اسی پر نظر رکھو۔ اور اسی سے دعا کرو۔ دنیا کے تمام قصے بھلے اور برے ختم ہو جانے والے ہیں۔ اس لیے زیادہ خیال کرنے کے لائق نہیں۔ صبر اور سکوت سے جس طرح ہو سکے، اپنے دن گزارو۔ اور اللہ کی رحمت سے متوقع اور اس کی ناراضی سے ڈرتے رہو۔'

دوسرے خط میں فرماتے ہیں:

'دنیا بہت گندی اور ناپائیدار ہے۔ اللہ کے سوا کسی سے امید رکھنا بالکل غلط ہے۔ جو احسان کرے، اس کا احسان ماننا چاہیے اور اللہ کا شکر کرنا چاہیے کہ اس نے اپنے کسی بندہ سے ہم کو نفع پہنچایا اور جو احسان نہ کرے، اس کی شکایت ہر گز نہ چاہیے۔'

ایک اور خط میں لکھتے ہیں:

بات قابلِ فکر صرف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ہم سب کا خاتمہ ایمان پر کرے اور کوئی امر قابلِ فکر و اندیشہ نہیں۔ آدمی کی سعادت اور خوش قسمتی بس یہی ہے کہ اپنے اللہ رحیم و کریم کو کسی حال میں نہ بھولے اور جہاں تک ہو سکے اس کے حکم کو مانے۔ باقی کوئی چیز چنداں اعتبار کے قابل نہیں۔ حسبنا الله و نعم الوكيل ولا حول ولا قوة الا بالله العظيم۔'

دوسری جگہ لکھتے ہیں:

حق سبحانہ جو تکلیف ڈالتا ہے، اس کے سامنے قری محصنہ اوربروج مشیدہ نسج عنکبوت سے زیادہ کام نہیں دیتے۔ اور راحت دیتا ہے۔ اس کے آگے غربت و بے کسی و درماندگی و بے دست و پائی سب هَبَاءً مَّنثُورًا بن جاتی ہیں۔

گر انست توقیع احسانِ اوست

ورانیست منشور احسان اوست

۱۳ رجب ۱۳۳۷ھ کو تحریر فرماتے ہیں:

'کچھ تحریکات جو پہلے سے شروع تھیں، اب اُن کا کچھ ظہور ہو رہا ہے، مگر بہت آہستگی سے۔ بہر حال سلسلہ شروع ہے۔ حق تعالیٰ کو جو منظور رہے۔ لابد ایک روز پورا ہی ہو جائے گا۔'

ایک خانگی خط میں ارشاد فرماتے ہیں:

'بندہ کی سعادت مندی اس میں ہے کہ مالکِ حقیقی کے حکم کو گو وہ نفس پر کتنا ہی شاق ہو، بصبر و رضا سر پر رکھ لے اور اس کی رحمت پر بھروسہ رکھے۔ پریشان نہ ہو۔ اس کی قدرت و رحمت میں سب کچھ ہے۔ اس کی قدرت کے سامنے کوئی چیز لاعلاج نہیں۔ تکلیف کو راحت، راحت کو تکلیف کر دینا اس کو ہرگز دشوار نہیں۔'

(حیات شیخ الہند، ص ۱۴۲، ۱۴۱)

## رہائی:

حضرت شیخ الہندؒ کے مالٹا میں قید کے دوران ہندوستان کے حالات بہت دگر گوں رہے۔ ابتدا میں حکومت کی طرف سے حضرت کی جہادی تحریک کے ارکان اور متعلقین کو بہت ہراساں اور پریشان کیا گیا۔ تحریکِ جہاد کے ارکان کی گرفتاری کے لیے جابجا چھاپے مارے گئے اور گرفتاریاں ہوئیں۔ تاہم وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ حالات معمول پر آ گئے۔ البتہ حضرت شیخ الہندؒ کی جدائی آپ کے شاگردوں اور جانثاروں کے لیے ایک ایسی کسک تھی، جس کی ٹیسیں رہ رہ کر دل میں اٹھتی تھیں اور بے قابو بنا دیتی تھیں۔ اس لیے دارالعلوم دیوبند کے ذمہ داران اور ملکی سطح کے سیاسی قائدین، جو سب حضرت شیخ الہندؒ کے نیازمندوں میں تھے، برابر حضرت کی رہائی کے لیے اپنی حد تک کوششیں کرتے رہے۔ بالآخر دسمبر ۱۹۱۹ء میں جب حکومت کی طرف سے یہ اعلان ہوا کہ 'سیاسی قیدیوں کو جلد رہائی ملے گی'، تو مایوسی کے بادل چھٹنے لگے اور 'اسیر انِ مالٹا' کی رہائی کی مبارک گھڑی کا انتظار کیا جانے لگا۔ ہندوستان کے لوگ حضرت شیخ الہندؒ کی رہائی اور آمد کی خوش خبری سننے کو بے تاب تھے۔ ادھر حضرت شیخ الہندؒ ۲۲ جمادی الثانی ۱۳۳۸ھ (مطابق ۱۲/ مارچ ۱۹۲۰ء) کو مالٹا سے روانہ ہو چکے تھے۔ راستے میں اسکندریہ، سوئس اور عدن رکتے ہوئے بالآخر ۲۰ رمضان المبارک ۱۳۳۸ھ (مطابق ۸/ جون ۱۹۲۰ء) کو حضرت شیخ الہندؒ کا مقدس قافلہ بمبئی کے ساحل پر پہنچا۔ جہاں آپ کے استقبال کے لیے عوام کے علاوہ بڑی تعداد میں آپ کے مُحبّین، معتقدین، متعلقین، تحریکِ جہاد سے وابستہ ارکان، تلامذہ، مریدین اور سیاسی قائدین (جن میں ہندو لیڈر مسٹر گاندھی بھی شامل تھے) موجود تھے۔ دو دن آپ نے بمبئی میں قیام فرمایا۔ اسی دوران خلافت کمیٹی بمبئی کی طرف سے آپ کو استقبالیہ پیش کیا گیا، جس میں آپ کو 'شیخ الہند' کے خطاب سے نوازا گیا، جو بعد میں آپ کے اسمِ گرامی کا جزبن گیا۔

۲۲ رمضان المبارک (۱۰ جون) کو بمبئی سے روانہ ہو کر ۲۴ رمضان المبارک (۱۳ جون) کو آپ دہلی رونق افروز ہوئے۔ دہلی کے اسٹیشن پر آپ کا پُرتپاک استقبال کیا گیا۔ اگلے دن آپ دیوبند کے لیے روانہ ہوئے۔ راستے میں ہر اسٹیشن پر آپ کی زیارت کے لیے بہت بڑا مجمع موجود تھا۔ نعرہ ہائے تکبیر کی گونج سے جابجا اسلامی شان و شوکت کا اظہار ہوتا تھا۔ غازی آباد میرٹھ، مظفر نگر سے ہوتے ہوئے بالآخر جب گاڑی دیوبند اسٹیشن پر پہنچی تو پورے پلیٹ فارم پر تل دھرنے کو جگہ نہ تھی۔ 'نعرۂ تکبیر-اللہ اکبر' سے فضا گونج رہی تھی اور لوگ پروانہ وار آپ کی زیارت کے لیے ایک دوسرے پر گرے پڑتے تھے۔ آپ اولاً دارالعلوم دیوبند کے دارالحدیث میں رونق افروز ہوئے اور دعا فرمائی۔

## مالٹا سے رہائی کے بعد شیخ الہندؒ کی سیاسی سرگرمیاں:

جس وقت حضرت شیخ الہندؒ ہندوستان واپس تشریف لائے تو یہاں کی سیاسی فضا خاصی گرم تھی۔ نومبر ۱۹۱۹ء میں 'جمعیۃ العلماء' کا قیام عمل میں آ چکا تھا، جس میں تمام مکاتبِ فکر کے علماء شامل تھے اور خلافت تحریک زور و شور سے جاری تھی۔ حضرت شیخ الہندؒ نے ان تحریکات کو قوت بہم پہنچائی۔ چناں چہ آپ نے انگریز کے بائیکاٹ (ترک موالات) کے بارے میں ۱۹ جولائی کو ایک فتویٰ جاری فرمایا، جو بعد میں جمعیۃ علمائے ہند کی طرف سے کئی سو علماء کے تائیدی دستخطوں کے ساتھ شائع ہوا۔

## جامعہ ملیہ کی افتتاحی تقریب کی صدارت:

تحریک ترکِ موالات سے متأثر ہو کر مولانا محمد علی جوہرؒ کی کوشش سے علی گڑھ مسلم یونی ورسٹی کے ڈیڑھ سو طلباء نے یونی ورسٹی چھوڑ کر اپنی الگ آزاد یونیورسٹی 'جامعہ ملیہ' کے نام سے قائم کی، جس کی افتتاحی تقریب کی صدارت کے لیے حضرت شیخ الہندؒ سے درخواست کی گئی۔ حضرت اس وقت بیماری کی وجہ سے سخت علیل اور صاحب فراش تھے، جس کی وجہ سے بہت زیادہ کمزور ہو چکے تھے۔ البتہ جذباتِ حریت کے تحت علی گڑھ کے سفر پر تیار ہو گئے۔ اہلِ تعلق حضرات کے روکنے پر فرمایا:

'اگر میری صدارت سے انگریز کو تکلیف ہو گی تو مَیں اس جلسے میں ضرور شریک ہوں گا۔'

(اسیر انِ مالٹا، ص ۷۵)

چنانچہ آپ نے انتہائی تکلیف اور ضعف کے باوجود اپنے خدام کے ساتھ علی گڑھ کا سفر فرمایا اور ۱۶ صفر ۱۳۳۹ھ (۱۱۹ کتوبر ۱۹۲۰ء) کو جامعہ ملیہ کی افتتاحی تقریب کی صدارت فرمائی، لیکن ضعف اتنا تھا کہ خود خطبۂ صدارت پڑھنے کی سکت نہ تھی۔ چناں چہ آپ کے شاگردِ رشید حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے آپ کی طرف سے خطبۂ صدارت پڑھ کر سنایا۔ علی گڑھ سے واپس دیوبند تشریف لائے، لیکن جب علالت تشویش ناک

صورت اختیار کر گئی تو خدام اور متعلقین کے اصرار پر علاج کے لیے دہلی تشریف لے گئے۔ڈاکٹر مختار احمد انصاری کے مکان پر قیام ہوا۔اسی دوران 'جمعیۃ علمائے ہند' کے اجلاس میں شرکت کی نوبت آ گئی۔

## جمعیۃ العلماء کے اجلاس میں شرکت:

نومبر ۱۹۱۹ء میں 'جمعیۃ علمائے ہند' کا قیام عمل میں آ چکا تھا۔جس میں تمام مکاتبِ فکر کے علماء شامل تھے۔چوں کہ 'جمعیۃ علمائے ہند' کی قیادت حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ کے شاگردوں اور معتقدوں پر مشتمل تھی اور تحریکِ جہاد میں اہم اور بنیادی کردار کی وجہ سے تمام مکاتبِ فکر کے علماء آپ کی سیادت و قیادت کے معترف تھے،اس لیے تمام حضرات کی یہ خواہش تھی کہ آپ 'جمعیۃ علمائے ہند' کے اجلاس کی صدارت فرما کر جدوجہدِ آزادی کو تقویت پہنچائیں۔چوں کہ آپ دہلی میں بغرضِ علاج مقیم تھے،اس لیے اجلاس کی صدارت کی درخواست قبول فرما لی۔خطبۂ صدارت خود لکھنے کی طاقت نہ تھی،اس لیے آپ کی ہدایت پر آپ کے خاص شاگردوں نے لکھا۔البتہ حضرت نے ایک ایک حرف نہایت توجہ سے سن کر ترمیم و اضافہ کروایا۔جمعیۃ العلماء کے اجلاس کی اہمیت اور اپنے قلبی اور قوی تعلق کے تقاضے سے آپ کی خواہش یہ تھی کہ مقام اجلاس پر جا کر شریک ہُوں۔اس لیے حضرت بار بار اس کا قصد بھی فرماتے رہے،لیکن معالجین نے اس کو مضر سمجھا اور باادب اصرار کے ساتھ منع کیا تو مرض کی تکالیف اور معالجین کی ممانعت سے مجبور ہو گئے۔تیسرے دن جمعیۃ کے آخری اجلاس میں آپ کی سب سے آخری تقریر پڑھی گئی،جو مختصر،مگر نہایت پُر مغز اور جامع و مانع تھی۔اس لیے اگرچہ ظاہری شرکت سے مجبور رہے،لیکن حضرت ان ایام میں دہلی میں قیام فرما رہے،جو کہ منتظمین اور کارکنان کے لیے حوصلہ افزائی کا باعث بن گیا۔

## علالت اور وفات:

مالٹا سے واپسی پر حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ کی صحت روز بروز گرتی جا رہی تھی۔قید کے دوران متعدد امراض لاحق ہو گئے تھے۔پھر رہائی کے بعد دیوبند تشریف لاتے ہی بخار ہو گیا۔۶صفر ۱۳۳۹ھ کو مرض الوفات شروع ہوا۔علاج معالجہ اور عمدہ و اعلیٰ قسم کی دوائیوں کے استعمال کے باوجود بیماری کا سلسلہ جاری رہا اور اسی حالتِ مرض میں متعدد سفر (علی گڑھ وغیرہ کے) پیش آ گئے۔دہلی میں ڈاکٹر مختار احمد انصاری کے مکان پر قیام
کے دوران مسیح الملک حکیم اجمل خاں،ڈاکٹر مختار احمد انصاری،حکیم عبد الرزاق صاحبان 1
نے علاج معالجے کی خدمت انتہائی عقیدت و محبت کے ساتھ انجام دی اور ایسی قیمتی اور نایاب دوائیاں استعمال کرائیں،جو بادشاہوں کو بھی میسر نہیں ہوتیں،لیکن مالٹا میں جن
شدائد و امراض سے واسطہ پڑا تھا،شاید ان کا علاج دواؤں سے ممکن نہ تھا۔اس لیے رُوبہ 2
صحت نہ ہو سکے اور بالآخر ڈاکٹر انصاری کے مکان پر حضرت کا وصال ہو گیا۔وفات سے کچھ ہی دیر پہلے حضرت پر گریہ طاری ہو گیا۔خدام نے وجہ دریافت کرنا چاہی کہ علاج معالجہ ہو سکے،لیکن حضرت جواب میں کچھ ارشاد نہ فرماتے۔بار بار استفسار پر فرمایا: 'میری تمنا اور زندگی بھر کی دعا یہ تھی کہ 'اسلام کے لیے جہاد کرتا ہوا مارا جاؤں۔اور میری ہڈی پسلی گھوڑوں کی ٹاپوں میں پس جائے۔اور صبحِ قیامت سُرخ رُو ہو کے اٹھوں۔اور اب جب کہ میرا آخری وقت آ پہنچا ہے،دعا کے قبول نہ ہونے کا غم ستا رہا ہے۔' یہ فرما کر کلمۂ طیبہ پڑھا اور روح قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی۔

(حیات شیخ الہند،ص ۲۲۴ تا ۲۲۵)

وفات کے بارے میں شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

'مولانا شبیر احمد صاحب مرحوم کا بیان ہے (جسے مولانا محمد جلیل صاحب نے نقل فرمایا) کہ حضرت نے تھوڑی دیر آنکھیں کھول کر چھت کی طرف دیکھا پھر فرمایا کہ 'مرنے کا تو کچھ افسوس نہیں ہے،مگر افسوس ہے کہ مَیں بستر پر مر رہا ہوں۔تمنا تو یہ تھی کہ مَیں میدانِ جہاد میں ہوتا اور اعلائے کلمۃ الحق کے جرم میں میرے ٹکڑے کیے جاتے۔' اس کے بعد بلند آواز سے اللہ اللہ سات مرتبہ کہا۔آٹھویں مرتبہ آواز بند ہو گئی۔دیکھا تو زبان تالو سے لگی ہوئی تھی۔مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب نے سورۃ یٰسین شروع کی،مگر وہ جوشِ گریہ اور ادب کی وجہ سے بلند آواز سے نہیں پڑھ سکتے تھے۔اس لیے مولوی حافظ محمد الیاس صاحب (بانی، تبلیغی جماعت) نے پڑھنا شروع کی۔سورۃ قریب الختم ہوئی تو حضرت نے خود بخود حرکت کر کے اپنا بدن سیدھا اور درست کر لیا... ہاتھوں کی انگلیاں کھول کر سیدھی کر لیں اور آٹھ بجے،جب کہ مولوی صاحب بالکل اخیر سورۃ پر پہنچے تو حضرت نے ذرا آنکھ کھولی اور تصدیق قلبی کی تائید کے لیے زبان کو حرکت دی اور خاص 'الیہ تُرجعون' کی آواز پر قبلہ رخ ہو کر ہمیشہ کے لیے آنکھ بند کر لی۔یُسر اور سہولت سے سانس منقطع ہو گیا۔اور روح مقدس روح و ریحان و جنتِ نعیم کی بہار دیکھنے کے لیے تمام اہل اسلام کو یتیم و بے کس چھوڑ کر دنیا سے رخصت ہوئی اور رفیقِ اعلیٰ سے جا کر مل گئی۔اناللہ وانا الیہ راجعون۔'

(نقشِ حیات،ج ۲،ص ۲۷۰،۲۶۹)

## تحریک شیخ الہند کا مقصد و منہج:

شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن رحمہ اللہ کی تحریکِ جہاد کی مذکورہ بالا مختصر تاریخ سے واضح ہوتا ہے کہ:

دارالعلوم دیوبند کے قیام کا اصل مقصد '۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی کی تلافی اور اسلامی نظام کا احیاء' تھا اور شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن رحمہ اللہ کی زندگی کا مشن اور ان کی تحریکِ جہاد کا منشاء و مقصد بھی یہی تھا۔

شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن رحمہ اللہ اسلاف کی روایت کے مطابق اور اپنے عظیم استاذ حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ اور دادا پیر سید الطائفہ حضرت حاجی

امداد اللہ مہاجر مکی رحمہ اللہ کے طرزِ عمل کے مطابق 'جہادی اور عسکری' نہج پر اسلامی نظام کا احیاء چاہتے تھے اور ثمرۃ التربیت، جمعیۃ الانصار اور تحریک ریشمی رومال اسی ایک ہی سلسلے کی تدریجی کڑیاں تھیں۔

3. اسلامی نظام کے قیام کے لیے عدمِ تشدد اور پُرامن طریقہ شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن رحمہ اللہ کی ایجاد اور طے کردہ پالیسی نہیں، بلکہ یہ ہندوستان کے دیگر لیڈروں بالخصوص گاندھی جی کا طے کردہ راستہ تھا، جس کی شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن رحمہ اللہ نے مالٹا سے رہائی کے بعد محض تائید کی تھی اور بس! البتہ آپ کا اپنا اصل منہج اور ذوق و رجحان آخر دم تک جہادی و عسکری تھا۔ جیسا کہ گزشتہ سطور میں وفات کے واقعہ میں گزر چکا ہے۔

4. جمعیۃ علمائے ہند کا ابتدائی تصور پیش کرنے والے حضرت مولانا عبدالباری فرنگی محلی تھے، جب کہ اس کو باقاعدہ شروع کرنے والے حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ دہلویؒ تھے، جو اس کے پہلے صدر بھی بنے۔ حضرت شیخ الہند نے رہا ہونے کے بعد جمعیۃ علمائے ہند کے پروگرام کی تائید فرمائی تھی اور بس! حضرت شیخ الہندؒ نہ تو جمعیۃ علمائے ہند کے بانی ہیں اور نہ جمعیۃ علمائے ہند کا طے کردہ طریقہ حضرت شیخ الہندؒ کا اصلی اور حقیقی منہج تھا۔ لیکن صد افسوس! حضرت شیخ الہندؒ کے بعض نام لیوا کچھ عرصے سے نہ صرف حضرت شیخ الہندؒ کے مشن و منہج کو مسخ کر کے پیش کر رہے ہیں، بلکہ تاریخ کی واضح اور کھلی حقیقتوں کا انکار کر کے باطل افکار و نظریات کو حضرت شیخ الہندؒ کے سر تھوپ رہے ہیں۔

اب ہم حضرت شیخ الہندؒ کے مشن و منہج کو سامنے رکھتے ہوئے حضرت شیخ الہندؒ کے بعض نام لیواؤں اور نام نہاد وارثوں کے افکار و نظریات کا مختصر طور پر جائزہ لیتے ہیں، تاکہ حقائق واضح ہو سکیں اور امت کے نوجوان صراطِ مستقیم پر چل سکیں۔

### جمعیۃ علمائے ہند اور عدمِ تشدد و پُرامن جدوجہد کا بانی:

حضرت شیخ الہندؒ کے بعض نام لیوا اور نام نہاد وارث ایک بات تو یہ کہتے ہیں کہ 'تحریک ریشمی رومال کے راز کے افشاء اور مالٹا کی قید سے رہائی کے بعد حضرت شیخ الہندؒ نے 'جہادی و عسکری منہج' ترک کرتے ہوئے جمعیۃ علمائے ہند قائم کی اور عدمِ تشدد اور پُرامن جدوجہد کا طریقہ اختیار کیا۔ یعنی عدمِ تشدد اور پُرامن جدوجہد کی پالیسی حضرت شیخ الہندؒ کی طے کردہ ہے۔

یاد رکھیں! تاریخی طور پر مذکورہ دعویٰ درست نہیں ہے۔ کیوں کہ تاریخ کی کھلی اور واضح حقیقت یہ ہے کہ جمعیۃ علمائے ہند کے بانی حضرت شیخ الہندؒ نہیں، بلکہ مولانا مفتی کفایت اللہ دہلویؒ ہیں اور وہی اس کے پہلے صدر بھی تھے۔ رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمن لدھیانویؒ (سابق صدر، مجلس احرار ہند) لکھتے ہیں:

'پہلی جنگ عظیم میں ہندوستان کے تمام مقتدر مسلمان رہنما نظر بند کر دیے گئے تھے اور حضرت مولانا شیخ الہند محمود حسن رحمہ اللہ دیوبندی اور آپ کے رفقائے کار حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی، حضرت مولانا عزیز گل، مولانا حکیم نصرت صاحب مرحوم، مولانا وحید احمد مرحوم کو مکہ معظمہ سے گرفتار کر کے مالٹا پہنچا دیا گیا۔ آپ کے جو ساتھی ہندوستان میں تھے، وہ تقریباً سب کے سب ہندوستان میں نظر بند کر دیے گئے۔ مولانا محمد علی مرحوم، مولانا شوکت علی مرحوم اور مولانا ابوالکلام آزاد کو بھی حکومتِ ہند نے گرفتار کر کے ہندوستان کے مختلف مقامات پر نظر بند کر دیا تھا۔ حکومت کی اس متشددانہ پالیسی کے باوجود جن حضرات نے حوصلے اور پامردی کے ساتھ ملک کی رہنمائی کی، اُن میں سب سے پہلے مفتی اعظم محمد کفایت اللہ مرحوم اور آپ کے ساتھیوں میں ڈاکٹر مختار احمد انصاری مرحوم، حکیم اجمل خاں مرحوم اور حضرت مولانا عبدالباری مرحوم فرنگی محلی کے اسمائے گرامی ہندوستان کی تاریخِ سیاست کے صفحۂ اول پر نظر آتے ہیں۔ برطانوی استعمار کے خلاف نظر بندوں کی رہائی کے مطالبے کے عنوان سے تحریک کو منظم طریقے سے چلانے کا فیصلہ کیا گیا۔ چناں چہ ہندوستان میں جو لوگ تھے، انہوں نے اس تحریک کو چلایا۔ اس وقت حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب مرحوم کے ذہن میں جمعیت علمائے ہند کے بنانے کا خیال پیدا ہوا۔ اگرچہ اس سے پہلے مولانا عبدالباری مرحوم نے 'علمائے ہند' کے نام سے ایک جماعت کے بنائے جانے کے خیال کا اظہار کیا تھا، لیکن وہ اپنی کثیر مصروفیات کی وجہ سے اس طرف دھیان نہ دے سکے۔ حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب مرحوم نے 'جمعیۃ علمائے ہند' کی داغ بیل ۱۹۱۹ء میں دہلی میں ڈالی۔ اس کے قیام اور انتظام و انصرام میں حضرت مولانا احمد سعید صاحب، حضرت مفتی صاحب مرحوم کے شریک کار تھے۔ چناں چہ حضرت مفتی صاحب کی دعوت پر ہندوستان کے تمام صوبوں سے چیدہ چیدہ علماء دہلی تشریف لائے تھے۔'

(مفتی کفایت اللہ دہلوی ایک مطالعہ، ص۱۰۹ تا ۱۱۰)

رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمن لدھیانویؒ مزید لکھتے ہیں:

'جمعیت علمائے ہند کا قیام، نشوونما اور ترقی و استحکام حضرت مفتی صاحب کے فکر، تدبر اور رہنمائی کا رہینِ منت ہے۔ مولانا احمد سعید صاحب نے پورے اخلاص اور دیانت داری سے مفتی صاحب مرحوم کا ہمیشہ ساتھ دیا۔'

(مفتی کفایت اللہ دہلوی ایک مطالعہ، ص111)

ڈاکٹر ابو سلمان شاہ جہان پوری صاحب لکھتے ہیں:

'حضرت مفتی صاحب جمعیت علمائے ہند کے پہلے صدر ہی نہیں، اس کے بانیان میں سرفہرست، داعی و محرک اور سب سے سرگرم رکن بھی تھے۔ ان کا مدرسہ 'امینیہ' جمعیت کا مرکز اور ان کا کمرۂ خاص اس کا دفتر تھا۔ وہ دفتر کے ناظر، ریکارڈ کیپر اور مالیات

کے محاسب بھی تھے۔مولانا حفیظ الرحمن واصفؔ صاحب (حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب رحمہ اللہ کے فرزند) نے لکھاہے کہ حضرت مفتی صاحب کو علمائے ہند کی ایک جماعت کے قیام کا خیال اُس وقت آیا تھا، جب وہ نظر بندانِ اسلام کے تعارف کے سلسلے میں ۱۹۱۸ء میں حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن کے حالات میں ایک رسالہ لکھ رہے تھے۔'

(مفتی کفایت اللہ دہلوی ایک مطالعہ، ص118)

جمعیت علمائے ہند کے پہلے آئین اور طریقہ کار کی ترتیب کے بارے میں رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمن لدھیانویؒ لکھتے ہیں:

'جمعیت کا آئین اور طریقِ کار مرتب کرنا بہت مشکل مسئلہ تھا، مگر بقول مولانا عبد الباری مرحوم اگر یہ کام مفتی کفایت اللہ صاحب کے سپرد کر دیا جائے تو وہ یہ مسودہ چند گھنٹوں میں تیار کر دیں گے۔ چنانچہ مفتی صاحب نے چند گھنٹوں میں واقعی جمعیۃ علمائے ہند کے لیے ایک آئین اور آئندہ کے طریق کار کا مسودہ تیار کر کے علماء کے سامنے پیش کر دیا'

(مفتی کفایت اللہ دہلوی ایک مطالعہ، ص111)

مذکورہ بالا اقتباسات سے یہ واضح ہوتا ہے کہ

1. جب جمعیۃ علمائے ہند قائم کی گئی تو حضرت شیخ الہندؒ اس وقت مالٹا میں قید تھے۔
2. جمعیۃ علمائے ہند کے قیام کا خیال پہلے پہل حضرت علامہ مولانا عبد الباری فرنگی محلیؒ نے پیش کیا تھا، لیکن وہ اپنی مصروفیات کی وجہ سے اس کو خود عملی جامہ نہ پہنا سکے تو مولانا مفتی کفایت اللہ دہلویؒ نے اپنے ہم خیال علماء کے ساتھ مل کر اسے باقاعدہ قائم کیا۔
3. جمعیۃ علمائے ہند کا پہلا آئین اور طریقہ کار بھی مولانا مفتی کفایت اللہ دہلویؒ نے مرتب کیا۔

## کیا عدمِ تشدد اور پُرامن جدوجہد کی پالیسی حضرت شیخ الہندؒ کی طے کردہ ہے؟

حضرت شیخ الہندؒ کے حوالے سے دوسری بات یہ کہی جاتی ہے کہ عدمِ تشدد اور پُرامن جدوجہد (جسے ہندی زبان میں 'ستیہ گرہ اور اہنسا' اور عربی میں 'مقاومت بالصبر' کہا گیا) کی پالیسی حضرت شیخ الہندؒ کی طے کردہ ہے۔ حالانکہ تاریخی طور پر یہ بات درست نہیں ہے۔ تاریخ کی کھلی اور واضح حقیقت یہ ہے کہ عدمِ تشدد اور پُرامن جدوجہد کی پالیسی ہندوستان کی دیگر جماعتوں نے اختیار کی، جسے بعد میں جمعیۃ علمائے ہند نے بھی اپنا لیا تھا۔ دسمبر ۱۹۱۸ء میں مسلم لیگ کے اجلاس میں ہندوستان کے سرکردہ علماء حضرت مولانا عبد الباریؒ فرنگی محلی، مفتی کفایت اللہ دہلویؒ، مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ وغیرہم شریک ہوئے۔ مولانا سید محمد میاںؒ اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

'بہر حال پُرامن اور آئینی سیاست کے پلیٹ فارم پر علمائے امت کا یہ پہلا اجتماع تھا۔ اگرچہ یہ بھی حقیقت ہے کہ اپنے مطالبات منوانے کے لیے کوئی مؤثر پروگرام اس وقت تک نہ کانگریس کے پاس تھا نہ مسلم لیگ کے پاس... صرف عرض داشتیں تھی یا احتجاجات اور یہی سبب تھا کہ کانگریس اور مسلم لیگ کا اجتماع ہو رہا تھا۔ ۱۹۱۹ء کے ابتدائی مہینے وہ ہیں، جن میں ستیہ گرہ کا پروگرام دریافت کیا گیا اور ملک کو اس پر چلنے کی دعوت دی گئی، لیکن اس وقت ستیہ گرہ کا منشاء محض رولٹ ایکٹ کا مقابلہ تھا۔ البتہ اس کے بعد مفکرینِ ہند نے ایک قدم اور آگے بڑھایا۔ آزادیِ ہند کو ایک اقتصادی تقاضا قرار دے کر ہندوستان کی سیاست کو تمام دنیا کی سیاست کے ساتھ وابستہ کر دیا اور ایک بعید منزل کے لیے ترکِ موالات اور ستیہ گرہ کو حصولِ مطالبات کا پروگرام مقرر کر لیا۔'

(علمائے حق اور ان کے مجاہدانہ کارنامے، حصہ اول، ص226)

مولانا سید محمد میاںؒ جمعیت علمائے ہند کے قیام کا پس منظر بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

'پریس کی قانونی بندشیں اگر اٹھالی جائیں تو علَم بردارانِ توحید حریتِ ہند کی جو تاریخ تعصب اور جنبہ داری سے پاک کر کے مرتب کی جائے گی، اس میں سب سے پہلے اُنہی علمائے ملت کے نام ہوں گے، جنہوں نے صرف پچاسی سال کی قلیل مدت میں جہاد بالسیف کے ذریعے سے آزادی وطن اور اسلامی اقتدار کو دوبارہ زندہ کرنے کی چار مرتبہ منظم جدوجہد کی۔ حتی کہ ۱۹۱۴ء کی جنگِ عظیم نے تمام دنیا کی سیاست کا نیا جغرافیہ مرتب کیا اور اس جدوجہد کی کامیابی کے امکانات ایک ایک کر کے ختم کر دیے گئے۔ ایثار اور قربانی کی خُوگر جماعت، جس کی فطرت آزاد اور جس کی سرشت حریت اور استقلال کے جذبات سے لبریز ہے، اُس وقت بہت پریشان تھی۔ یکایک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تیرہ سالہ مکہ والی مقدس زندگی نور ہدایت بن کر سامنے آئی۔ 'مقاومت بالصبر' یعنی صحیح نصب العین کو سامنے رکھ کر تمام مصائب کو صبر و تحمل سے انگیز کرنا اور مارنے کے بجائے قربان ہونا، تا آنکہ نصب العین حاصل ہو۔ اس سیز دہ (تیرہ) سالہ مقدس زندگی کا اصل اصول تھا یُشیر الیہ قولہ تعالی: 'كُفُّوْا أَيْدِيَكُمْ وَ أَقِيْمُوا الصَّلوٰةَ'(سورۃ النساء)

جنگ عظیم کے بعد ۱۹۱۹ء میں یعنی جب کہ ہندوستان کی تمام حریت پسند جماعتیں 'ریو یولیشن' اور پُرتشدد انقلاب کے تیر کمان کو توڑ کر صرف مقاومت بالصبر یا عدمِ تشدد اور اہنسا کے اصول ہی کو آخری چارہ تسلیم کر چکی تھیں۔ وہ یہ طے کر چکی تھیں کہ باہمی اشتراک و تعاون کے بغیر عدمِ تشدد کے اصول پر کامیابی نہیں ہو سکتی۔ علمائے ملت کی اسی دوراندیش جماعت نے مقاومت بالصبر اور مشترک جدوجہد کے اصول کو تسلیم کرنے اور کانگریس میں شریک ہونے کے ساتھ ایک ایسی جماعت کا وجود ضروری سمجھا، جس کا نصب العین شرعیات کا تحفظ ہو۔ جو مشترک جماعت کے لائحہ عمل اور تجاویز پر مذہبی روشنی میں غور وخوض کر کے مذہبی اصول اور احکام کے بموجب مسلمانوں کی رہنمائی کرتی رہے۔ یہ جماعت 'جمعیت علمائے ہند' ہے۔

(جمعیۃ العلماء کیا ہے؟، ص11 تا13)

ڈاکٹر ابو سلمان شاہ جہان پوری صاحب عدمِ تشدد اور پُر امن جدوجہد کے حوالے سے لکھتے ہیں:

’حضرت مفتی (کفایت اللہ) صاحب رحمہ اللہ اور ان کے رفقاء نے ازخود اس پروگرام کی اہمیت اور افادیت وقت کے حالات میں محسوس کر کے جمعیۃ علمائے ہند کے قیام سے پہلے حصہ لیا تھا۔ ۱۹۲۰ء اور اس کے بعد تو یہ ہندوستان کی ایک معروف تحریک بن گئی تھی۔ عام طور پر حریت پسند جماعتوں نے اِسے اختیار کر لیا تھا اور رفتہ رفتہ انقلابی جماعتیں بھی اس کی قائل ہوتی چلی گئیں۔‘

(مفتی کفایت اللہ دہلوی ایک مطالعہ، ص129)

حضرت شیخ الہندؒ فرماتے ہیں:

’اگر موجودہ زمانے میں توپ، بندوق، ہوائی جہاز کا استعمال مدافعت کے لیے جائز ہو سکتا ہے، (باوجود یہ کہ قرونِ اولیٰ میں یہ چیزیں نہ تھیں) تو مظاہروں اور قومی اتحادوں اور متفقہ مطالبوں کے جواز میں بھی تامل نہ ہو گا۔ کیوں کہ موجودہ زمانے میں ایسے لوگوں کے لیے، جن کے ہاتھ میں توپ، بندوق، ہوائی جہاز نہیں، یہی چیزیں ہتھیار ہیں۔‘

(خطباتِ جمعیۃ علمائے ہند، ج1، ص71، 72)

## عدمِ تشدد اور پُر امن جدوجہد کی پالیسی کا بانی:

عدمِ تشدد اور پُر امن جدوجہد کی پالیسی کا بانی کون ہے اور یہ کس کی ایجاد ہے؟ اس حوالے سے مولانا سید محمد میاںؒ لکھتے ہیں:

’اس دور میں تحریکِ آزادیِ وطن کی تاریخ کا ایک بہت بڑا طریق عمل سامنے آیا۔ یہ گاندھی جی کی ستیہ گرہ (مقاومت بالصبر) اور عدمِ تعاون و ترکِ موالات کا پروگرام تھا۔ اس پروگرام نے گاندھی جی کو نہ صرف ہندوستان کی سیاسی تاریخ میں صفِ اول کا رہنما بنا دیا، بلکہ عالمی سیاسی تاریخ میں ایک صاحبِ فکر سیاسی رہنما اور مدبر کی حیثیت سے ان کی شخصیت کو نمایاں کر دیا۔ گاندھی جی کو ان کے ذہن کی رسائی اور اس پروگرام کی تخلیق کا کریڈٹ ملنا چاہیے۔ البتہ گزشتہ باب کے حواشی میں ستیہ گرہ (مقاومت بالصبر) اور ترکِ موالات و لاتعاون سلبی کے حوالے سے جو چند ارشادات ضبطِ تحریر میں آئے ہیں، آخری فیصلے کے اعلان سے پہلے ان پر ایک نظر ضرور ڈال لینی چاہیے۔ یاد رکھنا چاہیے کہ ستیہ گرہ رولٹ ایکٹ نام کے ظالمانہ قانون اور اس کے نفاذ کے خلاف جذبات کے اظہار اور رائے عامہ کی تنظیم کا ایک طریقہ تھا۔ یہ فی نفسہٖ تحریک نہ تھی، جیسی کہ آزادیِ وطن کی تحریک تھی۔ اسی طرح ترک موالات اور لاتعاون سلبی تحریک نہ تھی۔ آزادیِ وطن کی تحریک کو کامیابی سے ہم کنار کرنے کا مؤثر لائحہ عمل یا پروگرام تھا۔ ستیہ گرہ مقصد نہیں تھا، ذریعہ تھا۔

(علمائے حق اور ان کے مجاہدانہ کارنامے، حصہ اول، ص227، 228)

مولانا سید محمد میاںؒ کے ارشاد کے مطابق ستیہ گرہ (مقاومت بالصبر) اور عدمِ تعاون و ترکِ موالات کے پروگرام کے بانی گاندھی جی ہیں اور یہ پروگرام پیش کرنے پر گاندھی جی نہ صرف ہندوستان کی سیاسی تاریخ، بلکہ عالمی سیاسی تاریخ میں صف اول کے رہنما بن گئے۔ اسی لیے مولانا سید محمد میاںؒ فرماتے ہیں کہ گاندھی جی کو ان کے ذہن کی رسائی اور اس پروگرام کی تخلیق کا کریڈٹ ملنا چاہیے۔ نیز یہ کہ ستیہ گرہ (مقاومت بالصبر) اور عدمِ تعاون و ترکِ موالات آزادیٔ وطن کی تحریک کو کامیابی سے ہم کنار کرنے کا مؤثر لائحہ عمل یا پروگرام تھا۔ ستیہ گرہ مقصد نہیں تھا، بلکہ آزادیِ وطن کی تحریک کا ایک ذریعہ تھا۔

یاد رکھیں! ہندوستان کے اکابر علماء، بالخصوص جمعیۃ علمائے ہند نے عدمِ تشدد، ستیہ گرہ (مقاومت بالصبر) اور عدمِ تعاون و ترکِ موالات کے پروگرام کو آزادیِ وطن کی تحریک کو کامیابی سے ہم کنار کرنے کے لیے مؤثر لائحہ عمل اور وقتی پالیسی کے طور پر اختیار کیا تھا۔ یہ مقصد اور کوئی مستقل پالیسی نہیں تھی۔ اس بات کی مزید وضاحت جمعیۃ علمائے ہند کے بانی اور پہلے صدر حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ دہلوی رحمہ اللہ کے درج ذیل فتوے سے ہوتی ہے۔ سائل کا استفتاء اور حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ رحمہ اللہ کا جواب درج ذیل ہے:

’**سوال:** عدمِ تشدد کے نام سے اس (گاندھی جی) نے ملک کے سامنے جو پروگرام رکھا ہے، اس کے متعلق ابتدا سے اُس کا دعویٰ رہا ہے کہ یہ پروگرام اخلاقی، روحانی اور مذہبی ہے، جس کے ذریعے وہ بنی نوعِ انسان کو نجات کی راہ دکھانا چاہتا ہے۔ چناں چہ اس کی اس تحریک کی یہ حیثیت اب واضح ہو گئی ہے۔

**جواب:** عدمِ تشدد بطور دینی حکم اور دینی عقیدے کے ایک سیکنڈ کے لیے بھی اہلِ اسلام کے نزدیک قابلِ پذیرائی نہیں اور نہ اس طرح مسلمانوں نے اسے تسلیم کیا۔ البتہ موجودہ بے بسی کے زمانہ میں بطور وقتی پالیسی کے اس کو تسلیم کیا گیا تھا اور اس میں کوئی محذور شرعی نہیں ہے۔

(کفایت المفتی، ج9، ص380، 381)‘

سائل کے استفتاء کے جواب میں حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ دہلوی رحمہ اللہ کی مذکورہ بالا تحریر ستمبر ۱۹۳۹ء کی ہے۔

قارئین کرام! آپ نے ملاحظہ فرما لیا کہ جمعیۃ علمائے ہند کے بانی اور پہلے صدر حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ دہلوی رحمہ اللہ خود اس بات کی وضاحت کر رہے ہیں کہ گاندھی جی کی عدمِ تشدد کی پالیسی کو اہلِ اسلام نے بطور دینی حکم اور دینی عقیدے کے قبول نہیں کیا تھا، بلکہ بے بسی کے اُس زمانے میں بطور وقتی پالیسی کے اس کو تسلیم کیا گیا تھا۔ البتہ حیرت کی بات یہ ہے کہ حضرت شیخ الہند کے بعض نام لیوا اور جمعیۃ علمائے ہند

کے اکابر کے مشن کے نام نہاد امین گاندھی جی کی عدمِ تشدد کی پالیسی کو حضرت شیخ الہند کا نام استعمال کرتے ہوئے نہ صرف بطور دینی حکم اور دینی عقیدے کے قبول کیے ہوئے ہیں، بلکہ اسے مستقل پالیسی کے طور پر اختیار کیے ہوئے ہیں اور زور وشور سے اس کا پرچار بھی کر رہے ہیں۔

## شیخ الہندؒ اور جمعیۃ علمائے ہند کا مقصد جمہوری ریاست کا قیام تھا؟

حضرت شیخ الہندؒ اور جمعیۃ علمائے ہند کے حوالے سے تیسری بات یہ کہی جاتی ہے کہ اُن کا مقصد ایک جمہوری ریاست کا قیام تھا۔ حالانکہ تاریخی حقائق اس دعوے کی نفی کر رہے ہیں۔ ہم سب سے پہلے اس حوالے سے حضرت شیخ الہندؒ کا نظریہ پیش کرتے ہیں۔ نومبر ۱۹۲۰ء کو جمعیۃ علمائے ہند کا اجلاس دہلی میں منعقد ہوا۔ حضرت شیخ الہندؒ اجلاس کے صدر تھے، لیکن آپ شدید علالت کی وجہ سے مقامِ اجلاس پر تشریف نہ لے جا سکے۔ البتہ آپ کی طرف سے جو تحریری خطبۂ صدارت پڑھا گیا، اس میں آپ فرماتے ہیں:

’کچھ شبہ نہیں کہ حق تعالیٰ نے آپ کی ہم وطن اور ہندوستان کی سب سے زیادہ کثیر التعداد قوم ’ہنود‘ کو کسی نہ کسی طریق سے آپ کے ایسے پاک مقصد کے حصول میں مؤید بنا دیا ہے۔ مَیں ان دونوں قوموں کے اتفاق و اجتماع کو بہت ہی مفید اور منتج سمجھتا ہوں۔ حالات کی نزاکت محسوس کر کے جو کوشش اس کے لیے فریقین کے عمائد نے کی ہے اور کر رہے ہیں، اس کی میرے دل میں بہت قدر ہے۔ کیوں کہ مَیں جانتا ہوں کہ صورتِ حال اگر اس کے خلاف ہو گی تو وہ ہندوستان کی آزادی کو آئندہ ہمیشہ کے لیے ناممکن بنا دے گی۔ ادھر دفتری حکومت کا آہنی پنجہ روز بروز اپنی گرفت کو سخت کرتا جائے گا۔ اور اسلامی اقتدار کا اگر کوئی دُھندلا سا نقش باقی رہ گیا ہے تو وہ بھی ہماری بداعمالیوں سے حرفِ غلط کی طرح صفحہ ہستی سے مٹ کر رہے گا۔

(خطباتِ جمعیۃ علمائے ہند، ج1، ص47)

مذکورہ اجلاس کے شرکاء کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

’فرزندانِ توحید آج تمہارے ایمان اور اخلاص کا امتحان لیا جا رہا ہے۔ خدا تعالیٰ دیکھ رہا ہے کہ کون اس کے جاہ و جبروت کے سامنے سر جھکاتا ہے اور کون ہے، جو دنیا کی ناپائیدار ہستیوں کے خوف سے خدا کی امانت میں خیانت کرتا ہے۔ اگر تم کو میدانِ محشر میں خدا کے سامنے پیش ہونا ہے، اگر تم کو رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کی آرزو ہے تو اس پاک دین کی حفاظت کرو۔ اس کے مقدس احکامات کی اطاعت کرو۔ اس کی امانتِ توحید کو برباد نہ ہونے دو۔ اور اس کی دی ہوئی عزت کو حقیقی عزت سمجھو۔ اسلام صرف عبادات کا نام نہیں، بلکہ وہ تمام مذہبی، تمدنی، اخلاقی، سیاسی ضرورتوں کے متعلق ایک کامل و مکمل نظام رکھتا ہے۔ جو لوگ زمانۂ موجودہ کی کشمکش میں حصہ لینے سے کنارہ کشی کرتے ہیں اور صرف حجروں میں بیٹھ رہنے کو اسلامی فرائض کی ادائیگی کے لیے کافی سمجھتے ہیں، وہ اسلام کے پاک وصاف دامن پر ایک بدنما دھبہ لگاتے ہیں۔ ان کے فرائض صرف نماز روزہ میں منحصر نہیں، بلکہ اس کے ساتھ اسلام کی عزت برقرار رکھنے اور اسلامی شوکت کی حفاظت کرنے کی ذمہ داری بھی ان پر عائد ہوتی ہے۔ وفقنا اللہ و ایاکم لما یحب و یرضیٰ۔

(خطباتِ جمعیۃ علمائے ہند، ج1 ص70، 71)

مزید فرمایا:

’کیا مسلمانوں کی ہزاروں خواتین اپنے نکاح وطلاق کے مقدمات میں غیر مسلم عدالتوں کے سامنے جا کر اسلامی احکام کے خلاف فیصلے کرانے پر مجبور نہیں؟ کیا شفعہ وقبضہ مخالفانہ وغیرہ کے قوانین شریعت اسلامیہ کے موافق ہیں؟ یہ تمام چیزیں ہیں، جن کی پوری نگہداشت جمعیۃ العلماء کے اہم فرائض میں سے ہے۔ اسی طرح اسلامی مذہبی تعلیم کے لیے مفید نظام قائم کرنا اور تمام اسلامی درس گاہوں کو ایک سلسلہ میں منسلک کرنا بھی علماء کے لیے ضروری فرائض میں داخل ہے۔ اسلامی اوقاف کا وسیع و عریض سلسلہ بھی ایک خاص نظم کا محتاج ہے۔ غرض کہ بہت سی اسلامی ضروریات ہیں، جو علماء کے ایک مرکز پر جمع نہ ہونے کی وجہ سے منتشر حالت میں تھیں۔ خدا تعالیٰ کا شکر اور احسان ہے کہ اس نے اپنی رحمت سے ان کو جمع کر دیا۔ اس اجتماع کی بدولت امید ہے کہ تمام پراگندہ اور منتشر امور کا نظام درست ہو جائے گا۔

(خطباتِ جمعیۃ علمائے ہند، ج1، ص72)

حضرت شیخ الہندؒ کے مذکورہ ارشادات سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ آپ کی تحریکِ جہاد اور مالٹا کی قید سے رہائی کے بعد کی جدوجہد کا مقصد ’اسلامی اقتدار‘ (اسلامی نظام) کا قیام تھا۔ کیوں کہ آپ اسلام کو ایک مکمل نظام یقین کرتے ہوئے اس کے قیام کے لیے جدوجہد کو ایک فریضہ سمجھتے تھے۔ نیز آپ سمجھتے تھے کہ علماء کے ایک مرکز پر جمع ہونے کی بدولت منتشر اسلامی ضروریات اور تمام پراگندہ امور کا نظام درست ہو جائے گا۔

نومبر ۱۹۲۰ء کو جمعیۃ علمائے ہند کا اجلاس دہلی میں منعقد ہوا۔ حضرت شیخ الہندؒ اجلاس کے صدر تھے۔ آپ شدید علالت کی وجہ سے مقام اجلاس پر تشریف نہ لے جا سکے۔ اس اجتماع کا سب سے اہم مسئلہ ’امیر الہند‘ کے تقرر کا تھا۔ آپ چاہتے تھے کہ ’امیر الہند‘ کا تقرر اس اہم موقع پر کر لیا جائے۔ اس اہم امر کی ضرورت اور اہمیت کے پیشِ نظر آپ نے اس پر زور دیا اور اس کے لیے بھرپور کوشش کی۔ مولانا عبدالصمد رحمانی صاحب لکھتے ہیں:

’جو لوگ اس میں شریک تھے، جانتے تھے کہ اس وقت حضرت شیخ الہند ایسے ناساز تھے کہ حیات کے بالکل آخری دور سے گزر رہے تھے۔ نقل و حرکت کی بالکل طاقت نہ تھی۔ اس کے باوجود ان کو اصرار تھا کہ اس نمائندہ اجتماع میں، جب کہ تمام اسلامی ہند

کے ذمہ دار اور اربابِ حل و عقد جمع ہیں، امیر الہند کا انتخاب کر لیا جائے۔ میری چارپائی کو اٹھا کر جلسہ گاہ میں لے جایا جائے۔ پہلا شخص مَیں ہوں گا، جو اُس امیر کے ہاتھ پر بیعت کرے گا۔ مگر نزاکتِ حال کو دیکھ کر طبیب و ڈاکٹر اور خدامِ مخلصین کی اس وقت رائے ہوئی کہ حضرت شیخ الہند کو تکلیف نہ دی جائے۔ اس مسئلہ کو حضرت شیخ الہند کی صحت پر اٹھا رکھا جائے، تاکہ پورے اطمینان اور انشراحِ صدر کے ساتھ اس کو عمل میں لایا جائے۔ اس وقت حضرت شیخ الہند کے اضطراب کے حقیقی سبب کو کوئی شخص نہیں سمجھ سکا، لیکن اس وقت انتخابِ امیر کے التواء و تعویق سے جو الجھنیں اور رکاوٹیں اس مسئلے میں پیدا ہوئیں، اس سے حضرت شیخ الہند کے اضطراب و بے چینی کے حقیقی سبب کو سمجھا جاسکتا ہے۔ آپ کی فراست اور بصیرتِ ایمانی اس حقیقت کو دیکھ رہی تھی کہ جس آسانی کے ساتھ اس وقت یہ مسئلہ بلا کسی اختلاف کے طے پا سکتا تھا، بعد میں ممکن نہ ہوگا۔ آپ جانتے تھے کہ یہ مسئلہ قواعد و ضوابط کا پابند نہیں۔ عمل و اقدام کا متقاضی ہے۔ بعد کے حالات نے ثابت کر دیا کہ حضرت شیخ الہند کی بے چینی درست تھی۔ آپ کے انتقال کے بعد خود اربابِ دیوبند دو گروہوں میں بٹ گئے۔ ایک مخصوص طبقہ مصالحِ وقت اور اپنی ذات کو ملی مفادات میں نظر انداز نہ کر سکا۔ علمائے فرنگی محل، جو ملی معاملات میں دیوبند اور جمعیۃ علمائے ہند سے نہ صرف قریب، بلکہ ان کے شریک رہے تھے۔ وہ اپنی مخصوص جماعت کے نقطۂ نظر سے سوچنے لگے۔ اور علمائے بدایوں، جو دیوبند کے مقابلے میں فرنگی محل سے ذہنی قُرب رکھتے تھے، وہ نظمِ جماعت اور امارتِ شرعیہ کے ایک ایسے نظامِ شیخ الاسلام کے بارے میں سوچنے لگے، جس میں مرکزیت اور مرجعیت اُنہیں حاصل ہو۔ غرض یہ کہ حضرت شیخ الہند کے انتقال سے ہندوستان کی اسلامی قوتیں فرادیٰ و متشتّت ہو گئیں۔ اور نظمِ جماعت کے اسلامی تصور کی حقیقت افتراق و اختلاف میں گم ہو گئی۔'

(شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی ایک مطالعہ، ص50، 51)

حضرت شیخ الہندؒ نے زندگی کے آخری ایام میں 'امیر الہند' کے تقرر کے لیے بھرپور کوشش کی اور آپ کی تمنا یہ تھی کہ مقرر ہونے والے 'امیر الہند' کے ہاتھ پر سب سے پہلے آپ ہی بیعت کریں گے۔ کیا 'امیر الہند' کے تقرر کی سعی اور اس کے ہاتھ پر بیعت کی تمنا 'جمہوری ریاست' کے لیے تھی؟ نہیں، ہرگز نہیں! حقیقت یہ ہے کہ حضرت شیخ الہندؒ کی فکر یہ تھی کہ برصغیر سے اسلامی حکومت کے خاتمے کے بعد مسلمانوں کے اجتماعی امور کو منظم کرنے کے لیے ایک امیر کا تقرر ہونا چاہیے، تاکہ جب تک اسلامی حکومت قائم نہیں ہوتی، تب تک اہلِ اسلام کے اجتماعی امور کو منظم کیا جاسکے۔

اب ہم دیکھتے ہیں کہ کیا جمعیۃ علمائے ہند کا مقصد ایک جمہوری ریاست کا قیام تھا؟ چناں چہ جمعیت علمائے ہند کے اغراض و مقاصد درج ذیل ہیں:

'**دفعہ 3:** اسلامی نقطۂ نظر سے ملت اسلامیہ کی حسب ذیل امور میں رہنمائی اور جدوجہد کرنا۔

1 اسلام، مرکزِ اسلام (حجاز) جزیرۃ العرب اور شعائر اسلام کی حفاظت۔ اور اسلامی قومیت کو نقصان پہنچانے والے اثرات کی مدافعت۔

2 مسلمانوں کے مذہبی اور وطنی حقوق اور ضروریات کی تحصیل و حفاظت۔

3 علماء کو ایک مرکز پر جمع کرنا۔

4 ملت اسلامیہ کی شرعی تنظیم اور محاکم شرعیہ کا قیام۔

5 مسلمانوں کی مذہبی، تعلیمی، اخلاقی، معاشرتی، اقتصادی اصلاح اور اندرون ملک حسبِ استطاعت اسلامی تبلیغ و اشاعت۔

6 ممالکِ اسلامیہ اور دیگر ممالک کے مسلمانوں سے اسلامی اخوت و اتحاد کے روابط کا قیام و استحکام۔

7 شرعی حدود کے مطابق غیر مسلم برادرانِ وطن کے ساتھ ہمدردی اور اتفاق کے تعلقات کا قیام۔

(جمعیۃ العلماء کیا ہے، ص13، 14۔ خطبات جمعیۃ علمائے ہند، ج1، ص48، 49)

جمعیت علمائے ہند کے مذکورہ مقاصد اس جماعت کے بانیوں کے طے کردہ ہیں۔ ان اغراض و مقاصد میں کہیں بھی جمہوریت کا ذکر تک نہیں ہے، بلکہ اسلامی ریاست (خلافت) کے جو مقاصد ہیں، ان کے حصول کی طرف بتدریج آگے بڑھنا طے کیا گیا ہے۔ افسوس! حضرت شیخ الہندؒ اور جمعیۃ علمائے ہند کے نام نہاد وارث ایک واضح اور کھلی تاریخی حقیقت کو نظر انداز کرتے ہوئے اس کے برعکس باطل جمہوریت اور جمہوری منہج کو اکابر کے سر تھوپ رہے ہیں۔ جمعیۃ علمائے ہند کے دسمبر ۱۹۱۹ء کے منعقدہ اجلاس میں جو تجاویز پیش ہوئیں، ان میں پہلی تجویز درج ذیل تھی:

'جمعیت علمائے ہند کا یہ جلسہ کامل ارادت مندی اور خلوص کے ساتھ اظہار کرتا ہے کہ حضرت سلطان المعظم مسلمانوں کے خلیفہ اور امیر المؤمنین ہیں۔ اس لیے آپ کے نام کا خطبہ پڑھا جائے۔'

(جمعیۃ العلماء کیا ہے، 13، 14۔ خطبات جمعیۃ علمائے ہند، ج1، ص50)

نومبر ۱۹۲۰ء کو جمعیۃ علمائے ہند کا جو اجلاس دہلی میں حضرت شیخ الہندؒ کی صدارت میں منعقد ہوا، اس میں درج ذیل تجاویز منظور کی گئیں:

'جمعیت علمائے ہند کا یہ اجلاس اپنے ملکی بھائیوں کی خلافت کے مسئلہ میں شرکتِ عمل کو بنظرِ امتنان دیکھتا ہے۔ اور مسلمانوں سے توقع رکھتا ہے کہ وہ اپنے ہم وطن بھائیوں سے

حدود شرعیہ کے اندر رہ کر اَور زیادہ خوش گوار تعلقات پیدا کرنے کی کوشش جاری رکھیں گے۔

- ♣ جمعیت علمائے ہند کا یہ جلسہ تجویز کرتا ہے کہ خلافت اسلامیہ کی حمایت اور دوسری قومی و ملی ضروریات کی کثرت کا لحاظ کرتے ہوئے ضروری ہو گیا ہے کہ مسلمانوں کا ایک قومی بیت المال قائم کیا جائے اور سر دست اس کا نظام مرتب کرنے کے لیے ایک خصوصی جماعت معین کر دی جائے، جو اپنی رپورٹ تین ماہ کے اندر جمعیت علمائے ہند کے دفتر میں ارسال کر دے۔
- ♣ جمعیت علمائے ہند کا یہ جلسہ تجویز کرتا ہے کہ ترکِ موالات کے سلسلہ میں تبلیغ کا شعبہ خاص اہتمام سے جاری کیا جائے اور تمام اطراف میں وفود بھیجے جائیں اور مجلس منتظمہ مبلّغین و دعاۃ کا جلد سے جلد انتخاب عمل میں لایا جائے۔
- ♣ جمعیت علمائے ہند کا یہ اجلاس علی گڑھ کالج کی ذمہ دار جماعت کے اُس فعل کو کہ مسجد میں قومی یونی ورسٹی کے اساتذہ اور طلباء نماز پڑھنے سے تعرض کرتے ہیں، اسلامی احکام کی صریح خلاف ورزی اور مسجد کی حرمت کو زائل کرنے والا سمجھتا ہے۔
- ♣ جمعیت علمائے ہند کا یہ جلسہ حکام کی اس جابرانہ کارروائی پر، جو اس نے علمائے کرام اور خدامِ خلافت کے ساتھ روا رکھی ہے، حقارت و نفرت کا اظہار کرتا ہے۔ نیز جو تکلیفیں ان بے گناہوں کو جیل خانہ میں دی جاتی ہیں، ان☆کو☆انسانی☆اور☆اخلاقی شرافت کے خلاف سمجھتا ہے۔ اور ان مظلوموں سے توقع رکھتا ہے کہ وہ ان مصائب کا پورے استقلال اور استقامت سے مقابلہ کریں گے۔

(جمعیۃ العلماء کیا ہے، 125، 126۔ خطبات جمعیۃ علمائے ہند ج 1، ص 77، 78)

خلاصہ یہ کہ:

1. حضرت شاہ ولی اللہؒ سے لے کر حضرت شیخ الہندؒ تک اور ان کے بعد کے اکابر حضرات کا مقصد و مشن اسلامی نظام کا قیام تھا، نہ کہ جمہوریت کا نفاذ۔
2. حضرت سید احمد شہیدؒ سے لے کر حضرت شیخ الہندؒ تک اکابر حضرات عسکری اور جہادی طریقے کے ذریعے ہی اسلامی نظام کے احیاء کے نہ صرف قائل تھے، بلکہ خود بھی اس پر عمل کر کے آیندہ آنے والوں کے لیے ایک نمونہ پیش کیا، جیسا کہ تاریخ اس پر شاہد ہے۔
3. حضرت شیخ الہندؒ کی تحریکِ جہاد کے راز کے افشاء، گرفتاری اور رہائی کے بعد جہاد و عسکریت کو ترک کر کے عدمِ تشدد اور پُرامن جدوجہد کو محض ایک ذریعے اور راستے کے طور پر اختیار کیا گیا اور یہ واقعات و حالات کے پیشِ نظر محض ایک وقتی اور عارضی پالیسی تھی، نہ کہ مستقل۔

صد افسوس! حضرت شیخ الہندؒ کے بعض نام لیوا اور آپ کے مشن کے نام نہاد وارث تاریخی واقعات و حالات کی غلط تصویر پیش کر کے حضرت شیخ الہندؒ کا نام استعمال کرتے ہوئے حال اور مستقبل کی تعمیر کا ایک نیا نقشہ بنا کر اس کے مطابق پوری عمارت کھڑی کر رہے ہیں، تاکہ اپنی 'جمہوری سیاست' کو فروغ دینے اور حضرت شیخ الہندؒ کی شخصیت سے محبت و عقیدت رکھنے والوں اور آپ کے مشن کو آگے بڑھانے کا جذبہ رکھنے والوں کو 'انتخابی سیاست' میں ملوث کرنا چاہتے ہیں۔ اس لیے ہم نے تاریخی حقائق کو پیش کر کے پھیلائی جانے والی غلط فہمیوں کو دور کرنے اور صراطِ مستقیم کی نشان دہی کرنے کی کوشش کی ہے، تاکہ اسلامی نظام کے قیام اور خلافت کے احیاء کے لیے قربانیاں دینے والوں کے سامنے اسلامی نظام کے قیام اور خلافت کے احیاء کا حقیقی منہج واضح ہو۔ تاکہ وہ شرحِ صدر کے ساتھ صحیح راستے پر رواں دواں ہو کر منزلِ مقصود تک پہنچ سکیں۔

دعا ہے اللہ رب العزت احقر راقم الحروف اور امتِ مسلمہ کے ہر فرد کو اسلامی نظام کے قیام کے لیے صحیح منہج اختیار کر کے اس مقدس مقصد کے لیے اپنی صلاحیتیں استعمال کرتے ہوئے اپنی جان اور اپنا مال قربان کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور اسے اپنی بارگاہ میں قبول و منظور فرمائے۔ آمین یا الٰہ العالمین

> "اے اللہ عمل کی توفیق دے اور افغانستان کو فتح مبین دے۔ اے اللہ فرشتوں کی مدد بھیج دے، ہم داڑھی والے، گول ٹوپی والے علماء کی عزت رکھ لے۔ سارے عالم اسلام کی آبرو رکھ لے، عالم اسلام کے دشمنوں کو خاک میں ملا دے۔ ان کے خیالات اور مذموم عزائم کو خاک میں ملا دے اور افغانستان کو مضبوط اسلامی سلطنت قیامت تک کے لیے بنا دے۔ اے اللہ تقریباً سولہ لاکھ شہید ہوئے ہیں ان سولہ لاکھ شہیدوں کے خون کو اپنی رحمت سے قبول فرما کر ان کے خون کی عظمت کے صدقے میں طالبان کو فتح مبین، فتح عاجل، کامل، مستمر عطا فرما اور جلدی سے فرشتوں کی مدد فرما کر جتنے بد معاش، دھوکے باز منافقین ہیں ان سب کو گرفتار کرا کے ان کو قانون شریعت کے مطابق عبرت ناک سزاؤں سے روسیاہ کر دے اور ان کی ذلت و خواری کو خبروں کو سارے عالم میں نشر کرا دے۔ اے اللہ اگرچہ ہم آپ کے نالائق بندے ہیں لیکن کافر ہمیں آپ کا سمجھتے ہیں۔ اگرچہ ہم اپنی نالائقی کے سبب آپ کے نہیں بن سکے لیکن یہ کافر سمجھتے ہیں یہ مسلمان اللہ کے ہیں۔ اے اللہ! اپنی اس نسبت کی لاج رکھ لے، کافروں کے اس خیال اور اس نظریے سے کہ وہ ہمیں آپ کا سمجھتے ہیں۔ ہماری آبرو کی لاج رکھ لے ہم نالائقوں کو بھی لائق بنا دے۔ آمین"
>
> شیخ العرب والعجم حضرت شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمہ اللہ

# ملفوظاتِ فقیہ العصر نور اللہ مرقدہ

حضرت مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ

## اُسدُ الغابہ (گھنے جنگلوں کے شیر):

حضرت صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے حالات پر ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ نے کتاب لکھی اسکا نام رکھا"اُسدُ الغابہ"...واہ ابن کثیر واہ! اللہ تعالیٰ تیرے درجات بلند فرمائے...ان لوگوں نے پہچانا کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنھم کی زندگیاں کیسی تھیں! صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنھم کی شان کیا تھی... صحابہ والی تبلیغ یہ لوگ جانتے تھے!

"اسد الغابہ ... گھنے جنگلوں کے شیر"...گھنے جنگلوں میں جو شیر پلتے ہیں بڑے طاقت ور ہوتے ہیں بہت طاقت ور شیر ہوتے ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنھم گھنے جنگلوں کے شیر تھے۔ ان جیسی تبلیغ کیا کریں! ان جیسی زندگیاں بنانے کی کوشش کیا کریں! اللہ تعالیٰ اس زمانے میں مسلمانوں کے دلوں سے بھیڑ بکری بننے کا شوق نکال کر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم جیسے شیر بننے کا شوق وجزبہ پیدا فرمائیں۔

[جواہر الرشید ج ۱۱، ص ۵۲، ۵۳]

## طالبان کی سادگی:

جب حضرت رحمہ اللہ افغانستان تشریف لے گئے ... تو ہرات میں ایک مجلس میں والی ہرات ملّا یار محمد صاحب کی سادگی کا ایک عجیب منظر دیکھا۔

انہوں نے گریبان کے کے بٹن اس طرح لگائے ہوئے تھے کہ نیچے کا بٹن اوپر کے کاج میں لگا ہوا تھا۔

حضرت رحمہ اللہ کو ان کی سادگی اس قدر پیار آیا کہ اب تک کبھی کبھی ان کی مشابہت اختیار کرنے کے لیے ایسے ہی اوپر کے کاج میں نیچے کا بٹن لگا لیتے اور فرماتے کہ

"مناصب وعہدوں کے پندار سے یکسر خالی اور شاہانہ کروفر سے بے نیاز ان مخلص حکمرانوں اور مجاہدین کی نقل اتارنا ثواب ہے"۔

اس کی امیدیں قلیل اس کے مقاصد جلیل
اس کی ادا دلفریب، اس کی نگاہ دل نواز

طالبان حکومت کے کسی بھی حکمران کو دیکھ لیں ایسے معلوم ہوتا ہے کہ کسی درویش سے ملاقات ہو رہی ہے کوئی بڑے سے بڑا آدمی ملاقات کے لیے آجائے تو وہ اسی ہیئت اور لباس میں ملاقات کرتے ہیں، جس میں وہ ہمیشہ رہتے ہیں۔ تصنع اور بناوٹ نام کی کوئی چیز ان کے قریب بھی نہیں پھٹکی۔

وہ ساری دنیا سے بے نیاز 'اسلام کی سربلندی، احیائے جہاد، نفاذِ اسلام اور امن قائم کرنے میں مصروف نظر آتے ہیں۔

دو عالم سے کرتی ہے بیگانہ دل کو
عجب چیز ہے لذتِ آشنائی

[جواہر الرشید ج ۱۰، ص ۲۸، ۲۹]

## اسلحہ سے متعلق ایک مسئلہ:

ایک مسئلہ ہے کہ لوہے کو کوئی نجاست لگ جائے خون وغیرہ تو لوہے کو مٹی سے اتنا رگڑ دینے سے کہ اس پر سے خون کا اثر اُتر جائے لوہا پاک ہو جاتا ہے دھونے کی ضرورت نہیں۔ یہ مسئلہ حضرات فقہائے کرام رحمھم اللہ تعالیٰ نے جہاں بیان فرمایا تو دلیل بڑی عجیب بیان فرمائی۔

وہ یہ کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنھم جہاد میں تلواریں استعمال کرتے تھے، تلواریں دشمنوں کے جسموں کو کاٹتی ہوئی اندر گھستی تھیں، ٹکڑے ٹکڑے کرتی چلی جاتی تھیں، خون میں لت پت تلواریں...وہ تلواریں دشمنوں کا خون بہت پیتی تھیں! پھر ان تلواروں کو دھوتے نہیں تھے، اللہ کے دشمنوں پر استعمال کیں اس کے بعد اُنہیں مٹی سے رگڑا، خون اتر گیا تو ویسے ہی لٹکا کر نماز پڑھتے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نماز کی حالت میں تلواریں اتارتے نہیں تھے، تلواریں لگی رہتی تھیں، تلواریں لگا کر نماز پڑھتے تھے!

یہ دلیل بھی دیکھئے کیسی عجیب! انسان کا جیسا ذہن ہوتا ہے ویسی ہی باتیں اس کے دل میں آتی ہیں...حضرات فقہائے کرام رحمھم اللہ تعالیٰ کا ذہن کیا تھا؟ جہاد جہاد جہاد! اللہ کے دشمنوں کو قتل کرو قتل کرو قتل کرو!

فقہائے کرام رحمھم اللہ تعالیٰ قرآن کے ماہر تھے۔ قرآن پر غور فرماتے تھے۔ قرآن کی تعلیمات ان کے دلوں میں اتری ہوئی تھیں راسخ تھیں۔ اس لیے ان کا ذہن تو ادھر ہی جاتا کہ اللہ کے دشمنوں کو قتل کرو!

[جواہر الرشید ج ۹، ص ۶۲، ۶۳]

## خانقاہ میں رہوں یا محاذ پر؟:

ایک مرید جو چند روز پہلے ہی مرید ہوئے، اُنہوں نے یوں عرض کیا کہ حضرت بیعت ہوئے چند روز ہوئے ہیں، بیعت تو ہو گیا، اصلاح نہیں ہوئی۔ محاذ پر جانے کا بھی ارادہ ہے، کیا کروں؟ یہ سن کر حضرت رحمہ اللہ نے فرمایا:"محاذ پر پہنچیں اور یہاں کے کچھ مواعظ بھی ساتھ لے جائیں"۔

[جواہر الرشید ج ۹، ص ۲۹]

☆☆☆☆☆☆☆

# ہمیں آج کفارِ قریش جیسے وقار کی کتنی ضرورت ہے

احمد سلیم

جب کفار قریش نے ہر قبیلے سے ایک ایک شخص لیا، اور نکلے تھے نبی (صلی اللہ علیہ و علی آلہ وسلم) کو قتل کرنے، نبی کے گھر پہنچ کر بھی ساری رات دروازے پر کھڑے رہے تھے، اس انتظار میں کہ یہ (میرا آقا صلی اللہ علیہ وسلم) فجر کی نماز پڑھنے کے لیے تو نکلے گا ہی۔

حالانکہ یہ لوگ طاقت اور تعداد میں اتنے تھے کہ چاہتے تو گھر کو روند اور گھر میں بسنے والے مکینوں کو بآسانی تہہ تیغ کر سکتے تھے۔

ان لوگوں میں سے ایک نے یہ مشورہ دیا بھی تھا

مگر ابو جہل نے دھاڑتے ہوئے کہا تھا: ''اوئے تو چاہتا ہے کہ عرب کہیں ہم نے دیواریں پھلانگی ہیں اور محمد کی صاحبزادیوں کی بے پردگی کی ہے؟''

یہ تو جاہلیت کے دور والے کفار قریش ہوا کرتے تھے، ان کی بھی مردانگی، نخوت اور غرور کی ایک حد ہوا کرتی تھی۔ جانتے تھے کہ گھروں میں عورتیں ہوتی ہیں، اور گھروں پر حملہ آور ہونا جائز نہیں ہوتا، گھروں میں موجود عورتوں کی بے پردگی کرنا جائز نہیں ہوتی، گھروں میں موجود مستورات کے عیب کھولنا جائز نہیں ہوتا۔

ابو جہل نے ایک بار طیش میں آکر، انتہائی غصے کی حالت میں اسماء بنت أبي بكر (رضي الله عنهما) کے چہرے پر تھپڑ مار دیا تھا۔ پھر حضرت اسماء کے پیچھے گڑگڑاتا ہوا یہ کہتا چلتا رہا تھا کہ ''چھپا لے اس بات کو کہ میں نے تجھے تھپڑ مارا ہے۔ چھپا لے اس بات کو۔ یعنی مت بتا کسی کو کہ میں نے تجھ پر ہاتھ اُٹھایا ہے، مت مجھے بے توقیر اور بے وقعت کر، مت دے عربوں کو موقع کہ وہ کہیں میں نے عورت ذات پر ہاتھ اُٹھایا ہے''۔

اور جب ابو سفیان ابھی کافر ہوا کرتا تھا۔ اور جب اپنے قافلے کے ساتھ سرزمین روم پر پہنچا تھا، اور جب روم کے بادشاہ ھرقل نے اُسے بلوا بھیجا تھا تاکہ اس سے محمد (علیہ افضل الصلاۃ والتسلیم) کے بارے میں پوچھ گچھ کر سکے۔

ھرقل نے پوچھا تھا: کیا تم نے اسے جھوٹ بولتے دیکھا ہے؟ کیا وہ دھوکہ دہی کرتا ہے؟ کیا اس نے کبھی کوئی قتل کیا ہے؟

ابوسفیان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کہتے ہیں: اللہ کی قسم، اگر دربار میں اثر انداز ہونے کے لیے میں جھوٹ بولنا چاہتا تو بول سکتا تھا مگر مجھے حیاء آگئی۔

یعنی نبی اللہ پر جھوٹ باندھنے سے اس ڈر کی وجہ سے باز رہا کہ اسے بھی تو مکہ جانا تھا، اور لوگ کہتے کہ ابو سفیان تو جھوٹا انسان ہے۔ اسے اپنی عزت اور شہرت کی خرابی سے تب بھی ڈر لگ رہا تھا جب وہ کافر تھا۔

یہاں پر ابو جہل یا ابو سفیان کی عظمت کی بات نہیں ہو رہی۔ بات ہو رہی ہے معاشرے کی اور معاشرتی اقدار کی۔ بات ہو رہی ہے کافر کی جن کے پاس اخلاق تھا، انسانیت تھی، عزت تھی اور دوسروں کا احترام تھا۔

اور آج گھر، چادر اور چار دیواری کا تقدس پامال کر دیا جاتا ہے۔ جو جتنا بے عزت ہو اتنا طاقتور شمار ہوتا ہے۔ امن ہو یا لڑائی جھگڑا، انسانی حرمت معدوم ہو گئی ہے۔ اور یہ سب کچھ اسلام میں اور اسلام کے نام پر ہو رہا ہے۔

آج اگر کسی مسلمان کے ساتھ اختلاف ہو جائے (کسی کافر کے ساتھ نہیں)۔ گالم گلوچ تو کوئی بات ہی نہیں، ایک دوسرے کی عزت اچھالنے کے لیے قصے گھڑ لیے جاتے ہیں۔ جھوٹ اور بہتان باندھے، سنائے اور پھیلائے جاتے ہیں۔ بے حرمتی کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیا جاتا۔

دیکھیے! اللہ رب العزت کسی قوم کی حالت اس وقت تک نہیں بدلتے جب تک اس قوم کو خود اپنی حالت بدلنے کا خیال نہ ہو۔

دین اخلاق کا ہی دوسرا نام ہے۔ دین اور اخلاق دیواروں پر لٹکائی جانے والی آیتوں کا نام نہیں۔ اور آقا علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ''میں مکارم اخلاق کے لیے بھیجا گیا ہوں''۔ اور مکارم اخلاق نے تو دین کے سارے رقبے پر قبضہ جما رکھا ہے۔ اگر اخلاق جاتا رہے تو دین ختم ہو جاتا ہے۔ اللہ پاک فرماتے ہیں:

> ''بھلا دیکھو تو جو دین کو جھٹلاتا ہے۔ پھر وہ ایسا ہے کہ جو یتیم کو دھکے دیتا ہے''۔

اور جب سیدنا جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ نے بادشاہ نجاشی کو نبی علیہ السلام اور دین کے بارے میں تعارف کرایا تو یوں بتایا:

> ''وہ ہمیں سچائی کا حکم دیتے ہیں، امانتوں کی حفاظت کا کہتے ہیں، رشتے ناطے جوڑ کر رکھنے کا کہتے ہیں، پڑوسیوں کے حقوق بتاتے ہیں اور ناحق خون کے بہاؤ سے منع فرماتے ہیں''۔

[رواہ أحمد عن أم سلمہؓ]

آخری بات: دین سارے کا سارا اخلاق ہے۔ لوگوں کو اپنے اعمال جیسے نماز، روزہ، زکوٰۃ اور صدقات کے بارے میں مت بتاؤ، انہیں کچھ بتانا اور دکھانا ہی ہے تو ان کے ساتھ اپنے اخلاق، میل جول اور تعامل سے ثابت کرو۔

☆☆☆☆☆

# علما کی شان

عربی سے ترجمہ: مولانا محمد صہیب

بنو عباس کی حکومت کی بنیاد رکھنے اور بنو امیہ کا تختہ الٹنے کی مہم میں عبد اللہ عباسی نے اڑ تیس ہزار مسلمانوں کا قتل کیا۔ لشکر لے کر بنو امیہ کی بناء اموی جامع مسجد میں داخل ہوا۔ تاریخ نے اسے ''السفاح'' [بے دریغ اور بے تحاشا قتل کرنے والا] کا لقب دیا ہے۔ اپنے محل میں فروکش ہوا۔ مصاحبین سے گویا ہوا، پوچھنے گا تمہارے خیال میں ہے ایسا کوئی بندہ کہ جو میری اس کارگزاری پہ تنقید اور اعتراض کرنے کی جرات رکھے؟؟

جواب ملا: نہیں کوئی نہیں سرکار!! مگر ایک ہی بندہ ہے! امام اوزاعی!

کہنے لگا لے کر آؤ انہیں... درباری جب امام کو لینے پہنچے تو امام کھڑے ہوئے، غسل فرمایا، نیچے کفن پہنا، اس کے اوپر سادہ کپڑے! اور گھر سے نکل کر محل کی جانب چلے۔

بادشاہ نے اپنے فوجیوں اور وزیروں کو حکم دیا کہ دونوں طرف رستے کے اسلحے لے کر قطار کی صورت کھڑے ہو جائیں اور تلواریں اوپر کی جانب اٹھائی ہوئی ہوں تاکہ امام اوزاعی کو خوف زدہ کیا جاسکے۔ پھر حکم دیا کہ انہیں بلاؤ!

آپ رحمہ اللہ اس شان سے داخل ہوے کہ جو علما کا باوقار طریقہ ہے اور بہادر نڈر لوگوں کا شیوہ! خود اپنی کیفیت اس وقت کی امام یوں بیان فرماتے ہیں کہ:

''بخدا میں نے یوں تصور باندھ لیا کہ جیسے رب ذوالجلال کا عرش دن قیامت کے سامنے کھلا لگا ہوا ہے اور پکارنے والا پکار رہا ہے کہ ایک گروہ جنت میں اور دوسرا جہنم میں!!! بس یہ تصور کرنا تھا کہ حاکم مجھے مکھی جیسا بے وقعت حقیر معلوم ہونے لگا اور اللہ کی قسم میں اس کے محل میں داخل ہونے سے قبل ہی اپنی جان کا سودا حق تعالیٰ شانہ کے ساتھ کر چکا تھا''۔

اندر بادشاہ نے پوچھا: تم ہو اوزاعی؟؟

انتہائی سپاٹ لہجے میں جواب دیا: ہاں! لوگ یوں کہتے ہیں کہ یہ اوزاعی ہے!!

شدید غصہ ہو کر کہنے لگا [نیت پھنسانے کی تھی]

کیا رائے ہے تمہاری کہ یہ جو کچھ ہم نے ان ظالم بنو امیہ کے ہاتھوں سے عوام اور علاقوں کو نجات دلائی ہے!! یہ جہاد اور رباط تھا؟؟

امام گویا ہوئے، فرمانے لگے: اے حاکم! حضور علیہ السلام کا ارشاد گرامی ہے کہ اعمال کا دار و مدار نیتوں پہ ہے پس ہر شخص کو وہی ملے گا کہ جس کا اس نے ارادہ کیا۔

ایسا سیدھا صاف جواب سن کر حاکم ہکا بکا رہ گیا۔ ہاتھ میں جو چھڑی تھام رکھی تھے اسے زمین پر پٹخ دیا۔ پھر پوچھتا ہے کہ یہ جو ہم نے بنو امیہ کے خون بہائے ہیں اس کے بارے آپ کی کیا رائے ہے؟

امام کا جواب کیا تھا؟

فرمایا: مجھ سے فلاں نے اور فلاں نے فلاں سے [حدیث کی سند ذکر کی] بیان کیا کہ آپ کے دادا حضرت عبد اللہ بن عباس سے روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

''جو مسلمان لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی گواہی دیتا ہو اس کا خون حلال نہیں مگر صرف تین صورتوں میں، جان کے بدلے جان، شادی شدہ زانی، اور جو اپنے دین کو چھوڑ دے جماعت سے الگ ہو جاوے''۔

حکمران کا پارہ غصہ سے آسمان کو جا پہنچا۔ امام اوزاعی نے بھی اپنا عمامہ اتارا کہ جلاد کی تلوار کا رستہ نا روکے!

سب وزیر پیچھے ہونے لگے اور کپڑے سمیٹنے لگے کہ جب گردن ماری جائے تو خون کے چھینٹے ہم پہ نا پڑیں۔

غصہ سے کپکپاتے ہوئے حاکم نے ایک اور سوال داغا: یہ جو مال ہم نے لوٹ لیا ہے اور جو گھر ہم نے ہتھیا لیے ہیں ان کے بارے میں کیا کہتے ہو؟؟

فرمایا: ''یہ مال اگر ان لوگوں کے لیے حرام تھے تو تم پہ بھی حرام ہی ہیں اور اگر ان کے لیے حلال تھے تو سوائے شرعی طریقہ کے تمہارے لیے حلال نہیں ہو سکتے۔ اور دیکھنا!! قیامت کے دن خدا تم کو برہنہ کرے گا جیسا کہ جب تمہیں پیدا کیا تو تم برہنہ تھے!! پھر اگر یہ مال جائیداد حلال تھے تو بھی ان کا حساب دینا ہو گا اور اگر حرام تھے تو پھر تو صرف عذاب ہی مقدر!!''

حاکم غصہ سے بپھر اجا رہا تھا اور امام علیہ الرحمہ بآواز بلند پڑھتے جاتے تھے۔

حسبي الله لا إله إلا هو عليه توكلت وهو رب العرش العظيم

''مجھ کو میرا رب کافی! نہیں کوئی معبود اس کے سوا اس پہ ہی میں نے بھروسہ کیا اور وہ رب ہے عرشِ عظیم کا''۔

حکمران بولا!! جاؤ چلے جاؤ یہاں سے!! اور ایک تھیلی پیسوں سے بھری امام کی جانب اچھال دی۔ امام نے لینے سے صاف منع فرما دیا۔ ایک وزیر نے اشاروں سے سمجھایا کہ خدا کے واسطے ابھی منع نا کریں، لے لیں۔ امام نے تھیلی لے تو لی، مگر حکمران کے سامنے ہی اسے وزیروں اور درباریوں کی جھولیوں میں ڈال کر خالی کر دیا۔ خالی تھیلی کو پھینکا اور سر اٹھا کر نکلے فرما رہے تھے کہ اللہ نے عزت اور بھی بڑھا ہی دی۔

امام صاحب کا انتقال ہوتا ہے تو حاکم آپ کی قبر پہ جا کر کھڑا ہوتا ہے اور کہتا ہے:

''بخدا! میں زمین والوں میں سے بس آپ سے ہی ڈرتا تھا اور اللہ کی قسم! جب میں آپ کو دیکھتا تھا تو یوں لگتا تھا کہ سامنے سے شیر چلا آرہا ہے''۔

☆☆☆☆☆

# مسلمانوں کے خلاف کفار کی مدد کرنا

شیخ محمد صالح المنجد

علمائے اسلام کا فیصلہ ہے کہ مسلمانوں کے خلاف کفار کی مدد کرنا جائز نہیں اور ایسا کرنا کفر اور ارتداد ہے۔ کیونکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْیَهُوْدَ وَ النَّصٰرٰٓى اَوْلِیَآءَ ۘؔ بَعْضُهُمْ اَوْلِیَآءُ بَعْضٍ ؕ وَ مَنْ یَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ (المائدۃ:۵۱)

”اے ایمان والو تم یہود و نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ یہ تو آپس میں ہی ایک دوسرے کے دوست ہیں، تم میں سے جو بھی ان میں سے کسی سے دوستی کرے وہ بے شک انہیں میں سے ہے، ظالموں کو اللہ تعالیٰ ہر گز راہ راست نہیں دکھاتا“۔

فقہاء اسلام جن میں آئمہ حنفیہ، مالکیہ، شافعیہ، اور حنابلہ اور ان کے علاوہ باقی سب شامل ہیں نے بالنص یہ بات کہی ہے کہ کفار کو ایسی چیز بیچنا حرام ہے جس سے وہ مسلمانوں کے خلاف طاقت حاصل کریں چاہے وہ اسلحہ ہو یا کوئی جانور اور آلات وغیرہ۔

لہٰذا انہیں غلہ دینا اور نہیں کھانا یا پینے کے لیے پانی وغیرہ یا کوئی دوسرا پانی اور خیمے اور گاڑیاں اور ٹرک فروخت کرنا جائز نہیں، اور نہ ہی ان کی نقل و حمل کرنا، اور اسی طرح ان کے نقل و حمل اور مرمت وغیرہ کے ٹھیکے حاصل کرنا بھی جائز نہیں بلکہ یہ سب کچھ حرام میں بھی حرام ہے، اور اس کا کھانے والا حرام کھا رہا ہے اور حرام کھانے والے کے لیے آگ یعنی جہنم زیادہ بہتر ہے۔

لہٰذا انہیں ایک کھجور بھی فروخت کرنی جائز نہیں اور نہ ہی انہیں کوئی ایسی چیز دینی جائز ہے جس سے وہ اپنی دشمنی میں مدد و تعاون حاصل کر سکیں، لہٰذا جو مسلمان بھی ایسا کرے گا اسے آگ ہی آگ ہے اور یہ ساری کی ساری کمائی حرام اور گندی ہوگی اس کے لیے جہنم زیادہ اولیٰ ہے، بلکہ یہ کمائی تو اخبث الخبث کا درجہ رکھتی ہے۔

انہیں کوئی ادنیٰ سی بھی ایسی چیز دینی جائز نہیں جس سے وہ مسلمانوں کے خلاف مدد حاصل کر سکتے ہوں۔

امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی کتاب ”المجموع“ میں کہتے ہیں:

”اہل حرب یعنی (لڑائی کرنے والے کافروں) کو اسلحہ بیچنا بالاجماع حرام ہے“۔

اور حافظ ابن قیم رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب ”اعلام الموقعین“ میں کہا ہے:

امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں:

”نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فتنہ میں اسلحہ فروخت کرنے کے لیے منع کیا ہے۔ اور یہ تو معلوم ہی ہے کہ اس طرح کی فروخت میں گناہ اور دشمنی میں معاونت پائی جاتی ہے، اور اسی معنیٰ میں ہر وہ خرید و فروخت یا اجرت اور معاوضہ جو اللہ تعالیٰ کی معصیت و نافرمانی میں معاونت کرے وہ بھی حرام ہے مثلاً کفار یا ڈاکوؤں کو اسلحہ فروخت کرنا یا کسی ایسے شخص کو مکان کرائے پر دینے جو وہاں معصیت و نافرمانی کا بازار گرم کرے۔

اور اسی طرح کسی ایسے شخص کو شمع فروخت کرنا یا کرائے پر دینا جو اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی و معصیت کرے یا اسی طرح کوئی اور کام جو اللہ تعالیٰ کے غیظ و غضب دلانے والے کام میں معاون ثابت ہو“۔

اور الموسوعۃ الفقھیۃ میں ہے کہ:

”اہل حرب اور ایسے شخص جس کے بارہ میں معلوم ہو کہ وہ ڈاکو ہے اور مسلمانوں کو لوٹے گا یا پھر مسلمانوں کے مابین فتنہ پھیلائے گا اسے اسلحہ بیچنا حرام ہے“۔

حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں:

”کسی بھی مسلمان کے لیے حلال نہیں کہ وہ مسلمانوں کے دشمن کے پاس اسلحہ لیجائے اور نہیں مسلمانوں کے مقابلہ میں اسلحہ کے ساتھ تقویت دے، اور نہ ہی انہیں گھوڑے، خچر اور گدھے دینا حلال ہیں، اور نہ کوئی ایسی چیز جو اسلحہ اور گھوڑے، خچر اور گدھوں کے لیے مدد و معاون ہو۔

اس لیے کہ اہل حرب کو اسلحہ بیچنا انہیں مسلمانوں سے لڑائی کرنے میں تقویت پہنچانا ہے، اور اس میں ان کے لیے لڑائی جاری رکھنے اور اسے تیز کرنے میں بھی تقویت ملتی ہے، کیونکہ وہ ان اشیاء سے مدد حاصل کرتے ہیں جس کی بنا پر یہ ممانعت کی متقاضی ہے“۔

دیکھیں الموسوعۃ الفقھیۃ (۲۵/۱۵۳)۔

یہ مسئلہ کوئی عادی اور عام یا پھر چھوٹا سا گناہ و معصیت نہیں بلکہ یہ مسئلہ تو عقیدہ توحید اور مسلمان کی اللہ تعالیٰ کے دین سے محبت اور اللہ کے دشمنوں سے برات و لاتعلقی سے تعلق رکھتا ہے، آئمہ کرام نے اپنی کتب میں اس کے بارہ میں اسی طرح لکھا ہے۔

شیخ ابن باز رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فتویٰ میں کہا ہے:

”علمائے اسلام کا اس پر اجماع ہے کہ جس نے بھی مسلمانوں کے مقابلہ میں کفار کی مدد و معاونت کی اور کسی بھی طریقہ سے ان کی مدد کی وہ بھی ان کی طرح ہے کافر ہے“۔

جیسا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے:

(بقیہ صفحہ ۴۹ پر)

# لمحاتِ شہادت سید قطبؒ

مراد علوی

ہم ہر رات فوجی جیل [قاہرہ] میں بوڑھے اور جوان قیدی وصول کرتے تھے۔ ان کے بارے میں ہمیں بتایا گیا تھا کہ: ''یہ یہودیوں کے ساتھی، بڑے خطرناک اور غدار ہیں، ان سے تمام راز اگلوانے ضروری ہیں، اور یہ کام صرف تشدد ہی سے کیا جا سکتا ہے''۔

ان قیدیوں کو ہم جیل جانے میں کوڑوں اور چھڑیوں سے اتنا مارتے کہ ان کے جسموں کی رنگت تبدیل ہو جاتی۔ یہ کام کرتے وقت ہمیں اس بات کا پورا یقین تھا کہ ہم ایک مقدس قومی ذمہ داری ادا کر رہے ہیں، لیکن دوسری طرف ہم نے ہمیشہ یہ بھی دیکھا کہ وہ 'غدار' راتوں میں مسلسل اللہ کو پکارتے تھے اور سختی سے نمازوں کی پابندی کرتے تھے۔

ان میں سے کچھ تو بدترین تشدد اور وحشی کتوں کے جبڑوں میں نوچے جانے کے سبب موت کے گھاٹ اتر گئے، لیکن حیرت ناک منظر یہ تھا کہ وہ پھر بھی مسکراتے اور مسلسل اللہ کا نام لیتے رہے۔ یہ دیکھ کر ہم کبھی کبھار اس شک میں پڑ جاتے کہ ہمیں حکام بالا نے جو بتایا ہے، وہ درست ہے یا نہیں۔ کیونکہ یہ بات ناقابلِ یقین تھی کہ: ''اتنے پختہ ایمان اور یقین رکھنے والے یہ لوگ ملک کے غدار اور یہودی دشمنوں کے ساتھی ہو سکتے ہیں''۔

میں نے اور میرے بھائی نے فوجی حکام کا یہ رویہ دیکھ کر طے کیا کہ ہم ممکن حد تک ان قیدیوں کو تکلیف پہنچانے سے گریز کریں گے۔

کچھ ہی مدت بعد قید خانے کے اس حصے سے تبدیل کرکے ہماری ڈیوٹی ایک ایسی کوٹھڑی پر لگائی گئی، جس کے بارے میں بتایا گیا تھا کہ: ''اس میں سب سے خطرناک قیدی اور ان تمام مجرموں کا سرغنہ قید ہے، جس کا نام سیّد قطب ہے''۔ اس قیدی کی کوٹھڑی پر تعینات ہوئے، تو ہم نے دیکھا کہ اب تک اس شخص پر اتنا تشدد کیا جا چکا تھا کہ اس کے لیے اپنے قدموں پر کھڑا ہونا تک مشکل تھا۔

اسی نگرانی کے دوران میں ایک رات اس خطرناک قیدی کی پھانسی کے احکامات موصول ہوئے، اور احکامات آنے کے تھوڑی ہی دیر بعد اس شخص کے پاس ایک سرکاری مولوی صاحب کو لایا گیا، جنھوں نے اس قیدی سے کہا: ''اپنے گناہوں کی توبہ کرلو''۔ جواب میں قیدی نے کوئی لفظ منہ سے نہیں نکالا، بس ایک گہری نگاہ سے ان مولوی صاحب کا چہرہ دیکھا، اور منہ دوسری طرف پھیر لیا۔

اگلی صبح سرکاری احکامات کے مطابق ہم دونوں اس قیدی کے ہاتھ باندھ کر، کوٹھڑی سے باہر ایک بند گاڑی میں لے گئے۔ اس گاڑی میں دو قیدی پہلے سے موجود تھے۔ کچھ ہی لمحوں بعد یہ گاڑی پھانسی گھاٹ کی طرف روانہ ہوگئی۔ ہمارے پیچھے کچھ مصری فوجی گاڑیاں تھیں، جو قیدیوں کو غالباً فرار ہونے سے باز رکھنے کے لیے ساتھ ساتھ آ رہی تھیں (حالانکہ ہم جیل کی چار دیواری کے اندر ہی تھے)۔ اس فوجی قافلے میں شامل ہر سپاہی نے ذاتی پستول کے ساتھ اپنی اپنی پوزیشن سنبھال رکھی تھی☆☆☆

جلّاد ان قیدیوں کو پھانسی دینے کے لیے تیاریاں مکمل کر چکے تھے۔ مخصوص پھانسی گھاٹ کے تختے پر کھڑا کرکے، دوسرے دو ساتھیوں کے ساتھ اس خاص شخص کی آنکھیں کالی پٹیوں سے باندھی اور گردن میں رسا ڈال دیا گیا۔ ایک چاق و چوبند جلّاد، اس شخص اور اس کے دو ساتھیوں کے قدموں تلے تختے کو گرانے کے احکامات کا منتظر تھا۔ اس حکم کے لیے بطور علامت، ایک کالے جھنڈے کو لہرایا جانا تھا۔

ہم صاف لفظوں میں سن رہے تھے کہ وہ تینوں قیدی تختۂ دار پر بلند آواز میں ایک دوسرے کا حوصلہ بڑھاتے ہوئے، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے ساتھیوں سے جنت میں ملنے کی خوش خبری کا تبادلہ کر رہے تھے۔ اور بار بار کہہ رہے تھے: اللہ اکبر وللہ الحمد، اللہ اکبر وللہ الحمد [اللہ عظیم ہے اور تمام تعریفیں اس کے لیے ہیں]۔

ان دردناک اور سانس روک دینے والے لمحات میں ہم نے ایک فوجی گاڑی کو بڑی تیزی سے اپنی طرف آتے دیکھا۔ جوں ہی ہمارے قریب پہنچ کر گاڑی کا دروازہ کھلا، تو اس میں سے ایک اعلیٰ فوجی افسر نمودار ہوا، جس نے بلند آواز میں، جلّاد کو فوراً پیچھے ہٹنے کو کہا۔

وہ افسر تیز تیز قدم اٹھاتے ہوئے سیّد کی طرف بڑھا اور اس کی گردن سے رسا ہٹانے اور آنکھوں سے پٹی کھولنے کا حکم دیا۔ پھر کپکپاتی آواز میں سیّد سے یوں مخاطب ہوا: ''میرے بھائی سیّد، میں تمھارے پاس رحم دل صدر [جمال ناصر] کی طرف سے زندگی کا تحفہ لایا ہوں۔ صرف ایک جملہ تمھیں اور تمھارے دوستوں کو موت سے بچا سکتا ہے''۔

اس نے سیّد کے جواب کا انتظار کیے بغیر ایک کاپی کھولی اور کہا:

'میرے بھائی، تم صرف یہ جملہ لکھ دو، 'میں نے غلطی کی تھی اور میں معافی مانگتا ہوں۔'

سیّد کے چہرے پر ایک ناقابل بیان مسکراہٹ نمودار ہوئی۔ افسر کی طرف دیکھا اور حیران کن طور پر، مطمئن لہجے میں افسر سے مخاطب ہو کر کہا:

''نہیں، کبھی نہیں۔ میں اس عارضی زندگی کو، ہمیشہ کی زندگی پر ترجیح نہیں دے سکتا''۔

فوجی افسر نے مایوسی بھرے لہجے میں کہا: ''سیّد، اس کا مطلب صرف موت ہے''۔

سیّد نے جواب دیا: ''اللہ کے راستے میں موت کو خوش آمدید، اللہ اکبر وللہ الحمد''۔

یہ جواب سیّد کے عقیدے کی پختگی ظاہر کرتا تھا۔ اس سے زیادہ مکالمے کو جاری رکھنا ناممکن تھا۔ افسر نے جلاد کو پھانسی لگانے کے لیے پکارتے ہوئے اشارا کیا۔ اس آخری لمحے میں ان کی زبانوں سے جو جملہ نکلا، وہ ہم کبھی نہیں بھول سکتے: لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ اور پلک جھپکنے سے پہلے سیّد قطب اور ان کے دونوں ساتھیوں کے جسم، لٹکتے رسّوں پر جھول گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

(یہ واقعہ قاہرہ جیل کے دو اہلکار بھائیوں کی زبانی محمد عبد العزیز المسند سے روایت ہے)

# مشرقی ترکستان کے مسلمان

## چین کی حراستی کیمپوں میں دس لاکھ ایغور مسلمان قید:

چین کی جانب سے مشرقی ترکستان کے ایغور مسلمانوں پر ڈھائے جانے والے مظالم اپنی انتہا کو پہنچ چکے ہیں۔ تاہم دنیا بالخصوص مسلم دنیا اپنی عادت کے تحت مجرمانہ غفلت کا شکار ہے۔

ایغور مسلمانوں کی نسلی اور مذہبی شناخت سلب کرنے کی غرض سے چینی حکام نے دس سال قبل اقدام کرنے شروع کیے تھے۔ سب سے پہلے مسلمانوں کو رمضان کے روزے رکھنے پر پابندی عائد کی گئی۔

پھر داڑھی رکھنے اور برقعہ پہننا جرم قرار پایا۔ آج حالات یہاں تک جا پہنچے ہیں کہ چینی حکام نے اسلام کو دماغی اور نظریاتی مرض کا نام دے دیا ہے اور اس 'مرض' کے علاج کے لیے انہوں نے دس لاکھ ایغور مسلمانوں کو حراستی کیمپوں میں قید کر رکھا ہے۔ جہاں تعلیمِ نو کے نام پر ان کی پوری مذہبی شناخت ختم کی جا رہی ہے۔

ان کو کیمونسٹ نظریات پڑھائے جا رہے ہیں، ان کی اپنی ایغور زبان کی جگہ مینڈارن چینی زبان سکھائی جا رہی ہے اور انہیں زبردستی خنزیر کا گوشت کھلایا اور شراب پلائی جا رہی ہے۔ یہ سب کرنے سے انکار کرنے والوں کو قتل کر دیا جاتا ہے۔ جنگِ عظیم دوم کے بعد یہ سب سے بڑی کنسنٹریشن (حراستی) کیمپ ہے، جہاں انسانوں کو جانوروں کی طرح رکھا گیا ہے اور زیادہ تر دنیا یہاں پر ہونے والے بھیانک جرائم سے اب بھی بے خبر ہے۔

## ایغور کون ہیں؟

ایغور ترک نسل کے مشرقی ترکستان کے باشندے ہیں۔ یہ ان کا خود مختار علاقہ ہوا کرتا تھا لیکن ۱۹۴۹ء میں چین کی کمیونسٹ حکومت نے اسے اپنے ساتھ ملا لیا۔ اب یہ علاقہ سنکیانگ کہلاتا ہے تاہم ایغور اسے اب بھی مشرقی ترکستان ہی کہتے ہیں۔ ایغور مسلمانوں کی آبادی ایک کروڑ سے زیادہ ہے۔ چین کی حکومت کو ایغور مسلمانوں کے مذہب اور تعداد دونوں سے عداوت ہے۔ لہٰذا ان کی آبادی کا تناسب کم کرنے کی خاطر چین نے وہاں ہان نسل کے باشندوں کو آباد کرنا شروع کر دیا ہے اور مذہبی شناخت ختم کرنے کے لیے مسلمانوں کی ہر قسم کی مذہبی سرگرمیوں پر پابندیاں لگا دی گئی ہیں۔

## مشرقی ترکستان—ایک کھلی جیل:

حراستی کیمپوں میں ہونے والے مظالم کی جھلک تو اوپر بیان کر دی گئی ہے لیکن ہر مسلمان کی حالت ایسی ہے جیسے وہ کھلے جیل میں اپنی زندگی گزار رہے ہوں۔ گھروں اور مساجد کے باہر پولیس کا سخت پہرا رہتا ہے۔ اماموں، اساتذہ اور خواتین کو وقتاً فوقتاً ہراساں کیا جاتا ہے۔

☆☆☆☆☆

یہاں تک سکول کے بچوں کو اپنے والدین کی جاسوسی کرنے کو کہا جاتا ہے۔ حکومت کی طرف سے مقرر کیے گئے غیر مسلم اساتذہ مسلمان بچوں کو اپنے والدین کی مذہبی سرگرمیاں معلوم کرنے اور بتانے کا کام سونپتے ہیں۔

ایغور مسلم عورتوں کی شادیاں زبردستی غیر مسلم ہان قوم کے مردوں سے کرائی جا رہی ہیں۔ ہر شعبے سے تعلق رکھنے والے مسلمانوں کو طرح طرح کی اذیتوں سے دوچار کیا جا رہا ہے۔ غیر مسلم ایغور باشندوں کو مسلمانوں پر نظر رکھنے کو کہا جاتا ہے۔ مسلمانوں کو ہراساں کرنے کا کوئی بھی طریقہ نہیں چھوڑا گیا۔ مسلمان بچوں کو نہ صرف اپنے والدین کی جاسوسی کرنے کا کام دیا جاتا ہے بلکہ سیکولر تعلیم اور نظریات سے ان کی برین واشنگ بھی کی جاتی ہے اور سکولوں سے مذہبی استادوں کو نکال دیا گیا ہے۔ یعنی مسلم خاندان کی بنیاد اور آنے والی نسلوں کو سبوتاژ کرنے بھرپور مہم جاری ہے۔

عراق سے لے کر افغانستان تک "دہشت گردی کے خلاف جنگ" کے نام پر مسلمانوں کی نسل کشی کی جا رہی ہے۔ بھارت میں مختلف بہانوں سے مسلمانوں کا قتل عام کیا جاتا ہے۔ پھر برما میں بڑے پیمانے پر مسلمانوں کو ذبح کیا اور جلایا گیا۔ اب چین میں گزشتہ کئی سالوں سے مسلمانوں کی نسل کشی اور مذہبی شناخت مٹانے کی سرکاری مہم جاری ہے۔ یہ سب ظاہر کرتا ہے کہ مسلمانوں کے خلاف تمام کفر ایک ملت واحد کا کردار ادا کر رہا ہے۔ تاہم مسلمانوں کی بھی یہ ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ امت کا تصور اجاگر کریں اور مسلمانوں پر ہونے والے ظلم و تشدد کے لیے قتال فی سبیل اللہ کا فریضہ ادا کریں۔

## بقیہ: مسلمانوں کے خلاف کفار کی مدد کرنا

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَ النَّصٰرٰٓى اَوْلِيَآءَ ؔ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ؕ وَ مَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ

(المائدۃ:۵۱)

"اے ایمان والو تم یھود ونصاریٰ کو دوست نہ بناؤ یہ تو آپس میں ہی ایک دوسرے کے دوست ہیں، تم میں سے جو بھی ان میں سے کسی سے دوستی کرے وہ بے شک انہیں میں سے ہے، ظالموں کو اللہ تعالیٰ ہرگز راہ راست نہیں دکھاتا"۔

دیکھیں: فتاوی ابن باز رحمہ اللہ (۱/۲۷۴)۔

واللہ تعالیٰ اعلم

# جہانِ کوئے دوست

مطیع اللہ فانی

تفاسیر میں ایک بڑا سبق آموز واقعہ لکھا ہے کہ جب موسیٰ علیہ السلام کو فرعون کی طرف جانے کا حکم ہوا تو ان کو معاش کی فکر ہوئی، حکم ہوا کہ سامنے پڑے ہوئے پتھر کو لاٹھی ماریں، کئی بار لاٹھی مارنے کے بعد اس میں سے ایک چھوٹا سا کیڑا برآمد ہوا... کیڑے کے منہ میں ایک سبز پتہ تھا اور اس پتے پہ شبنم کا قطرہ تھا...(گویا کھانا اور پینا دونوں کا انتظام ہے) حکم ہوا کہ کیڑے کے منہ کے قریب اپنا کان کیجیے، کیڑا آپ سے کچھ کہنا چاہتا ہے...

موسیٰ علیہ السلام نے سنا تو وہ کیڑا لہک لہک کر یہ نغمۂ توحید گا رہا تھا:

سبحان من یرانی ویعرف مکانی ویسمع کلامی ویرزقنی ولا ینسانی

"پاک ہے وہ ذات جو مجھے دیکھ رہی ہے، اور میرا ٹھکانہ اس کو خوب معلوم ہے، اور میری بات سنتا ہے، اور وہی مجھے رزق دیتا ہے، اور وہ مجھے ہرگز نہیں بھولتا"۔

سبحان اللہ! جو ربِّ کریم تہ در تہ پتھروں میں چھپے کیڑے کو رزق پہنچا سکتا ہے، تو کیا وہ اس انسان کو جسے اس نے اشرف المخلوقات بنایا، پھر ان انسانوں میں بھی وہ مؤمن جسے اس نے زمین میں نیابت بخشی اور مسجودِ ملائک بنایا، اور پھر مؤمنین میں سے بھی وہ جو اس کی توحید اور دین کی سربلندی کے لیے سب کچھ قربان کر کے، محض اس پر توکل کرتے ہوئے سر ہتھیلیوں پر لیے نکلے ہیں، تو کیا وہ ربِّ کریم ان مجاہدین کو تنہا چھوڑ دے گا؟ نہیں واللہ نہیں! یہ ناممکن ہے... وہ ہر حال میں اپنے عاشقوں کی نصرت کرنے والا ہے، ان کو رزق دینے والا ہے... ذرائع و اسباب بنانا بھی اسی کا کام ہے... مجاہدین کے خلاف اس قسم کی باتیں صرف وہی لوگ کرتے ہیں جو یا تو کھل کر کفر و نفاق کا ساتھ دیتے ہیں، یا پھر وہ سادہ لوح مؤمنین جن کی معلومات کا کوئی ذریعہ نہیں ہوتا سوائے ٹی وی و انٹرنیٹ وغیرہ کے... حقیقت یہ ہے کہ مجاہدین کو عام معمول سے کہیں زیادہ نعمتیں حاصل ہوتی ہیں الحمد للہ...

میری ایسے لوگوں سے گزارش ہے کہ ایک دفعہ میدانوں کا رخ تو کریں، پھر دیکھیں کہ سارے معاملات روزِ روشن کی طرح کیسے واضح نہیں ہوتے... بہر حال اگلے دن سے ہماری کارروائیاں شروع ہو گئیں... ہوتا کچھ یوں تھا کہ ایک چھوٹی کارروائی ہوتی تھی، اور ایک بڑی... چھوٹی کارروائی یہ ہے کہ تین چار افراد پر مشتمل مختلف ٹولیاں دشمن کے کیمپوں کی طرف روانہ کر دی جاتی ہیں، جو تعارض کے ذریعے سے دشمن کا سکون حرام، اور بے تحاشہ نقصان کر کے، اور کچھ کو جہنم واصل کر کے بحفاظت واپس آ جاتی ہیں... بڑی کارروائی یہ ہے کہ مختلف حلقوں کے امرا کے تحت سب مجاہدین اکٹھے ہو کر دشمن کے کسی ایک کیمپ یا دو کیمپوں پر دھاوا بولتے ہیں، جس میں تمام بڑی اقسام کا اسلحہ شامل ہوتا ہے... اللہ کے فضل سے دشمن کی ایسی درگت بناتے ہیں کہ کئی ہفتوں تلک وہ زخم چاٹتا رہتا ہے، اور پہلے سے بڑھ کے اپنے اڈے میں مقید ہو جاتا ہے... جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ مجاہدین کو آگے بڑھنے اور مقبوضہ علاقوں کو واپس چھیننے کا موقع مل جاتا ہے... پھر اسی کے مطابق کارروائیاں ترتیب دی جاتی ہیں... الحمد للہ ابھی تک دشمن کو ذرا سا سکون بھی میسر نہیں، اور ان شاء اللہ اس وقت تک نہیں ہو گا جب تک کہ ہم افغانستان اور پاکستان میں شریعت نافذ نہیں کر لیتے...

یہ تو میں نے عمومی سا جائزہ پیش کیا ہے کارروائیوں کا... اب آپ کو ایک اور نقطۂ نظر سے ان معرکوں کا منظر دکھانے کی کوشش کرتا ہوں... عملیات کیا ہیں، عشق و محبت کی وارداتیں ہوتی ہیں... عملیہ کے لیے جاتے ہوئے ذہن میں مختلف قسم کے خیالات موجزن ہوتے ہیں... یوں معلوم ہوتا ہے کہ جیسے دنیا سے عقبیٰ کی طرف کا سفر ہے... ماضی کے خیالات، گھر بار، والدین، بہن بھائی، بیوی بچے، رشتے دار، دوست احباب، غرض ہر ایک کی تصویر ذہن میں گھوم رہی ہوتی ہے... اور ان کے لیے سب بھلائیاں مانگی جا رہی ہوتی ہیں... اپنے سابقہ اعمال، لغزشیں، کوتاہیاں، ان سب کی معافی کا وقت ہوتا ہے... اس مالک سے ادھار لی ہوئی زندگی واپس کرنے جا رہے ہوتے ہیں، یعنی حیاتِ مستعار کی سپردگی کے لمحات ہوتے ہیں... پھر جب مورچے میں بیٹھے ہوتے ہیں ایسے میں اللہ تعالیٰ سے تعلق و رجوع کا جو معاملہ ہوتا ہے وہ انتہا کو پہنچا ہوا ہوتا ہے... اور جب دونوں طرف سے باقاعدہ گولیوں، مارٹروں، میزائلوں کا تبادلہ ہوتا ہے، تو دل میں عجیب سی ہوک اٹھتی ہے، اور روح مچل مچل جاتی ہے... کہ خدایا! یہ انتظار کی گھڑیاں اب ختم بھی کر دے... اب تو اس شہادت سے نواز دے، کہ جس کو پانے کے لیے مارے مارے پھرتے رہے... وہ شہادت جو دروازہ بنے جنت میں داخلے کا... جو تیری بارگاہ میں مقبول ہو... آخر کب تک اس حیاتِ فانی کو بیچ میں حائل رکھے گا، یا اللہ اب تو قبول کر لے... معیت سے بڑھ کر محبوب سے وصال کی آرزو ہو رہی ہوتی ہے... سب فاصلے فنا کرنے اور قربت کو بڑھانے کے مطالبات کیے جاتے ہیں...

صورتِ حال یہ ہوتی ہے کہ دھماکے ہو رہے ہیں، ارد گرد گولے پھٹ رہے ہیں، گولیاں قریب قریب سے گزر رہی ہیں... ہونٹ خشک ہو رہے ہیں، سینے میں طوفان برپا ہے... آنکھیں بار بار آسمان کی طرف اٹھ رہی ہیں... دل کا رابطہ اس مستویٰ عرش سے قائم ہے، اور درخواست پہ درخواست دی جا رہی ہے

شہ رگ تو بہت دور ہے اے جانِ تمنا
آ میرے قریب اور قریب اور قریب اور

بظاہر دشمن کا سر نیچا کرنا ہے، اس کا غرور خاک میں ملانا ہے، اس کو ختم کرنا ہے... بباطن رب کی ملاقات کا انتظام کرنا ہے، اس کی رضا کو پانا ہے، اس کو منانا ہے... کچھ دیر تک یہ دو طرفہ معرکہ جاری رہتا ہے... پھر بالآخر ختم ہو جاتا ہے... نتیجہ یہ کہ اللہ تعالیٰ دشمن کے

نشانے کھوٹے کرتا ہے، اس کو شکست دیتا ہے، اس کے حوصلے پست کرتا ہے... اور اگر اسے وقتی کامیابی ہو بھی اور ادھر سے کوئی مجاہد شہید ہو جائے تو بھی حقیقت میں معاملہ برعکس ہے... مجاہد اللہ کے فضل سے شہادت کا رتبہ پا کر اس کی رضا سے جنت میں چلا جاتا ہے الحمد للہ... جب کہ دشمن مزید ذلیل اور اللہ کو ناراض کرنے اور (جس کے نصیبے میں ہدایت سے محرومی اور جہنم لکھ دیے جاتے ہیں) دوزخ کے اسفل حصے میں گرنے کے اعمال کرنے کے لیے خوار ہوتا رہتا ہے... اسی طرح مجاہدین گو کہ اپنی مرادِ حقیقی (نعمتِ شہادت) فی الحال اگر نہیں بھی پاتے تو اللہ تعالیٰ پھر بھی انہیں مرادِ مجازی یعنی دشمن کی شکست اور ان کے جان و مال کے شدید نقصان کے ذریعے سے مجاہدین کو نئی لگن، نیا جذبہ، نیا حوصلہ، نئے سرے سے شہادت کی تڑپ، اور اپنی محبت و نصرت عطا فرماتا ہے... اور اگر قسمت یاوری کر جائے اور کوئی مجاہد بحکمِ الٰہی جامِ شہادت نوش کر کے حیاتِ جاودانی حاصل کر لیتا ہے، تو بھی وہ اپنے مقصد میں سو فیصد کامیاب رہتا ہے... خلاصہ کلام یہ ہے کہ مجاہدین ہر لحاظ سے کامیاب اور بامراد رہتے ہیں... جب کہ دشمن ہر ہر لحاظ سے ناکام اور ذلیل ہی رہتا ہے... اللھم لک الحمد و لک الشکر

پھر جب مرکز واپس لوٹتے ہیں تو بڑا ہی عجیب عالم ہوتا ہے... مرکز میں رہ جانے والے مجاہدین انتہائی خوشی اور محبت سے استقبال کرتے ہیں، کہ ہمارے بھائی ماشاء اللہ کامیابی سے لوٹے ہیں... پھر اسی جوش میں دل کھول کے یوں خدمت کرتے ہیں گویا بچھے جاتے ہیں... ادھر کارروائی والے عاشقوں کا حال یہ ہوتا ہے کہ بظاہر تو مسکرا مسکرا کے ساتھیوں سے مبارکباد وصول کر رہے ہیں، انہیں معرکے کی روداد سنا رہے ہیں، اللہ کی نصرت کے واقعات بتا رہے ہیں... اور اسی دوران اس درد کی ٹیسیں اندر ہی اندر دبا رہے ہیں جو انہیں شہادت کی بجائے ملا ہوتا ہے... پھر درد بھی سب کا یکساں ہوتا ہے، فرق یہ ہے کہ کچھ کے آنسو اندر گرتے ہیں اور کچھ کے باہر نکلتے ہیں... یا رب! کیسے عجیب مناظر ہیں... کچھ مجاہدین کارروائی کو جانے لگیں تو (بحکمِ امیر) مرکز میں پیچھے رہ جانے والے ساتھی چھپ چھپ کے رو رہے ہوتے ہیں، کہ آہ! ہم نہ جا سکے... جب کہ معرکے کو جانے والے مجسم خوشی ہوتے ہیں، کہ شاید وہ گوہرِ مقصود آج مل جائے... لیکن معرکے سے واپسی پر معاملہ برعکس ہوتا ہے... مرکز والے ساتھی خوش ہوتے ہیں بھائیوں کی بخیریت واپسی پر... جب کہ واپس لوٹنے والے گرچہ صبر و شکر کا پیکر ہوتے ہیں لیکن کیا کیا جائے قبولیت سے محرومی کا قلق ہے کہ آنکھوں سے ٹپک ٹپک جاتا ہے...

عجیب جامعِ اضداد ہیں ترے عاشق
خوشی میں روتے ہیں اور غم میں مسکراتے ہیں

یہ ہے راہِ جہاد، اور یقیناً یہی راہِ عشق ہے... یہاں آنے والے ہر لحاظ سے سودائی ہوتے ہیں... دیوانے ہوتے ہیں... مسرت کے مواقع میں 'کوئی غم' ان کو گھلاتا رہتا ہے... اور غم و مصیبت میں یہ سراپا تسلیم و رضا اور خوش ہوتے ہیں... یہاں جو آتا ہے وہ 'کتابِ عقل کو نسیاں کے طاق' پہ رکھ کر آتا ہے... اور جس کو آنا ہے یا آنا چاہتا ہے وہ بھی دیوانہ ہی بن کے آئے، کہ فرزانوں کا یہاں کم ہی گزارا ہوتا ہے

بجز دیوانگی واں اور چارہ ہی کہو کیا ہے
جہاں عقل و خرد کی ایک بھی مانی نہیں جاتی

تین مہینے میرے کیسے گزر گئے پتہ ہی نہ چلا... ہر دوسرے دن کارروائیاں اور عشق و محبت کے ایسے مناظر دیکھنے کو ملتے رہے کہ وقت گزرنے کا احساس تک نہ ہوا... اور پھر وہ لمحہ بھی آ ہی گیا جس کو وقتِ رخصت کہا جاتا ہے... ایک ایسے وقت، جب ہر ایک بھائی سے اتنا تعلق بن گیا تھا کہ جس کو واقعتاً اللہ فی اللہ کہا جا سکتا ہے، اذنِ روانگی آ گیا... سب سے یوں بچھڑ رہا تھا جیسے کوئی گھر والوں سے جدا ہوتا ہے... ہر چند کہ میرا قطعاً ارادہ نہیں تھا کہ وہاں سے جاؤں، دل چاہتا تھا کہ یہیں رہ جاؤں، لیکن مرتا کیا نہ کرتا اطاعتِ امیر کا پاس تھا... لہٰذا بالآخر آنا ہی پڑا

یوں اٹھے آہ اس گلی سے ہم
جیسے کوئی جہاں سے اٹھتا ہے

آج میدانِ کارزار سے آئے ہوئے دو ماہ گزر چکے ہیں... لیکن ایسا لگتا ہے جیسے کل کی بات ہو... ہر واقعہ، ہر لمحہ جیسے دل پہ نقوش کی صورت اختیار کر گئے ہوں... پھر ساتھیوں سے تبادلۂ روداد کر کر کے اب تو سب باتیں حفظ ہو چکی ہیں... اکثر تو ساتھی پہلے سے سنی ہوئی باتیں بھی مکرر سننے کی درخواست کرتے ہیں، اور اس لگن سے سنتے ہیں جیسے پہلی مرتبہ سنا رہا ہوں... آخر کیوں نہ ہو! اللہ کے عاشقوں اور دوستوں کا تذکرہ ہے ہی اتنا دل نشیں کہ جتنی بھی تکرار ہو مگر دل نہیں بھرتا... ابھی دو دن قبل پھر ایک بھائی نے پوچھا کہ 'کیسا لگا آپ کو محاذ پر جا کر؟' میں پہلے تو مسکرایا اور پھر یوں گویا ہوا

دونوں عالم سے جدا پایا جہانِ کوئے دوست
اللہ اللہ وہ زمین و آسمانِ کوئے دوست
گلشنِ فردوس ہے باغ و بہارِ کوئے دوست
اس کی قسمت جس کو مل جائے جوارِ کوئے دوست
دید کے قابل ہے حسنِ اہتمامِ کوئے دوست
صبحِ جنت سے کہیں بڑھ کر ہے شامِ کوئے دوست
بھا گئی ہے اس قدر دل کو فضائے کوئے دوست
مرغزاروں میں بھی کہہ اٹھتا ہوں 'ہائے' کوئے دوست

☆☆☆☆☆

# عالمی تحریکِ جہاد کے مختلف محاذ

سعود میمن

افریقہ، مغربِ اسلامی اور جزیرۃ العرب وغیرہ مجاہدین مسلسل کارروائیاں کرتے ہیں، مگر دشمن کی اعلامی جنگ، انتہائی مسائل اور بار بار حذف ہوتے مجاہدین کے میڈیا روابط کے باعث فقط میسر شدہ خبریں ہی جاری کی جا رہی ہیں۔ ان شاء اللہ عنقریب اس دقت کا حل ہوتے ہی حسب سابق مجاہدین کے اخبار مسلسل نشر ہوں گے۔[ادارہ]

## صومالیہ:

11 تا 13 ستمبر: ولایہ شبیلي السفلى کے علاقے مبارک میں امریکی و صومالی سپیشل فورسز کے خلاف مجاہدین کی خصوصی کاروائی میں دشمن مالی و جانی نقصان سے دوچار ہوا۔

مقدیشو کے علاقے ہدن میں صومالی حکومت کی وزارت منصوبہ بندی و عالمی تعاون کا عہدیدار عمر حسن ٹارگٹ کلنگ کی ایک کاروائی میں مارا گیا۔

دارالحکومت مقدیشو کے علاقے ھروامیں مجاہدین کا سرکاری فوجی مورچوں پر تعارض جس میں پانچ اہلکار قتل ہوئے اور اسلحے کا ذخیرہ غنیمت ہوا۔

14 ستمبر: دارالحکومت مقدیشو کے علاقے عیلشا میں سرکاری فوج کا افسر قتل، ہتھیار اور گاڑی غنیمت ہوئی۔

ولایہ شبیلي الوسطى کے شہر جوھر کے ایئرپورٹ کے قریب برونڈی کی افواج کی بکتر بند گاڑی بارودی سرنگ کے دھماکے سے تمام سواروں سمیت تباہ ہو گئی۔

16 ستمبر: مقدیشو صدارتی محل کے قریب مجاہدین نے وفاقی ایم پی محمد مرسل کی گاڑی پر دھماکہ کر کے اس کے کئی محافظ قتل کر دیے، ہدف خود شدید زخمی ہوا۔

18 ستمبر: ولایہ جیذو کے شہر بلد حاوا کے نواح میں میجر سمیت 10 سرکاری فوجی مجاہدین سے جنگ میں مارے گئے۔ ایک بکتر بند اور ایک ٹینک بھی تباہ ہوئے۔

19 ستمبر: ولایہ جوبا کے شہر کسمایو میں بارودی سرنگ کے دھماکے میں ایک فوجی ٹرک تباہ ہو گیا، جس کے نتیجے میں افسروں سمیت 13 سرکاری اہلکار مارے گئے۔

20 ستمبر: دو افسران سمیت سرکاری فوج کے چار اہلکار ولایہ شبیلي السفلى کے علاقے 60 کلم میں بارودی سرنگ کے دھماکے کے نتیجے میں مارے گئے۔

21 ستمبر: ولاية جیذو کے علاقے فخدون میں بارودی سرنگ کے دھماکے میں کینیا کی غاصب صلیبی فوج کے 5 اہلکار قتل، درجنوں زخمی ہوئے۔

23 ستمبر: ولایہ شبیلي الوسطى کے شہر جوھر میں برونڈی و امریکی کمانڈوز کے مجمعے پر بارودی سرنگ کا دھماکہ کیا گیا جس میں دس کمانڈوز ہلاک ہوئے۔

مقدیشو کے نواحی علاقے جزیرۃ میں ساحل کی سمت جاتی سڑک پر مجاہدین کے بارودی سرنگ کے دھماکے میں فوجی ٹرک تباہ ہو گیا جس میں 8 اہلکار قتل اور 14 زخمی ہوئے۔

ولایہ شبیلي السفلى کی شہر قریولي میں مجاہدین کی کمین کی زد میں آکر تین سرکاری فوجی زخمی ہو گئے۔

24 ستمبر: ولایہ شبیلي السفلى کے شہر قریولي میں دشمن کے اڈے پر حملے کے نتیجے میں 4 اہلکار مارے گئے۔

25 ستمبر: دارالحکومت مقدیشو کے نواحی علاقے جزیرۃ میں ساحلی روڈ پر مجاہدین کی کمین 13 صومالی فوجی قتل و زخمی ہو گئے اور ان کا ٹرک مکمل طور پر تباہ ہو گیا۔

28 ستمبر: ولایہ باي وبكول کے شہر بورھکبا میں مجاہدین کی کمین میں درجنوں سپاہی قتل ہوئے، اور فوجی گاڑی غنیمت ہوئی۔

29 ستمبر: دارالحکومت مقدیشو سے محض 30 کلومیٹر شمال میں مجاہدین نے سخت جنگ کے بعد بلعد شہر کے 3 اہم قصبوں یاقلي، دقحو، اور مکادیري پر مکمل تمکن حاصل کر لیا۔

ولایہ هیران کے شہر بلدوین میں کمین کے ایک سلسلے میں درجنوں صومالی فوجی مارے گئے۔

1 اکتوبر: مجاہدین نے ولایہ باي وبكول کے شہر بیدوا کے اہم علاقے جوفجدو دوبوري پر مرتد افواج سے سخت جنگ کے بعد مکمل تمکن حاصل کر لیا، جبکہ دشمن فوجیں علاقے سے فرار ہوئیں اور اسلحے کا ذخیرہ غنیمت کیا گیا۔

مجاہدین نے مسلسل تیسرے دن بھی ولایہ هیران کے شہروں هلجن اور بلدوین کے درمیان ایتھوپیا اور جبوتی کے مشترکہ فوجی لشکر کو کمائن (گھات لگا حملہ کرنا) کے ایک طویل سلسلے نشانہ بنائے رکھا جس میں دشمن شدید مالی و جانی نقصان سے دوچار ہوا۔

دارالحکومت مقدیشو کے فیکٹری روڈ پر وزارت دفاع کی عمارت کے قریب یورپی یونین کے فوجی اتحاد کے افسران اور ان کے مقامی زیر تربیت اہلکار کے قافلے کو استشہادی مجاہد نے بارود سے بھری گاڑی سے نشانہ بنایا، جسکے نتیجے میں یورپ کی صلیبی فوج کے 4 اعلی افسران سمیت درجنوں مقامی مرتدین واصل جہنم ہوئے۔

# خراسان کے گرم محاذوں سے

ترتیب وتدوین: عمر فاروق

افغانستان میں محض اللہ کی نصرت کے سہارے مجاہدین صلیبی کفار کو عبرت ناک شکست سے دوچار کر رہے ہیں۔ ستمبر ۲۰۱۸ء میں ہونے والی اہم اور بڑی کارروائیوں کی تفصیل پیش خدمت ہے۔ یہ تمام اعداد و شمار امارت اسلامیہ ہی کے پیش کردہ ہیں۔ تمام کارروائیوں کی مفصل روداد امارت اسلامیہ افغانستان کی ویب سائٹ http://www.urdu-alemarah.com پر ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔

4 اکتوبر: دارالحکومت مقدیشو کے علاقے بدن میں مجاہدین کے ہاتھوں دو سرکاری فوجی مارے گئے اور ان کا افسر زخمی ہو گیا۔

5 اکتوبر: دارالحکومت مقدیشو کے علاقے ھروا میں افریقی یونین کی غاصب فوج کے قافلے پر دو بارودی سرنگوں سے دھماکے میں بکتر بند گاڑی تباہ، کئی ہلاک و زخمی ہوئے۔

ولایہ ھیران کے شہر ھلجن کے نواح میں ایتھوپیا، جبوتی اور صومالیہ کی افواج کے مشترکہ قافلے پر مجاہدین کی کمین میں کئی اہلکار قتل ہوئے۔

مقدیشو کے نواحی علاقے جزیرۃ میں بارودی سرنگ کے دھماکے سے پک اپ طرز کی فوجی گاڑی تباہ، ایک اہلکار قتل اور افسر سمیت کئی زخمی ہو گئے۔

9 اکتوبر: بلعد شہر کے نواحی علاقے جلولي میں بارودی سرنگ کے دھماکے میں برونڈی کی غاصب افواج کی بکتر بند گاڑی تباہ ہو گئی۔ تمام سوار فوجی مارے گئے۔

اسلامی صوبے جوبا کے جلب میں شرعی عدالت کے حکم پر امریکہ، برطانیہ اور صومالی حکومت کے 5 جواسیس پر بر سر عام اللہ کا حکم نافذ کر دیا گیا۔

10 اکتوبر: ولایہ ھیران کے شہروں بولوبردي اور جللقسي کی درمیانی سڑک پر مجاہدین کی جانب سے بارودی سرنگوں کے دو دھماکوں کے نتیجے میں جبوتی اور ایتھوپیا کی دو بکتر بند گاڑیاں تباہ ہو گئیں۔ سوار ہلاک ہوئے۔

## تیونس:

3 اکتوبر: کتیبہ عقبہ بن نافع کے مجاہدین کے خلاف مرتدین کی جانب سے شروع کی جانے والی جدید، شدید ترین جنگ اور عامۃ المسلمین کی عزتوں اور ایمان سے کھلواڑ کی نئی مہم کے دوران مرتد لعین دشمن کو اس وقت سخت ہزیمت کا سامنا کرنا پڑا جب مجاہدین نے مرتد فوج کو بارودی سرنگوں کے دھماکوں سے نشانہ بنایا۔

جندوبہ کے علاقے عین سلطان میں مجاہدین نے بارودی سرنگ کے دھماکے سے KIRPI طرز کی فوجی گاڑی کو تباہ کر دیا، جسکے نتیجے میں سوار تمام اہلکار ہلاک و زخمی ہوئے، اس کے بعد مجاہدین نے جائے وقوعہ پر جمع ہونے والے فوجیوں کو ایک اور دھماکے کا نشانہ بنایا جس کی زد میں مزید بیسیوں فوجی آئے۔ مقتولین کی تعداد درجن بھر ہے اور کئی اہلکار زخمی ہو کر ہسپتالوں میں زیر علاج ہیں۔

## یمن:

23 ستمبر: شبوہ میں عرب امارات کے تابع قوات النخبۃ الشبوانیۃ نے خورہ نامی علاقے میں انصار الشریعہ کے مجاہدین کے مورچوں پر حملہ کیا، جوابی کاروائی کرتے ہوئے مجاہدین نے دشمن کا حملہ پسپاء کر دیا جسکے نتیجے میں کم و بیش 10 جنگجو ہلاک ہوئے۔

6 اکتوبر: قوات النخبۃ الشبوانیۃ کے 3 کارندے اس وقت مارے گئے اور 7 زخمی ہوئے جب وہ پوری فوج سمیت ولایہ شبوہ کے علاقے خورہ میں مجاہدین کے مورچوں پر حملہ آور ہوئے۔

دشمن سے جنگ بوقت ظہر سے شروع ہوئی اور تاوقت عصر جاری رہی جس کے بعد دشمن ہزیمت کا شکار ہو کر علاقہ چھوڑ کر فرار ہو گیا۔

## کینیا:

11 تا 13 ستمبر: مانديرا کے علاقے دباستي میں مجاہدین نے کینین فوج کی بکتر بند گاڑی بارودی سرنگ کے دھماکہ سے تباہ کر دی۔ تمام سوار ہلاک ہوئے۔

24 ستمبر: لاموکے علاقے تخسيلي میں مجاہدین نے کینیائی فوج کے اڈے پر حملہ کر کے 10 فوجی قتل کر دیے اور 3 گرفتار کر لیے۔ اسلحہ بھی غنیمت کیا گیا۔

25 ستمبر: ساحلی خطے لامو میں مرراني میں مجاہد نشانچی (سنائپر) نے کینین فوجی کو نشانہ بنایا، جسکے نتیجے میں ہدف موقع پر ہی قتل ہو گیا۔

10 اکتوبر: شمال مشرقی کینیا میں مانديرا کے علاقے عربيا میں مجاہدین کے ایک تعارض میں 2 غاصب صلیبی مارے گئے۔

☆☆☆☆☆

یکم ستمبر:

صوبہ خوست کے ضلع علی شیر میں بازار نامی چوکی پر مجاہدین نے حملہ کیا، جس کے نتیجے میں ایک فوجی کی ہلاکت کی اطلاع ملی ہے اور ساتھ ہی فوجی ٹینک بارودی سرنگ کا نشانہ بن کر تباہ ہوا اور اس میں سوار اہلکار ہلاک ہوئے۔

2 ستمبر:

صوبہ ہلمند کے ضلع گرشک میں آب پاشک، پارچاؤ، نہر سراج اور وزیر ماندہ کے علاقوں میں دشمن پر حملے اور دھماکے ہوئے، جس سے 3 اہلکار ہلاک، اور 2 ٹینک تباہ اور ان میں سوار اہلکار ہلاک ہوئے۔

صوبہ ہلمند کے ضلع ناوہ میں عینک، سرخدوز اور باسولان کے علاقوں میں پولیس اہلکاروں پر حملہ ہوا، جس سے 6 اہلکار ہلاک ہوئے۔

صوبہ روزگان کے صدر مقام ترینکوٹ شہر میں آپریشن کرنے والے فوجیوں پر مجاہدین نے حملہ کیا، جس کے نتیجے میں دشمن پسپا، 4 ٹینک تباہ اور 14 پولیس و فوجی ہلاک ہوئے۔

صوبہ ہلمند کے ضلع نادعلی میں ناقل آباد اور ملنگ پل کے علاقوں میں آپریشن کرنے والے فوجیوں، پولیس اہلکاروں اور جنگجوؤں پر مجاہدین نے حملہ کیا، جس سے 14 اہلکار ہلاک وزخمی، جبکہ دیگر ہوگئے۔

3 ستمبر:

صوبہ قندہار کے صدر مقام قندہار شہر کے حلقہ نمبر 14 کے علاقے میں ہونے والے بم دھماکوں سے 2 آفسروں سمیت 13 پولیس اہلکار ہلاک وزخمی ہوئے۔

صوبہ لوگر کے ضلع محمد آغہ میں تنگی وغجان کے علاقے کابل، گردیز ہائی وے پر مجاہدین نے امریکی فوجی سپلائی کانوائے پر ہلکے و بھاری ہتھیاروں سے حملہ کیا، جس کے نتیجے میں 2 سفاک صلیبی فوجی ہلاک جبکہ متعدد زخمی ہونے کے علاوہ 5 بڑی گاڑیاں بھی تباہ ہوئیں۔

صوبہ لوگر کے صدر مقام عالم شہر کے سید حبیب اللہ قلعہ کے علاقے میں مجاہدین نے امریکی کانوائے پر اسی نوعیت کا حملہ کیا، جس میں مزید 4 گاڑیاں تباہ ہوئیں اور دشمن کو ہلاکتوں کا سامنا ہوا۔

صوبہ پروان کے ضلع باگرام میں ملکی سطح پر جارح امریکی فوجوں کے سب سے بڑے اڈے بگرام ایئربیس پر مجاہدین نے میزائل داغے، جو اہداف پر گر کر دشمن کے لیے جانی ومالی نقصانات کے سبب بنے۔

صوبہ بلخ کے ضلع خاص بلخ میں ایلقہ چی کے علاقے میں واقع جنگجو کمانڈر نور کی 2 چوکیوں پر مجاہدین نے ہلکے وبھاری ہتھیاروں سے وسیع حملہ کیا، جس کے نتیجے میں ایک چوکی فتح اور وہاں تعینات 4 جنگجو ہلاک جبکہ 2 زخمی اور دیگر فرار ہوئے، ایک رینجر گاڑی تباہ ہوئی اور مجاہدین نے ایک ہیوی مشین گن، ایک کلاشنکوف اور دیگر فوجی سازوسامان غنیمت کرلیا۔

صوبہ غور کے ضلع ساغر میں ضلعی مرکز اور دفاعی چوکیوں پر مجاہدین نے حملہ کیا، جو اطلاع آنے تک جاری رہا، جس سے اب تک 2 چوکیاں فتح اور 3 اہلکار ہلاک ہوئے۔

صوبہ غور کے ضلع دولتیار میں سمک کے علاقے میں کمانڈر محمد نسیم نے 50 اہلکاروں سمیت حقائق کا ادراک کرتے ہوئے مجاہدین کی مخالفت سے دست بردار ہوا۔

صوبہ لوگر کے ضلع محمد آغہ میں لشکری خیل کے علاقے میں فوجی ٹینک مجاہدین کی نصب کردہ بم سے ٹکرا کر تباہ ہوا اور اس میں سوار 4 اہلکار لقمہ اجل بن گئے۔

صوبہ ننگرہار کے ضلع بٹی کوٹ میں سپین خوڑ کے علاقے منگلیان کے مقام پر بم دھماکہ سے فوجی رینجر گاڑی تباہ اور اس میں سوار 3 اہلکار موقع پر ہلاک جبکہ 3 زخمی ہوئے۔

4 ستمبر:

صوبہ بادغیس کے صدر مقام قلعہ نو میں لامان کے علاقے میں واقع فوجی مراکز پر مجاہدین نے ہلکے وبھاری ہتھیاروں سے حملہ کیا، جس کے نتیجے میں اللہ کی فضل سے اہم یونٹ اور چوکی فتح، 3 ٹینک اور 4 رینجر گاڑیاں تباہ، 10 اہلکار ہلاک، 10 زخمی، جبکہ دیگر نے فرار ہوگئے۔ یاد رہے کہ مجاہدین نے ایک ٹینک، ایک اینٹی ایئر گرافٹ گن، 3 ہیوی مشن گن، 2 راکٹ لانچر، 2 رائفل گن، 11 کلاشنکوف، 6 پستول اور 3 وائیرلیس سیٹوں سمیت مختلف النوع فوجی سازوسامان غنیمت کرلیا۔

صوبہ بغلان کے ضلع نہرین میں مجاہدین اور کٹھ پتلی فوجوں کے درمیان چھڑنے والی لڑائی میں 2 فوجی ٹینک تباہ ہونے کے علاوہ 3 اہلکار ہلاک جبکہ 6 زخمی ہوئے۔

صوبہ لوگر کے صدر مقام پل عالم شہر میں علی خان قلعہ کے علاقے میں واقع چوکی پر حملہ ہوا اور ساتھ ہی تازہ دم اہلکاروں مجاہدین نے کمین لگائی۔ جس کے نتیجے میں 5 اہلکار ہلاک جبکہ 4 زخمی اور ایک رینجر گاڑی بھی تباہ ہوئی۔

5 ستمبر:

صوبہ غور کے ضلع شہرک میں قروں کے علاقے میں مجاہدین نے پولیس چیف کے فوجی قافلے پر ہلکے بھاری ہتھیاروں سے حملہ کیا، جس کے نتیجے میں پولیس چیف کمانڈر (ضیاء الحق عرف خوشنود) 3 محافظوں سمیت موقع پر ہلاک ہوا۔ یاد رہے کہ مجاہدین نے 11 گاڑیوں سمیت کافی اسلحہ غنیمت کرلیا۔

صوبہ ہلمند کے صدر مقام لشکر گاہ شہر کے حلقہ نمبر چار کے علاقے میں آپریشن کرنے والے فوجیوں، پولیس اہلکاروں اور جنگجوؤں پر مجاہدین نے حملہ کیا، اور اس کے ساتھ دشمن پر یکے بعد دیگرے پانچ بم دھماکے ہوئے، جس سے 15 اہلکار ہلاک وزخمی ہوئے۔

صوبہ ہلمند کے ضلع گرشک میں نہر سراج کے علاقے کے یخچال کے مقام پر واقع فوجی مرکز پر مجاہدین نے حملہ کیا، جس سے اہم مرکز فتح، سات 7 اہلکار ہلاک، جبکہ دیگر فرار ہوگئے۔

صوبہ فاریاب کے ضلع قیصار میں برکہ کے علاقے کے 300 خاندان جو اس سے پہلے کابل کٹھ پتلی ادارہ میں جنگجوؤں کی طور پر کام کر رہے تھے، نے حقائق کا ادراک کرتے ہوئے مجاہدین کی مخالفت سے دست برداری کا اعلان کیا۔

صوبہ بادغیس کے ضلع مقر میں فیروز کے علاقے میں ہونے والے بم دھماکہ سے موٹر سائکل تباہ اور اس پر سوار پولیس چیف (اسماعیل) محافظ سمیت ہلاک ہوا۔

صوبہ ہلمند کے ضلع ناد علی میں خوشحال گاؤں، نرئی ماندہ، ھزار گان اور قلف کے علاقوں میں کٹھ پتلی فوجیوں پر حملہ ہوا، جس سے گاڑی تباہ اور 15 اہلکار ہلاک و زخمی ہوئے۔

صوبہ غور کے ضلع ساغر میں محصور ضلعی مرکز پر ہلکے و بھاری ہتھیاروں سے حملہ ہوا، جس سے 7 اہلکار ہلاک ہوئے۔

## 6 ستمبر:

صوبہ بادغیس کے ضلع آب کمرئی میں کٹھ پتلی فوجیوں کی چوکیوں پر مجاہدین نے حملہ کیا، جس سے 11 اہلکار ہلاک، جبکہ پانچ زخمی ہوئے۔ مجاہدین نے ایک ہوی مشن گن، ایک راکٹ لانچر اور 6 کلاشنکوفوں سمیت مختلف النوع فوجی سازوسامان غنیمت کر لیا۔

## 7 ستمبر:

صوبہ قندہار کے صدر مقام قندہار شہر کے حلقہ نمبر دو کے علاقے میں مسلحانہ کاروائی کے نتیجے میں اہم آفسر ہلاک اور انٹیلی جنس اہلکار زخمی ہوا۔

صوبہ قندھار کے ضلع میوند میں قلعہ شامیر کے علاقے کے شلغم ماندہ کے مقام پر ہونے والے بم دھماکوں سے 2 ٹینک ایک موٹر سائکل تباہ اور 6 اہلکار ہلاک و زخمی ہوئے۔

صوبہ ہلمند کے ضلع ناد علی میں چاہ انجیر کے علاقے میں کٹھ پتلی فوجیوں، پولیس اہلکاروں اور جنگجوؤں پر حملہ ہوا، جس سے ٹینک و گاڑی تباہ اور 13 اہلکار ہلاک و زخمی ہوئے۔

صوبہ فراہ کے صدر مقام فراہ شہر کے نیوپل کے علاقے میں واقع پولیس چوکی پر حملہ ہوا، جس سے چوکی فتح، کمانڈر (عبد الصمد) سمیت پانچ اہلکار ہلاک، جبکہ 4 گرفتار ہوئے۔ مجاہدین نے ایک ہیوی مشن گن، ایک راکٹ لانچر، 6 کلاشنکوف، 2 بندوق اور ایک بم آفگن سمیت مختلف النوع فوجی سازوسامان غنیمت کر لیا۔

صوبہ جوزجان کے ضلع منگجیک میں واقع جنگجوؤں کی چوکی پر ہلکے و بھاری ہتھیاروں سے لیس مجاہدین نے حملہ کیا، جس کے نتیجے میں اللہ تعالی کی نصرت سے چوکی فتح اور وہاں تعینات جنگجوؤں میں سے 7 ہلاک جبکہ دیگر فرار اور مجاہدین نے ایک ہیوی مشین گن، ایک راکٹ لانچر، سات کلاشنکوفیں اور دیگر فوجی سازوسامان غنیمت کر لیا۔

صوبہ میدان کے ضلع چک میں جلیل نامی چوکی پر مجاہدین نے اسی نوعیت کا حملہ کر کے اس پر قبضہ جما لیا اور وہاں تعینات کمانڈر غیاث الدین سمیت 6 جنگجو ہلاک، 2 گرفتار ہوئے اور مجاہدین نے 2 امریکی ہیوی مشین گن، ایک رائفل، ایک راکٹ، ایک ہینڈ گرنیڈ اور دیگر فوجی سازوسامان غنیمت کر لیا۔

صوبہ پکتیکا کے ضلع وازیخوا میں خضر خیل گاؤں کے رہائشی 7 پولیس اہلکاروں نے حقائق کا ادراک کرتے ہوئے کمانڈر سمیت مخالفت سے دستبرداری کا اعلان کیا

## 8 ستمبر:

صوبہ ہلمند کے صدر مقام لشکر گاہ شہر کے حلقہ نمبر چار کے علاقے کے شالان کے مقام پر فوجیوں، پولیس اہلکاروں اور جنگجوؤں نے امریکی طیاروں ہمراہ آپریشن کا آغاز کیا، جن پر مجاہدین نے جوابی کارروائی کی، جس کے نتیجے میں 8 اہلکار ہلاک و زخمی ہوئے۔

صوبہ روزگان کے صدر مقام ترینکوٹ شہر میں واقع فوجی مراکز پر مجاہدین نے لیزر گن حملہ کیا، جس کے نتیجے میں 2 مراکز فتح، 20 اہلکار ہلاک، جبکہ 10 مزید زخمی ہوئے۔

صوبہ بغلان کے ضلع مرکزی بغلان میں منگل کے علاقے میں واقع فوجی بیس اور آس پاس چوکیوں پر ہلکے و بھاری ہتھیاروں سے لیس مجاہدین نے وسیع حملہ کیا، جس کے نتیجے میں اللہ تعالی کی نصرت مکمل علاقہ ور ایک چوکی فتح ہونے کے علاوہ 17 اہلکار ہلاک اور مجاہدین نے کافی مقدار میں مختلف النوع ہلکے و بھاری ہتھیار غنیمت کر لیا۔

صوبہ پکتیا کے ضلع جانی خیل میں تزی سر اور دوچیگی کنڈاو نامی چوکیوں پر مجاہدین نے اسی نوعیت کا حملہ کیا، جس کے نتیجے میں دونوں چوکیاں فتح اور وہاں تعینات 20 اہلکار ہلاک و زخمی ہوئے اور ساتھ ہی مجاہدین نے کافی اسلحہ بھی غنیمت کر لیا۔

## 9 ستمبر:

صوبہ ہلمند کے صدر مقام لشکر گاہ شہر کے حلقہ نمبر چار کے علاقے کے شالان کے مقام پر دشمن پر حملہ ہوا، جس سے 6 اہلکار ہلاک ہوئے۔

صوبہ ہلمند کے ضلع ناد علی میں پتھر پل، ناقل آباد اور زرغون گاؤں کے علاقوں میں آپریشن کرنے والے فوجیوں پر حملہ ہوا، جس سے ٹینک تباہ اور 19 اہلکار ہلاک و زخمی ہوئے۔

صوبہ فراہ کے ضلع پرچمن میں دشمن کے مراکز پر حملہ ہوا، جس سے اہم مرکز فتح، 14 فوجی و پولیس اہلکار ہلاک جبکہ متعدد زخمی ہوئے۔ مجاہدین نے 2 ہیوی مشن گن، ایک راکٹ لانچر، ایک مارٹر توپ، ایک جلسئی بندوق، 2 کارمولی بندوق، ایک کلاشنکوف، 3 رات والے دوربین اور مختلف النوع فوجی سازوسامان غنیمت کر لیا۔

صوبہ روزگان کے صدر مقام ترینکوٹ شہر میں واقع فوجی مراکز پر مجاہدین نے حملہ کیا، جس سے 2 اہم مراکز فتح، 9 اہلکار موقع پر ہلاک، جبکہ 7 مزید زخمی ہوئے۔

صوبہ بغلان کے ضلع مرکزی بغلان میں واقع فوجی مراکز اور آس پاس چوکیوں پر وسیع حملہ کیا، جس کے نتیجے میں اللہ تعالی کی نصرت سے 8 بڑے گاؤں، 7 فوجی مراکز اور 9

چوکیاں مکمل طور پر فتح ہوئیں اور وہاں تعینات اہلکاروں میں سے 60 ہلاک جبکہ متعدد زخمی اور دیگر فرار ہوگئے۔ اس کے علاوہ مجاہدین نے 4 فوجی ٹینک، 4 رینجر گاڑیاں، 42 عدد مختلف النوع ہلکے وبھاری ہتھیار اور دیگر فوجی سازوسامان غنیمت کر لیا۔

صوبہ میدان کے ضلع جلگہ کے مرکز اور تمام چوکیوں پر اسی نوعیت کا حملہ ہوا، جس کے نتیجے میں 6 چوکیاں فتح اور درجنوں اہلکار، زخمی اور گرفتار ہوئے، اس کے علاوہ مجاہدین نے فوجی ٹینک، رینجر گاڑیاں اور دیگر فوجی سازوسامان غنیمت کر لیا۔

10 ستمبر:

صوبہ بلخ کے ضلع شولگرہ میں کندلی کے علاقے میں واقع جنگجوؤں کی چوکیوں پر مجاہدین نے حملہ کیا، جس کے نتیجے میں 2 اہلکار ہلاک جبکہ ایک زخمی ہوا۔

صوبہ روزگان کے صدر مقام ترینکوٹ شہر کے ناوہ پایں اور سپین مسجد کے علاقوں میں واقع فوجی مراکز پر حملہ ہوا، جس سے 2 مراکز فتح، 12 اہلکار ہلاک، جبکہ 8 مزید زخمی ہوئے۔

صوبہ میدان کے ضلع جلگہ (دائی میر داد) کے مرکز، پولیس ہیڈ کوارٹر اور تمام تنصیبات پر وسیع حملہ ہوا، جس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ کی نصرت سے تمام مراکز فتح اور وہاں ڈسٹرکٹ پولیس چیف اور دو کمانڈروں سمیت 70 اہلکار ہلاک ہوئے۔ مجاہدین نے 5 فوجی ٹینک، 2 رینجر گاڑیاں، 2 اینٹی ایئر کرافٹ گنیں، ایک ایس پی جی نائن توپ، 2 عدد مارٹر توپیں، 50 عدد امریکی رائفلیں، 15 عدد ہیوی مشین گنیں، فوجی سازوسامان سے بھری ہوئی 2 گاڑیاں غنیمت کر لی اور لڑائی کے دوران ایک ٹینک اور ایک رینجر گاڑی بھی تباہ ہوئی۔

صوبہ جوزجان کے ضلع خماب میں ضلعی مرکز اور تمام چوکیوں پر وسیع حملہ ہوا، جس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ کی نصرت سے مرکز، تمام چوکیاں اور تنصیبات فتح ہوئیں اور وہاں تعینات اہلکاروں میں سے 10 ہلاک، 2 گرفتار اور کمانڈر سمیت 8 جنگجوؤں نے ہتھیار ڈال دیے، جنہوں نے ایک ہیوی مشین گن، ایک راکٹ لانچر، 5 کلاشنکوفیں، ایک عدد ہینڈ گرنیڈ اور دیگر فوجی سازوسامان مجاہدین کے حوالے کر دیے۔ مجاہدین نے تین فوجی ٹینک، ایک رینجر گاڑی غنیمت کر لی۔

صوبہ فاریاب کے ضلع پشتونکوٹ کے چھار توت کے علاقے میں واقع فوجی مراکز پر مجاہدین نے لیزر گن حملہ کیا، جس سے ایک اہم مرکز اور پانچ چوکیاں فتح، 10 اہلکار ہلاک، 9 زخمی، جبکہ دیگر نے فرار کی راہ اپنائی۔ مجاہدین نے 6 کلاشنکوف، 2 بم آفگن، ایک ایم 16 بندوق، ایک موٹر سائکل اور 4 وائیر لیس سیٹ سمیت مختلف النوع فوجی سازوسامان غنیمت کر لیا۔

صوبہ سرپل کے صدر مقام سرپل شہر میں بلغلئی میں دشمن کے مراکز پر مجاہدین نے حملہ کیا، جس سے متعدد مراکز اور چوکیاں فتح، 11 اہلکار ہلاک ہوئے جبکہ دشمن کے 10 ٹینک ورینجر گاڑیاں تباہ ہوئے۔ مجاہدین نے 11 ہیوی مشن گنوں سمیت مختلف النوع فوجی سازوسامان غنیمت کر لیا۔

صوبہ قندہار کے میوند اور ارغنداب اضلاع میں خانہ گرداب اور جوگرام، مندوزوں اور شلغم ماندہ کے علاقوں میں واقع چوکیوں پر حملہ ہوا، جس سے 13 اہلکار ہلاک ہوئے۔

11 ستمبر:

صوبہ بلخ کے ضلع چمتال میں بارگاہ کے علاقے میں واقع فوجی بیس اور چوکیوں پر ہلکے و بھاری ہتھیاروں سے لیس مجاہدین نے حملہ کیا، فوجی بیس اور 15 چوکیاں فتح ہونے کے علاوہ وہاں تعینات اہلکاروں میں سے 13 ہلاک وزخمی جبکہ دیگر فرار اور مجاہدین نے ایک فوجی رینجر گاڑی اور مختلف النوع ہلکے وبھاری ہتھیار غنیمت کر لیا۔

صوبہ خوست کے ضلع دومندہ کے سید خیل کے علاقے میں کمانڈوز پر مسلسل دو شدید دھماکے ہوئے، جس کے نتیجے میں 20 سے زائد اہلکاروں کو ہلاکتوں کا سامنا ہوا۔

صوبہ سرپل کے صدر مقام سرپل شہر میں بلغلئی کے علاقے میں مجاہدین نے دشمن کے خلاف آپریشن کا آغاز کیا، جس کے نتیجے میں مزید سات وسیع علاقے (بغاوہ، قشقرئی، گلہ کل، دولت زئی، ایکہ زک، کوٹہ قرہ اور چشمہ شفا) 30 سے زائد جنگجو، پولیس وفوجی ہلاک، متعدد زخمی اور گرفتار ہوئے۔ مجاہدین نے متعدد ٹینکوں اور گاڑیوں سمیت مختلف النوع فوجی سازوسامان غنیمت کر لیا۔

صوبہ پروان کے ضلع بگرام میں ملکی سطح جارح امریکی فوجوں کے سب سے بڑے اڈے بگرام ایئربیس پر مجاہدین نے میزائل داغے، جو اہداف پر گر کر دشمن کے لیے جانی ومالی نقصانات کے سبب بنے۔

12 ستمبر:

صوبہ غزنی کے ضلع مقر میں رادہ کے علاقے میں واقع فوجی مرکز اور دو چوکیوں پر شدید حملہ ہوا، جس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ کی نصرت سے مرکز اور دونوں چوکیاں فتح ہوئیں اور وہاں تعینات اہلکاروں میں سے کمانڈر صفی اللہ سمیت 12 ہلاک جبکہ متعدد زخمی ہوئے اور مجاہدین نے 3 فوجی ٹینک، 11 عدد امریکی گنیں، 8 عدد ہیوی مشین گنیں اور کافی مقدار میں مختلف النوع اسلحہ وفوجی سازوسامان غنیمت کر لیا۔

صوبہ لوگر کے صدر مقام پل عالم شہر میں گاز شرکت کے قریب مجاہدین نے امریکی فوجوں اور کٹھ پتلی کمانڈوز پر گھات کی صورت میں شدید حملہ کیا، جس کے نتیجے میں 2 امریکی فوجی ہلاک جبکہ 3 زخمی ہوئے۔

صوبہ زابل کے ضلع شاہ جوئی میں غونڈ نامی اہم یونٹ اور آس پاس چوکیوں پر حملہ ہوا، جس کے نتیجے میں یونٹ سمیت 4 چوکیاں فتح، اور اس میں تعینات 40 اہلکار ہلاک ہوئے۔

13 ستمبر:

صوبہ ہرات کے ضلع اوبئی میں امارت اسلامیہ کے دعوت وارشاد کمیشن کے کارکنوں کی دعوت کو لبیک کہتے ہوئے 158 اہلکاروں نے مجاہدین کی مخالفت سے دست برداری کا اعلان کیا۔

صوبہ فراہ کے ضلع پشترود میں انجینئر سرور باغ کے علاقے میں واقع فوجی یونٹ پر حملہ ہوا، جس سے مرکز فتح، ٹینک تباہ، 10 اہلکار ہلاک، جبکہ 4 مزید زخمی ہوئے۔ مجاہدین نے 2 اینٹی ائیر گرافٹ گن، ایک مارٹر توپ، 2 ہیوی مشن گن، سات جلسیئی بندوقوں سمیت مختلف النوع فوجی سازوسامان غنیمت کر لیا۔

صوبہ فراہ کے ضلع شیبکوہ میں ضلعی مرکز، پولیس ہیڈ کوارٹر اور آس پاس دفاعی چوکیوں پر حملہ ہوا، جس سے 6 اہلکار ہلاک، جبکہ 5 مزید زخمی ہوئے۔

14 ستمبر:

صوبہ روزگان کے صدر مقام ترینکوٹ شہر کے ناوہ پایں کے علاقے میں سرخوم کے مقام پر ناکام دشمن نے مجاہدین کے مورچوں پر حملہ کیا، جن پر جوابی کاروائی ہوئی، جس سے 4 ٹینک تباہ، سات اہلکار ہلاک، 9 زخمی، جبکہ دیگر فرار ہوگئے

صوبہ میدان کے صدر مقام میدان شہر میں دہ افغانان کے علاقے میں واقع تین پولیس چوکیوں پر مجاہدین نے وسیع حملہ کیا، جس کے نتیجے میں کونجو اور جوئے کلان نامی دو چوکیاں اللہ تعالی کی نصرت سے فتح ہوئی اور وہاں تعینات اہلکاروں میں سے 8 ہلاک جبکہ 3 زخمی اور دیگر فرار ہوگئے۔ مجاہدین نے 2 ہیوی مشین گنیں، 6 کلاشنکوفیں، 3 امریکی رائفلیں، 2 راکٹ لانچر، 3 ہینڈ گرنیڈ اور دیگر فوجی ساوز سامان غنیمت کر لیا۔

صوبہ بغلان کے ضلع مرکزی بغلان میں مجاہدین نے امریکی غاصبوں اور کٹھ پتلی کمانڈوز کے کاروان پر شدید حملہ کیا، جس میں 3 امریکی اور 4 اجرتی قاتل ہلاک جبکہ 4 زخمی ہوئے۔

15 ستمبر:

صوبہ زابل کے ضلع نوبھار میں لوڑگئی کے علاقے میں واقع چوکیوں پر حملہ ہوا، جس سے 3 چوکیاں فتح، ٹینک تباہ، 20 اہلکار ہلاک ہوئے

صوبہ بادغیس کے قادس اور سنگ آتش اضلاع میں آب بخش اور بادروکئی کے علاقوں میں واقع چوکیوں پر حملہ ہوا، جس سے 2 چوکیاں فتح، اور اس میں تعینات اہلکاروں میں سے 5 ہلاک وزخمی، جبکہ دیگر ہوگئے، مجاہدین نے ایک ہیوی مشن گن، 2 کلاشنکوف، ایک بم آفگن اور ایک موٹر سائکل سمیت مختلف النوع فوجی سازوسامان غنیمت کر لیا۔

صوبہ فراہ کے ضلع خاک سفید میں رنج کے علاقے میں مجاہدین نے فوجی ہیلی کاپٹر کو اینٹی ایئر کرافٹ گن کا نشانہ بنا کر مار گرایا اور اس میں سوار کابل انتظامیہ کے تین اعلیفوجی افسر توریالئی، عبدالوارث اور عبدالرشید سمیت 6 اہلکار ہلاک ہوئے۔

صوبہ قندھار کے صدر مقام قندہار شہر کے عینو مینہ کے علاقے میں گوریلے مجاہدین نے صوبہ زابل ضلع شملزئی کے سربراہ مہمند نصرت یار کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔

16 ستمبر:

صوبہ زابل کے صدر مقام قلات شہر کے مربوطہ ظافر خیل کے علاقے میں واقع چوکی پر حملہ ہوا، جس سے چوکی فتح اور 11 اہلکار ہلاک، جبکہ دیگر فرار ہوگئے۔ مجاہدین نے مختلف النوع فوجی سازوسامان غنیمت کر لیا۔

صوبہ روزگان کے صدر مقام ترینکوٹ شہر میں دشمن کے مراکز پر حملہ ہوا، جس سے 4 ٹینک تباہ 10 اہلکار ہلاک، جبکہ پانچ مزید زخمی ہوئے۔

صوبہ فراہ کے ضلع پشترود میں کمانڈر (باران) اور کمانڈر (میرزا) 25 اہلکاروں سمیت حقائق کا ادراک کرتے ہوئے مجاہدین کی مخالفت سے دست بردار ہوئے۔

17 ستمبر:

صوبہ بادغیس کے صدر مقام قلعہ نو اور ضلع سنگ آتش میں فوجی چوکیوں پر حملہ ہوا، جس سے یونٹ سمیت 2 چوکیاں فتح، کمانڈر (عبدالحکیم) سمیت 12 اہلکار ہلاک، سات زخمی، جبکہ سات گرفتار ہوئے۔ مجاہدین نے 2 رینجر گاڑیاں، ایک مارٹر توپ، ایک ہیوی مشن گن، 2 راکٹ لانچر اور 2 کلاشنکوف سمیت مختلف النوع فوجی سازوسامان غنیمت کر لیا۔

صوبہ کابل کے ضلع پغمان میں برہ ارغندی کے علاقے اتم خیل گاؤں کے قریب مجاہدن کے حملے میں ایک فوجی رینجر گاڑی تباہ اور اس میں سوار 5 اہلکار ہلاک ہوئے۔

18 ستمبر:

صوبہ زابل کے ضلع ارغنداب میں سرخ سنگ کے علاقے میں واقع انتقالی ضلعی مرکز اور دفاعی چوکیوں پر حملہ ہوا، جس سے 3 ٹینک تباہ سابق ضلعی سربراہ کمانڈر (گل حبیب) اور کمانڈر (نعمت) سمیت 10 اہلکار ہلاک، جبکہ 4 مزید زخمی ہوئے۔

19 ستمبر:

صوبہ قندوز کے ضلع قلعہ ذال میں واقع چوکی پر مجاہدین نے حملہ کیا، جس کے نتیجے میں اسسٹنٹ پولیس چیف سمیت 15 اہلکار ہلاک جبکہ 3 زخمی ہوئے۔

صوبہ پکتیکا کے ضلع وازیخوا کے سرواندہ کے علاقے میں واقع جنگجوؤں کی چوکی پر مجاہدین نے حملہ کر کے اس پر اللہ تعالی کی نصرت سے قابض ہوئے اور وہاں تعینات اہلکاروں میں سے 9 ہلاک جبکہ دیگر فرار اور مجاہدین نے 4 عدد کلاشنکوفیں، 2 عدد ہیوی مشین گنیں، 2 عدد راکٹ لانچر، ایک عدد وائر لیس سیٹ اور دیگر فوجی سازز سامان غنیمت کر لی۔

صوبہ روزگان کے صدر مقام ترینکوٹ شہر کے ناوہ پایں کے علاقے میں آپریشن کرنے والے فوجیوں، پولیس اہلکاروں اور سنگور جنگجوؤں پر حملہ ہوا، جس سے 4 ٹینک تباہ اور سات اہلکار موقع پر ہلاک، جبکہ 3 مزید زخمی ہوئے۔

20 ستمبر:

صوبہ روزگان کے صدر مقام ترینکوٹ شہر میں ناوہ پایں کے علاقے میں واقع چوکی پر حملہ ہوا، جس سے چوکی فتح، 3 ٹینک تباہ، 8 اہلکار ہلاک، سات زخمی، جبکہ دیگر نے فرار کی راہ اپنالی۔ مجاہدین نے 2 امریکن ہیوی مشن گن، 3 کارمولی اور 2 بم آفگن سمیت مختلف النوع فوجی سازوسامان غنیمت کرلیا۔

صوبہ غزنی کے ضلع آب بند کے مرکز اور پولیس ہیڈکوارٹر پر وسیع حملہ ہوا، جس کے نتیجے میں اللہ تعالی کی نصرت سے دونوں مراکز فتح اور وہاں تعینات اہلکار ہلاک وزخمی، تین فوجی ٹینک، ایک گاڑی تباہ اور مجاہدین نے کافی مقدار میں مختلف النوع اسلحہ وغیرہ غنیمت کرلی۔

21 ستمبر:

صوبہ قندھار کے ضلع ارغستان میں واقع چوکی پر حملہ ہوا، جس سے چوکی فتح، رینجر گاڑی تباہ، کمانڈر عبد القادر سمیت پانچ اہلکار ہلاک وزخمی ہوئے۔ 2 ٹینک، ایک موٹر سائکل، ایک اینٹی ائیر گرافٹ گن، ایک مارٹر توپ، ایک راکٹ لانچر، ایک ہیوی مشن گن، 15 کلاشنکوف، ایک پستول، ایک پڑھا وائر لیس سیٹ اور پانچ چھوٹی، ایک رات والے دوربین، 2 دن والے اور 2 سٹلائٹ فون سمیت مختلف فوجی سازوسامان غنیمت کرلیا۔

صوبہ میدان کے صدر مقام میدان شہر کے دہ افغانان کے علاقے میں واقع چوکی پر مجاہدین نے حملہ کرکے اس پر اللہ تعالی کی نصرت سے قابض ہوئے اور وہاں تعینات 5 اہلکار ہلاک جبکہ دیگر فرار اور مجاہدین نے 4 کلاشنکوفیں، 2 ہیوی مشین گنیں، ایک راکٹ لانچر، ایک ہینڈ گرنیڈ اور دیگر فوجی سازوسامان غنیمت کرلی اور ساتھ ہی تازہ دم اہلکاروں کو بھی نشانہ بنایا، جس کے نتیجے میں ایک ٹینک تباہ اور اس میں سوار اہلکار ہلاک وزخمی ہوئے۔

22 ستمبر:

صوبہ روزگان کے صدر مقام ترینکوٹ شہر میں واقع پولیس وفوجی چوکیوں پر مجاہدین نے حملہ کیا، جس سے ٹینک تباہ، اور پانچ اہلکار ہلاک، جبکہ 2 مزید زخمی ہوئے۔

23 ستمبر:

صوبہ لوگر کے صدر مقام پل عالم شہر میں حصارک کے مقام پر واقع فوجی پر ہلکے وبھاری ہتھیاروں سے لیس مجاہدین نے وسیع حملہ کیا، جس کے نتیجے میں اللہ تعالی کی نصرت سے مرکز مکمل طور پر فتح اور وہاں تعینات ہلکاروں میں سے درجنوں ہلاک، زخمی اور فرار ہوئے اور مجاہدین نے کافی مقدار میں اسلحہ وغیرہ غنیمت کرلی۔

صوبہ بدخشاں کے ضلع جرم کے رہائشی 15 سیکورٹی اہلکاروں نے حقائق کا ادراک کرتے ہوئے مخالفت سے دستبرداری کا اعلان کیا اور مجاہدین سے آملے

صوبہ ہلمند کے ضلع گرشک میں نہر سراج کے علاقے کے پوپلزوں اور سیدان کے علاقوں میں گشتی پارٹی پر مجاہدین نے حملہ کیا، جس کے نتیجے میں 4 اہلکار موقع پر ہلاک ہوئے۔

صوبہ ہلمند کے ضلع گرمسیر میں کٹھ پتلی فوجیوں، پولیس اہلکاروں اور جنگجوؤں نے امریکی طیاروں ہمراہ آپریشن کا آغاز کیا، جن پر مجاہدین نے جوابی کاروائی کی، جس سے ایک ٹینک تباہ، پانچ فوجی ہلاک، 2 مزید زخمی، جبکہ دیگر ہوگئے۔

24 ستمبر:

صوبہ زابل ضلع شہر صفا میں ایک اسیر مجاہد نے دشمن سے ہتھیار چھین کر ان کو نشانہ بنایا، جس سے دونوں طرفوں سے لڑائی چھڑ گئی، جس کے نتیجے میں کمانڈر (پشتون) اور آفسر (حکمت اللہ نورزئی) سمیت 13 اہلکار ہلاک، جبکہ 15 مزید زخمی ہوئے۔

25 ستمبر:

صوبہ میدان کے ضلع سید آباد کے بدھکہ، سلطان خیل اور ماشین قلعہ کے علاقوں میں مجاہدین نے فوجی کاروان پر حملہ کیا اور ساتھ ہی دشمن پر دھماکے بھی ہوئے، جس کے نتیجے میں 6 فوجی اور سپلائی گاڑیاں تباہ ہونے کے علاوہ 3 اہلکار بھی ہلاک ہوئے۔

صوبہ ہلمند کے صدر مقام لشکر گاہ شہر میں دشمن پر حملہ ہوا، جس کے نتیجے میں ٹینک تباہ اور 11 اہلکار ہلاک وزخمی ہوئے۔

صوبہ قندوز کے ضلع چاردرہ میں نہر صوفی کے علاقے میں امریکی غاصب افواج اور کٹھ پتلی کرائے کے قاتلوں پر مجاہدین نے حملہ کیا اور ساتھ ہی دشمن پر شدید دھماکے ہوئے، جس کے نتیجے میں ایک ٹینک تباہ ہونے کے علاوہ دشمن کو ہلاکتوں کا سامنا بھی ہوا۔

صوبہ قندہار کے صدر مقام قندہار شہر میں حلقہ نمبر دو کے علاقے کے شہیدان چورنگی کے مقام پر مسلحانہ کاروائی کے نتیجے میں صوبائی رکن کونسل (محمد ناصر مبارز) ہلاک ہوا۔

صوبہ روزگان کے صدر مقام ترینکوٹ شہر کے خانقا کے علاقے کے کمربند کے مقام پر امریکیوں اور نام نہاد کمانڈوز نے ہیلی کاپٹروں کے ذریعے چھاپہ مارا، جن پر مجاہدین نے فوری کاروائی کی، بزدل دشمن نے گھروں میں پناہ لے کر محصور ہوئے، اس دوران میں امریکی فوجی سمیت 6 کمانڈوز متعدد فوجی اور پولیس ہلاک ہوئے۔ مجاہدین نے 2 ایم 4، ایک ایم 16، ایک بم آفگن، ایک رات والے دوربین اور ایک جورہ رات والے چشموں سمیت مختلف النوع سازوسامان غنیمت کرلیا۔

صوبہ فراہ کے خاکسفید، بالابلوک اور فراہ رود اضلاع کے دشت میں امریکیوں، فوجیوں، پولیس اور جنگجوؤں نے آپریشن کا آغاز کیا، جن پر مجاہدین نے حملہ کیا، جس کے نتیجے 4 ٹینک تباہ اور متعدد اہلکار ہلاک وزخمی، جبکہ دیگر فرار ہوگئے۔

26 ستمبر:

صوبہ ہلمند کے ضلع گرشک میں بند برق کے علاقے میں مجاہدین نے امریکی ڈرون طیارے کو حکمت عملی کے تحت اتار کر محفوظ مقام کی طرف منتقل کردیا۔ واضح رہے کہ ڈرون جدید کیمروں اور ٹیکنالوجی سے لیس تھا۔

# اک نظر ادھر بھی!

زاہد مصطفیٰ

### 27 ستمبر:

صوبہ غزنی میں کابل انتظامیہ کا سربراہ اشرف غنی غزنی شہر میں اعلیٰ حکام کے ہمراہ صوبائی گورنرہاؤس میں اعلی تقریب سے خطاب کررہا تھا کہ اس دوران مجاہدین نے صلیبی غلام کو میزائلوں کانشانہ بنایا، جو اہداف پر گرے اور تقریب میں بھگدڑ مچ گئی، جس سے دشمن کو جانی ومالی نقصانات کا سامنا ہوا۔

صوبہ غزنی کے ضلع قرہ باغ کے خالوخیل اور باران قلعہ کے علاقوں قندہار، کابل قومی شاہراہ پر فوجی کاروان پر ہونے والے حملوں اور دھماکوں سے 3 فوجی رینجر گاڑیاں تباہ ہونے کے علاوہ 11 اہلکار ہلاک جبکہ 6 زخمی ہوئے۔

صوبہ پروان کے ضلع بگرام میں ملکی سطح پر جارح امریکی فوجوں کے سب سے بڑے اڈے بگرام ایئربیس پر مجاہدین نے میزائل داغے، جو اہداف پر گر کر صلیبی دشمن کے لیے جانی ومالی نقصانات کے سبب بنے۔

### 28 ستمبر:

صوبہ غزنی کے صدر مقام غزنی شہر کے روضہ کے علاقے میں مجاہدین کے حملے میں ایک رینجر گاڑی تباہ اور اس میں سوار اہلکار لقمہ اجل بن گئے۔

صوبہ غزنی کے ضلع قرہ باغ کے محصور مرکز کے قریب مجاہدین نے پولیس ٹینک کو راکٹ لانچر راکٹ کا نشانہ بنا کر تباہ کر دیا اور اس میں سوار اہلکار ہلاک و زخمی ہوئے اور ساتھ ہی مجاہدین نے 3 اہلکاروں کو سنائپر گن سے مار ڈالے۔

صوبہ خوست کے ضلع دومندو میں مجاہدین نے کٹھ پتلی فوجوں پر گھات کی صورت میں شدید حملہ کیا، جس کے نتیجے میں 12 اہلکار ہلاک جبکہ متعدد زخمی ہوئے۔

صوبہ لوگر کے صدر مقام پل عالم شہر کے نعمتی گاؤں کے قریب مجاہدین نے امریکی ڈرون طیارے کو مار گرایا، جو اس وقت مجاہدین کے قبضے میں ہے۔

### 29 ستمبر:

صوبہ قندوز کے ضلع چاردرہ میں صلیبی امریکی و کٹھ پتلی فوجوں نے کاروائی کا آغاز کیا، جنہیں مجاہدین کی کمین گاہوں اور بارودی سرنگوں کا سامنا ہوا اور صلیبی و کٹھ پتلی فوجوں نے بھاری جانی ومالی نقصانات اٹھاتے ہی پسپائی اپنائی۔ چار روزہ جنگ میں مجاہدین کے حملوں اور دھماکوں کے دوران 2 صلیبی اور 24 کٹھ پتلی ہلاک جب کہ 2 وحشی غاصب اور 11 مزدور فوجی زخمی ہوئے، اس کے علاوہ ایک ٹینک اور ایک گاڑی بھی تباہ ہوئی۔

صوبہ پروان کے ضلع کوہ صافی میں کابل کٹھ پتلی انتظامیہ اور صلیبی غلاموں نام نہاد کمانڈوز کے ہیلی کاپٹر کو مجاہدین نے کوز مندیقول کے علاقے میں حکمت عملی کا نشانہ بنا کر مار گرایا اور اس میں سوار تمام وحشی اور افغانوں کے قاتل صلیبی غلام ہلاک ہوئے۔

صوبہ ہلمند کے ضلع گرشک میں نہر سراج کے یخچال، گوبن، سرہ شاخ، وزیروں ماندہ اور بلوچان کے علاقے میں امریکیوں اور ان کے کٹھ پتلی سپیشل فورس نے امریکی طیاروں ہمراہ آپریشن کا آغاز کیا، جن پر مجاہدین فوراً جوابی حملہ سرانجام دیا، اور اس کے ساتھ دشمن پر بارودی سرنگوں کے دھماکے ہوئے، جس سے 8 ویگو گاڑیاں تباہ اور ایک امریکی فوجی سمیت 14 اہلکار موقع پر ہلاک، متعدد زخمی، جبکہ دیگر فرار ہوگئے

صوبہ ہرات کے فارسئ، پشتون زرغون اور ادرسکن اضلاع میں مجاہدین نے دشمن کے خلاف آپریشن کا آغاز کیا۔ جس کے نتیجے میں قیصار ناوہ نامی علاقے جو 39 گاؤں پر مشتمل ہے، کو جنگجوؤں سے آزاد کروالیا گیا ، 16 جنگجو سرنڈر، جبکہ 100 کے لگ بھگ فرار ہوگئے،

صوبہ ہلمند کے ضلع نوزاد کے میں امریکیوں اور ان کے کٹھ پتلیوں نے ہیلی کاپٹروں کے ذریعے چھاپہ مارا، جن پر مجاہدین نے جوابی کاروائی کی، جس سے دشمن کو نقصانات کا سامنا ہوا۔

صوبہ ہلمند کے ضلع نادعلی میں ھزرگان اور ماتکہ کے علاقے میں پولیس پر لیزر گن حملہ ہوا، جس سے 12 اہلکار ہلاک ہوئے۔

صوبہ ہلمند کے ضلع گرشک میں حاجی عبدالعزیز کے علاقے میں دشمن پر گھات کی صورت میں حملہ ہوا، جس سے گاڑی تباہ اور 5 اہلکار موقع پر ہلاک ہوئے۔

### 30 ستمبر:

صوبہ سمنگان کے ضلع درہ صوف میں مسعود کے علاقے مجاہدین نے جنگجوؤں کے مراکز اور چوکیوں پر ہلکے و بھاری ہتھیاروں سے وسیع حملہ کیا، جس کے نتیجے میں میرزا گیسگی، آبائی خلیفہ نامی چوکیاں فتح ہونے کے علاوہ چار بڑے گاؤں سے بھی دشمن کو مار بھگایا گیا۔

صوبہ کابل کے ضلع قرہ باغ کے بگرام روڈ پر باریکاب کے مقام پر مجاہدین نے پولیس پر حملہ کیا، جس میں دو اہلکار قتل اور ان کی رینجر گاڑی تباہ ہوئی۔

☆☆☆☆☆

**سانحہ تعلیم القرآن- خفیہ اداروں کی اہلسنت عوام کو کچلنے کی پالیسی کا آئینہ دار:**

پانچ سال قبل راولپنڈی میں دس محرم الحرام کو ہونے والا سانحہ تعلیم القرآن جس میں درجنوں افراد کو بے دردی سے شہید اور زخمی کیا گیا تھا، تاحال اس کا مقدمہ التواء کا شکار ہے۔ راجہ بازار میں قائم اس مدرسے پر ہونے والے حملے کے دوران قرآن کریم اور دینی

کتب کو جلایا گیا اور مدرسے کی عمارت کے نیچے کپڑے کی مارکیٹ کو بھی جلایا گیا جس میں اربوں روپے کا نقصان ہوا۔ یہ واقعہ کچھ ایسا نہ تھا کہ آناً فاناً ہو گیا ہو کہ مشتعل ہجوم کو کنٹرول نہ کیا جاسکا ہو نہ ہی یہ اپنی نوعیت کا کوئی پہلا واقعہ تھا۔ اس سے قبل بھی ملک بھر میں کئی ایسے واقعات ہو چکے تھے کہ جلوس میں شامل اسلحہ بردار افراد محض شک کی بنیاد پر یا جھوٹے الزام لگا کر راستے میں آنے والی آبادیوں پر فائر کھول دیتے ہیں کہ پہلے اس طرف سے فائر ہوا اور پھر جوابی فائر کیا گیا۔ پھر کئی دفعہ جلوس کے طے کردہ راستوں سے ہٹ کر جان بوجھ کر مدارس کے سامنے سے گزارا جاتا ہے اور اس دوران بدترین تبرہ بازی اور اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کی جاتی ہے۔ ایسا ہی ایک واقعہ سانحہ تعلیم القرآن سے پہلے شاہ فیصل کالونی کراچی میں پیش آیا جب وہاں سے گزرنے والے ایک جلوس نے اپنے طے کردہ روٹ سے ہٹ کر ایک مدرسے کے سامنے سے گزرنے پر اصرار کیا۔ مدرسے کی انتظامیہ کی جانب سے پولیس حکام کو منع کرنے کے باوجود پولیس نے اس سلسلے میں مجرمانہ کردار ادا کرتے ہوئے جلوس کو نہیں روکا۔ اس طرح یہ جلوس عین مدرسے کے سامنے آکر تبرہ بازی کرنے لگا۔ اس صورتحال پر مدرسے کے طلبا بھی مشتعل ہونے لگے مگر مدرسے کی انتظامیہ نے انہیں روکے رکھا گیٹ بند کر دیے گئے۔ دوسری طرف یہ خنزیر یہاں سے ہٹنے کو تیار نہ تھے۔ مدرسے کا ایک طالب علم دیوار پھلانگ کر اس جلوس میں کود گیا جسے بے دردی سے شہید کیا گیا۔

اگر ہم سانحہ تعلیم القرآن کی ویڈیو فوٹیج دیکھیں تو یہ بات بخوبی پتہ چلتی ہے کہ مشتعل ہجوم کے مدرسے میں داخل ہونے سے پہلے گھنٹوں تک پولیس نفری بڑی تعداد میں موجود رہی، ان کے بڑے بڑے افسران موجود رہے لیکن ہجوم کے سامنے کچھ بھی کرنے سے یکسر قاصر تھے۔ پولیس کے اس طرز عمل نے ہی ہجوم کو اتنی شہ دی کہ وہ پھر باقاعدہ حملہ کر سکیں حتیٰ کہ پولیس اہلکاروں سے اسلحہ چھین کر گولیاں چلاتے رہیں۔ اہلسنت عوام کو خون میں نہلانے سے دریغ نہ کرنے والی پولیس اگر خود کو ایسا ہی بے بس اور کمزور تصور کر رہی تھی تو اتنے وقت میں فوج کو کیوں نہ بلوایا گیا۔ مطلب صاف ظاہر تھا کہ اس سانحے کے مرکزی کردار یہی سیکورٹی کے ادارے ہی تھے جن کے تعاون سے ہی یہ قتل عام ہوا۔ اس واقعے کی میڈیا میں حسب معمول کوریج ہی نہ ہوئی اور دنوں تک ملک بھر کی عوام بے خبر رہی کہ اصل مسئلہ کیا تھا اور کیسے اتنا بڑا سانحہ رونما ہوا۔

یہ مقدمہ تقریباً ایک سو نامزد ملزمان کے خلاف درج ہوا۔ کسی نے عبوری ضمانت کرائی تو کسی نے مفرور ہونے کے بعد ضمانت کروالی۔ اس طرح کوئی ایک ملزم بھی جیل میں نہیں ہے جبکہ انیس ملزمان مفرور اور اشتہاری ہیں۔ مقدمے کے مدعی مفتی امان اللہ اور ایک اہم گواہ حافظ محمود کو بھی شہید کر دیا گیا۔ اس دہرے قتل کے ملزمان بھی مفرور ہیں یا ضمانت پر ہیں جن میں سے ایک امین شہیدی بھی تھا جس نے عبوری ضمانت کرائی جو بعد میں منسوخ ہوئی لیکن پھر بھی اس نے عدالت سے رجوع نہیں کیا۔

اس سانحہ میں ملوث مجرموں کو کیفر کردار تک پہنچانے میں سیکورٹی اداروں کا کیا طرز عمل تھا اس کا اندازہ اس بات سے لگایئے کہ شناختی کارڈ کے اجرا کے ادارے نیشنل ڈیٹا بیس اینڈ رجسٹریشن اتھارٹی کے افسر کی جانب سے از خود اقدام کرتے ہوئے مجرموں کی شناخت ویڈیو فوٹیج سے کر کے ان کی تفصیلات فراہم کر دیں جس پر خفیہ اداروں کو اپنا کھیل بگڑتا نظر آیا۔ نتیجتاً اس افسر کو عہدے سے ہٹا دیا گیا۔ پھر اب کچھ عرصہ قبل ہی انہی اداروں کی جانب سے ایسا سفید جھوٹ سامنے آیا کہ جو نہ صرف مضحکہ خیز بلکہ سانحے میں شہید ہونے والے افراد کے لواحقین کے زخموں پر نمک پاشی کے مترادف تھا۔ خفیہ اداروں کی رپورٹ میں دعویٰ کیا گیا کہ تعلیم القرآن مدرسے پر حملہ ہم مسلک یعنی دیوبند مکتبہ فکر سے تعلق رکھنے والے افراد نے ہی کیا تھا۔ اس رپورٹ نے مقدمے پر واضح اثر ڈالا اور ملزمان ضمانتیں حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے۔

اس سانحے میں اور سانحے کے بعد بھی پاکستان کے سیکورٹی اداروں خصوصاً خفیہ اداروں کی جانب سے جو طرز عمل سامنے آیا وہ کسی بھی ذی شعور شخص کو اس حقیقت کا ادراک کرنے میں مدد دے گا کہ ان اداروں کی مجموعی پالیسی ہے کیا۔ اس کا تعلق صرف ایک واقعے سے ہرگز نہیں ہے بلکہ یہ طویل مدتی پالیسی ہے جس کے اغراض و مقاصد کو سمجھنا ضروری ہے۔

فوج کی جانب سے چترال میں جب ایک افسر کرنل عمر کو تعینات کیا گیا تو شیعوں کی جانب سے اس کے ہٹانے کا مطالبہ کیا گیا۔ اس افسر پر الزام لگایا گیا کہ اس کی قیادت میں مشتعل ہجوم کو کنٹرول کرنے کے دوران فوجیوں نے گولی چلائی۔ فوج کی جانب سے شیعوں کو خوش کرنے کے لیے نہ صرف کرنل عمر کو ہٹانے کا مطالبہ مانا گیا بلکہ فوجی گاڑیوں پر ”حزب اللہ“ لکھ کر اپنی وفاداری ظاہر کی گئی اور آرمی چیف خود یہاں حاضر ہوا اور ان کو منایا۔

**منشیات کے مقدمے میں عمر قید کی سزا پانے والا بچہ گیارہ سال بعد سپریم کورٹ کی جانب سے بری:**

بچے کو دس سال کی عمر میں شیخوپورہ کے علاقے فیروز والا سے ۱۸ اگست ۲۰۰۷ کو گرفتار کیا گیا تھا اور پولیس کی جانب سے الزام لگایا گیا تھا کہ وہ رکشے میں چار من تین کلو چرس اور ۱۸۰ کلو ہیروئن لے جا رہا تھا۔ پولیس کے مطابق منشیات ریاض نامی شخص کی تھی۔ دیگر ملزمان موقع سے فرار ہو گئے تھے اور اس دس سالہ بچے کو موقعے سے گرفتار کیا گیا۔ تیرہ سال کی عمر میں ٹرائل کورٹ نے عمر قید اور دس لاکھ جرمانے کی سزا سنائی۔ بعد میں ہائی

کورٹ کی جانب سے سزا برقرار رکھتے ہوئے ۲۴مارچ ۲۰۱۴ء کو سزا کے خلاف اپیل مسترد کردی تھی۔ گیارہ سالہ قید کے دوران بچے کو ٹی بی کا مرض لاحق ہوگیا۔ یہ کیس تو ان ظالمانہ اور اندھی کفری عدالتوں کے ظلم کی ایک چھوٹی سی جھلک تھی۔ اس پورے عدالتی نظام کی ایک ایک جز، ہر ہر پرزہ، اس سے جڑے ادارے، ہر سطح پر عوام کا خون نچوڑنے کے لیے ہمہ وقت تیار رہتے ہیں۔ زمینوں کے مقدمات جو قبائلی اور دیہی علاقوں میں خون خرابے کا سبب بنتے ہیں، عدالتوں میں ان کے مقدمات کئی نسلوں تک چلتے ہیں۔ کسی بھی کیس میں گرفتاری کے وقت ہی پولیس رشوت وصول کر کے طے کرتی ہے کہ کیس کو مضبوط بنایا جائے یا کمزور۔ بعض دفعہ رشوت نہ ملنے پر دوسرے کیسز اور سخت دفعات لگادی جاتی ہیں۔ پھر ٹرائل کورٹ میں وکیلوں کا خرچہ اور کیس کے تسلسل کے ساتھ سماعت کے لیے جج کے ماتحت افراد کو الگ رشوت دینے کی ضرورت پڑتی ہے۔ پھر ہائی کورٹ اور سپریم کورٹ میں اپیلوں کے فیصلے تک ملزم اپنی سزا کاٹ چکا ہوتا ہے۔ پھر یہ بھی ذہن میں رہے جیل میں قید کے دوران اس کا کھانے پینے صابن اور دوسری بنیادی ضرورت کی اشیاء کا بندوبست قیدی کو خود ہی کرنا ہوتا ہے۔

عید اور چودہ اگست اور دوسرے اہم مواقع پر صدر و وزیراعظم یا وزراء کی جانب سے قیدیوں کے لیے کچھ معافی کا اعلان کیا جاتا ہے۔ جس سے قیدیوں کی سزا میں کچھ تخفیف ہو پاتی ہے۔ لیکن بسا اوقات یہ معافیاں اعلان کرتے وقت اس امر کا اہتمام کیا جاتا ہے کہ ان معافیوں کا اطلاق، چور ڈاکو، منشیات فروش یا کسی بھی جرائم پیشہ شخص پر تو ہو سکے لیکن مذہبی قیدی سزا میں تخفیف کی اس سہولت سے محروم رہیں۔

بہر حال اس طویل اور صبر آزما مرحلے سے گزرنا تو عام عوام کا کام ہے چاہے ان کا قصور ہو یا نہ ہو۔ باقی رہ گئے مقتدر طبقے تو ان کے لیے اس عدالتی نظام میں راستے بہت ہیں۔ جبھی ہم ان گنت مقدمات دیکھتے ہیں جہاں نتیجہ صفر نظر آتا ہے۔ مشرف کو بیماری کی بنیاد پر فرار کروانے کا مکمل انتظام کیا جاتا ہے۔ وہ بیرون ملک جا کر کلبوں میں ناچ ناچ کر ان خبیث عدالتوں کو اپنی بیماری کا ثبوت فراہم کرتا ہے۔ پھر دوبارہ اب یہ عدالتیں اس کی واپسی کے لیے منتیں کرتی نظر آرہی ہیں۔ چلئے وہ آ بھی جائے تو سیکورٹی کے نام پر اور کتنا خرچ کیا جائے گا اور کیا یہ عدالتیں اس قابل بھی ہیں کہ ایک سابق آرمی چیف کو سزا سنا سکیں۔

**ایڈن سکینڈل میں افتخار چوہدری کا داماد دبئی سے گرفتار:**

وفاقی وزیر اطلاعات ونشریات فواد چوہدری کی جانب سے دعویٰ کیا گیا ہے کہ ایڈن ہاؤسنگ سوسائٹی میں بڑا بریک تھرو ہوا ہے اس سکینڈل میں سابق چیف جسٹس افتخار چوہدری کے بیٹے، بیٹی اور سمدھی کا نام شامل تھا۔ ماضی میں ایڈن ہاؤسنگ سکیم میں پلاٹوں کی فروخت میں فراڈ کی وجہ سے سینکڑوں افراد کی رقم ڈوب گئی تھی۔ اس سکیم کا مالک افتخار چوہدری کا سمدھی تھا۔ افتخار چوہدری نے اس کیس کی سماعت خود کی تھی اور فیصلے میں سکیم کے مالک کو ریلیف دیا تھا

افتخار چوہدری کا داماد دبئی فرار ہوگیا تھا۔ جو اب ایف آئی اے کی مدد سے دبئی سے گرفتار ہوا ہے۔ فواد چوہدری کا کہنا تھا کہ اب پاکستان کے اندر طاقتور کا احتساب شروع ہو چکا ہے۔ اس دعوی میں کتنی سچائی ہے یہ سبھی خوب جانتے ہیں۔ افتخار چوہدری اور مشرف کے درمیان جو کچھ معاملہ رہا وہ ایک لگ موضوع ہے لیکن بظاہر یہ اسی نافرمانی کی سزا لگتی ہے۔

**پولیو مہم کے دوران پولیس کی لوٹ مار:**

کراچی اپر گزری کے علاقے میں انسداد پولیو مہم کے دوران پولیس اہلکار کو گھر میں داخل ہونے سے منع کرنے پر، جو خواتین سے بھی بدتمیزی کرتے رہے، گھر کے مالک کو گرفتار کرلیا۔ کاشف جو پرنٹنگ پریس کا ملازم تھا اور بمشکل گزر بسر کرتا تھا، کو کلفٹن تھانے لے جایا گیا جہاں اسکی رہائی کے لیے اہل خانہ سے پچاس ہزار روپے رشوت طلب کی گئی۔ اہل خانہ کہاں سے پچاس ہزار روپے لاتے، اس لئے بڑی منت سماجت کے بعد پولیس اہلکار انیس ہزار روپے پر راضی ہوگئے۔

پاکستان بھر میں سارا سال چلنے والی انسداد پولیو مہم کس قدر مشکوک ہو چکی ہے یہ اب کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں رہی۔ ۱۸اکتوبر 2015 بہاولپور کی تحصیل حاصل پور کی نواحی بستی سٹیشن شیخ واہن جھنڈانی میں حفاظتی ٹیکے اور پولیو کے قطرے پلانے سے ایک سال کا قاسم علی اور ڈیڑھ سالہ سکینہ اسلم موقع پر ہی جاں بحق ہوگئی۔ اس کے علاوہ پچیس بچوں کی حالت خراب ہوگئی۔ واقعے کے بعد علاقہ مکین محکمہ صحت کے خلاف احتجاج کرتے رہے جسکے بعد اعلی حکومتی شخصیات کی جانب سے انکوائری کے وعدے کیے گئے اور انکوائری کے بعد بچوں کی ہلاکت کی وجہ پولیو کی بجائے ڈائیریا کو قرار دے دیا گیا۔

۲۱دسمبر ۲۰۱۶ء کو خیبر ایجنسی کی تحصیل باڑہ شلوبر میں پولیو کے قطرے پینے کے بعد چار ماہ کا موسیٰ اور چھ ماہ کا ابوبکر جاں بحق ہوا، جس کی تصدیق ایجنسی سرجن ڈاکٹر نیاز آفریدی نے بھی کی۔ بچوں کے ٹیسٹ کے نمونے اسلام آباد لیبارٹری ٹیسٹ کے لیے بھجوائے گئے لیکن کس میں ہمت ہوگی کہ ٹیسٹ میں پولیو ویکسین کو بچوں کی موت کی وجہ قرار دے۔ لہٰذا حسب معمول بچوں کی اموات کو پری میچور ہونا اور کمزوری کو قرار دیا گیا۔

۲۰جنوری ۲۰۱۷ء کراچی کورنگی ساڑھے پانچ نمبر ۱۰۰کوارٹر میں پولیو کے قطرے پلانے سے تین ماہ کا بچہ احمد رضا ہلاک ہوا۔ بچے کے دادا کا کہنا تھا کہ صبح کے وقت انسداد پولیو کے قطرے پلانے کے بعد بچے کی طبیعت بگڑ گئی اور اس کے منہ سے جھاگ نکلنے لگی۔ وہ اسے لے کر جناح ہسپتال پہنچے جہاں ڈاکٹروں نے اسے چیک کرنے کے بعد مردہ قرار دے دیا۔

دوسری جانب انسداد پولیو کے حوالے سے قائم ایمرجنسی نے بجائے تحقیق کرنے کے

بیان جاری کیا کہ آج تک کبھی بھی پولیو ویکسین سے کسی بچے کی ہلاکت نہیں ہوئی ہے۔ واقعے کے بعد عالمی ادارہ صحت کی جانب سے پاکستان میں انسداد پولیو مہم کے لیے تعینات بختاور بھٹو اور سلمان احمد نے بچے کی پولیو سے ہلاکت کی تردید کرتے ہوئے کہا کہ یہ خیالی باتیں ہیں۔

۲۰نومبر ۲۰۱۷ خانیوال کے نواحی گاؤں ۱۶۹ دس آر کے رہائشی بشارت جو کہ بھٹے پر کام کرنے والا مزدور ہے، کے چار ماہ کے بیٹے ذیشان کو انسداد پولیو مہم کی ٹیم کی جانب سے پولیو کے قطرے پلائے گئے۔ جس کے بعد بچے کی حالت غیر ہوگئی۔ بچے کو فوری طور پر ہسپتال لے جایا گیا لیکن اس نے راستے میں ہی دم توڑ دیا۔ بچے کی اچانک موت پر گھر میں کہرام مچ گیا۔ بعد ازاں محکمہ صحت کی جانب سے بچے کی موت کی وجہ ہارٹ اٹیک کو قرار دے دیا گیا۔

۲۹اپریل ۲۰۱۸ء پشاور کے علاقے شاہین مسلم ٹاؤن میں انسداد پولیو انجکشن لگانے سے تین بچے جاں بحق ہوگئے جبکہ چار کی حالت غیر ہوگئی۔ والدین کے مطابق ۱۲ماہ کے ریحان ،۴ماہ کے شہرام اور ایک ماہ کے عالیان کو پولیو ویکسی نیشن سینٹر میں پولیو سے بچاؤ کے ٹیکے لگائے گئے جس کے فوراً بعد بچوں کو تیز بخار نے جکڑ لیا اور تینوں ہی بچے جاں بحق ہو گئے۔ حسب معمول محکمہ صحت کی جانب سے انکوائری کے احکامات صادر ہوئے جس کا مقصد بس خانہ پری ہی تھا۔

یہ تو وہ واقعات ہیں جو رپورٹ ہوئے ہیں اگر ہلاکت میں ایک دن کا وقفہ آیا ہے تو پھر تو یہ کسی صورت کوئی ماننے کو تیار ہی نہیں ہو گا کہ ہلاکت پولیو کے قطروں سے ہوئی۔

بجائے اس کے کہ شکوک وشبہات کو دور کیا جاتا حکومت نے عوام پر اس معاملے میں سختی اور جبر کرتے ہوئے خود ہی اسے زیادہ مشکوک بنایا ہے۔ کسی بھی سرکاری ہسپتال کے ایمرجنسی وارڈ کی حالت دیکھیے کتنے ہی غریب افراد وہاں پر تڑپتے بے یارومددگار نظر آئیں گے ان کا کوئی پرسان حال نہیں ہوگا۔ اکثر ہسپتالوں میں مریض بستر نہ ہونے کے سبب راستوں میں فرش پر ایڑیاں رگڑتے نظر آئیں گے ان کے متعلق کسی این جی او کسی حکومتی اہلکار کو کوئی خیال نہیں آئے گا لیکن پولیو کا معاملہ چونکہ بیرونی طاقتوں سے جڑا ہے جن کے احکامات سے سرتابی جرنیلوں سیاست دانوں نے سیکھی ہی نہیں اس لیے اس معاملے میں ایک پیج پر ہی نظر آئیں گے۔

چند دنوں قبل ایک ممتاز عالم دین جو کافی ضعیف ہیں ایک جلسے میں تقریر کے دوران پولیو نہ پلوانے کی تاکید کرنے لگے۔ جلسے میں سے ایک شخص نے اٹھ کر کہا حضرت پولیو کے جائز ہونے کے فتوی پر تو آپ نے دستخط کیے ہیں تو حضرت نے جواب دیا کہ کیا کروں خفیہ اہلکاروں نے مجھے گرفتار کرکے غائب کرنے اور تشدد سے مارنے کی دھمکی دی جس پر میں نے اس فتوے پر دستخط کیے۔ اب خود ہی فیصلہ کیجیے پولیو تو ایک طبی معاملہ ہے اس پر خفیہ اداروں کی ایسی دلچسپی اور دھونس دھمکی کے کیا معنی ہیں۔

## برسر اقتدار آنے کے بعد ڈاکٹر عافیہ کی رہائی کے متعلق عمران خان اور تحریک انصاف کی خاموشی

ڈاکٹر عافیہ صدیقی کی بہن ڈاکٹر فوزیہ صدیقی کا کہنا ہے کہ تحریک انصاف کے برسر اقتدار آنے کے بعد انہوں نے وزیر اعظم عمران خان، وزارت داخلہ اور تحریک انصاف کی وہ تمام قیادت جس نے برسر اقتدار آکر ڈاکٹر عافیہ صدیقی کو رہا کروانے کے وعدے کیے تھے، سبھی کو خطوط لکھے ہیں، جو بذریعہ فیکس، ای میل اور ڈاک کے ذریعے بھیجے گئے ہیں مگر کسی نے بھی ان کا جواب دینا گوارہ نہیں کیا ہے۔ ماسوائے انسانی حقوق کے پبلک ریلیشن آفیسر جنہوں نے کال کرکے ہمدردی کا اظہار کیا اور کہا کہ انہیں فیکس مل گیا ہے اب بار بار نہ کیے جائیں۔ ڈاکٹر فوزیہ کا کہنا تھا کہ وزیر اعظم عمران خان، صدر مملکت عارف علوی، گورنر سندھ عمران اسماعیل سمیت تمام پی ٹی آئی قیادت نے ان سے ملاقات کی تھی اور یہ یقین دلاتے تھے کہ اگر تحریک انصاف برسر اقتدار آئی تو ڈاکٹر عافیہ کو رہا کروانا ان کے لیے کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ عمران خان اور عارف علوی کہا کرتے تھے ہمیں تمام طریقے آتے ہیں اور ہم اچھی طرح جانتے ہیں کہ اس معاملے کو کیسے ہینڈل کرنا ہے۔ اخباری نمائندے کے ایک سوال کے جواب میں ڈاکٹر فوزیہ نے بتایا کہ ’’عمران خان جب نیٹو سپلائی لائن کے خلاف احتجاج کر رہے تھے تو اس وقت انہوں نے مجھے ہر جلسے، جلوس کے موقع پر ساتھ رکھا تھا اور ہر جلسے میں ہزاروں لوگوں کے سامنے ڈاکٹر عافیہ سے متعلق ٹھوس موقف اور رہائی کے لیے اقدامات نہ کرنے پر حکمرانوں کو ایسے القابات سے پکارتے تھے جو دہرائے نہیں جاسکتے۔ وہ یہ کہا کرتے تھے کہ ڈاکٹر عافیہ کے لیے بات نہ کرنا بے غیرتی ہوگی‘‘۔ ڈاکٹر فوزیہ کی والدہ کہتی ہیں کہ ۲۰۰۳ء میں عمران خان نے ان سے کہا تھا کہ میرے لیے یہ برداشت کرنا ممکن نہیں ہے کہ قوم کی بیٹی امریکی قید میں ہو اور ہم آرام سے بیٹھے ہوں۔ عمران خان نے یہ بھی کہا تھا کہ اگر حکومت ڈاکٹر عافیہ کی رہائی کے لیے اقدامات نہیں اٹھاتی تو ہم توڑ پھوڑ کے علاوہ سب کچھ کرنے کو تیار ہیں۔ ڈاکٹر فوزیہ کا کہنا تھا کہ ’’میری والدہ اب کہتی ہیں کہ مجھے عمران خان کے پاس لے کر جاؤ تاکہ میں اس کو اس کی بات یاد دلاؤں‘‘۔ میں ان کو صرف تسلی ہی دیتی ہوں مگر یہ بھی نہیں بتا سکتی کہ وزیر اعظم ہاؤس سے میرے خط کا جواب نہیں دیا گیا۔ ڈاکٹر فوزیہ کا کہنا تھا کہ سابقہ ادوار میں ایسا بھی وقت آیا کہ حکومت پاکستان کے ایک دستخط سے ڈاکٹر عافیہ کی واپسی ہوسکتی تھی۔ لیکن حکمرانوں نے دستخط نہیں کیے۔ امریکہ، خارجہ امور اور بین الاقوامی قوانین کے ماہرین اس سلسلے میں یکسو ہیں کہ اگر حکومت پاکستان اس سلسلے میں سنجیدگی

دکھائے تو ڈاکٹر عافیہ کی واپسی ہو سکتی ہے۔ڈاکٹر فوزیہ نے یہ بھی بتایا کہ عمران خان اور عارف علوی نے دورہ کراچی کے موقع پر ان سے کوئی رابطہ نہیں کیا اور وہ اور ان کا خاندان انتظار کرتے رہے کہ شاید ان سے رابطہ کیا جائے۔ان زمینی حقائق سے ایک بات تو واضح ہو رہی ہے کہ تحریک انصاف کی حکومت کے پاس ڈاکٹر عافیہ کی رہائی کے لیے نہ کوئی پروگرام ہے اور نہ ہی یہ اس معاملے میں سنجیدہ ہیں۔ان کی پالیسی سابقہ حکمرانوں کی مانند بس نظر انداز کرنا ہی ہے۔

کاش کہ ان حکمرانوں نے کبھی غلطی سے تاریخ کا ہی مطالعہ کیا ہوتا۔

کاش کہ انہوں نے مشہور عباسی خلیفہ معتصم باللہ کا یہ واقعہ بھی پڑھا یا سنا ہوتا۔

خلیفہ کے دربار میں ایک شخص عرض کرتا ہے امیر المومنین! میں عموریہ سے آیا ہوں میں نے ایک عجیب منظر دیکھا ایک موٹے عیسائی نے ایک مسلمان لونڈی کے چہرے پر تھپڑ رسید کیا۔لونڈی نے بے بسی کے عالم میں آہ بھری اور بے اختیار اسکے منہ سے نکلا "ہائے خلیفہ معتصم! تم کہاں ہو!۔

اس موٹے عیسائی نے لونڈی کا مذاق اڑاتے ہوئے کہا: معتصم باللہ اس پکار کا جواب کیونکر دے سکتا ہے! یا وہ چتکبرے گھوڑے پر سوار ہو کر تیرے پاس آئے گا اور تیری مدد کرے گا۔پھر اس لونڈی کے چہرے پر ایک اور تھپڑ رسید کیا۔

یہ سن کر خلیفہ نے اس آدمی سے دریافت کیا کہ عموریہ کس سمت ہے؟

اس آدمی نے عموریہ کی سمت اشارہ کرکے بتلایا کہ عموریہ اس طرف ہے

خلیفہ معتصم باللہ نے اپنا رخ عموریہ کی سمت موڑا اور کہا: ''میں تیری آواز پر حاضر ہوں اے بہن! معتصم تیری پکار کا جواب دینے آرہا ہے''۔

پھر خلیفہ نے عموریہ کے لیے بارہ ہزار چتکبرے گھوڑے تیار کرائے اور ایک لشکر جرار لے کر عموریہ پہنچا۔عموریہ فتح ہوا اور خلیفہ شہر کے اندر داخل ہوا۔اس کے بعد فوراً اس آدمی کو تلاش کیا جو لونڈی کے متعلقاس کے دربار تک شکایت لایا تھا۔اس آدمی نے لونڈی کو گھر سے بلا کر خلیفہ کی خدمت میں حاضر کیا۔اس وقت خلیفہ نے لونڈی سے کہا: لڑکی بتا معتصم تیری مدد کو پہنچا یا نہیں۔لڑکی نے اثبات میں سر ہلایا۔اب تلاش اس موٹے عیسائی کی ہوئی جس نے اس لڑکی کو تھپڑ رسید کیا تھا۔اس کو پکڑ کر لایا گیا اور اس لڑکی کو کہا گیا اب تم بدلہ لے لو۔

### مشرف حکومت کا تسلسل:

عمران خان کی نئی کابینہ کے ناموں پر نظر ڈالی جائے تو یہ واضح طور پر مشرف حکومت کا تسلسل نظر آتی ہے۔اسکے علاوہ پی پی دور کے وزیر بھی تحریک انصاف کا حصہ ہیں۔ایم کیو ایم جس نے ایوان کی ۳۴۲ نشستوں میں سے صرف ۷ نشستیں حاصل کیں، نے سب سے زیادہ فائدہ اٹھایا کہ انہیں دو منصب حاصل ہوئے۔کابینہ میں وہ ارکان جو مشرف حکومت کے ساتھ کام کر چکے ہیں ان میں فروغ نسیم، طارق بشیر چیمہ، غلام سرور خان، زبیدہ جلال، فواد چوہدری، شیخ رشید احمد، خالد مقبول صدیقی، شفقت محمود، مخدوم خسرو بختیار، عبد الرزاق داؤد، ڈاکٹر عشرت حسین اور امین اسلم شامل ہیں۔

کابینہ کے پانچ اراکین وہ ہیں جنہوں نے پیپلز پارٹی کی حکومت میں کام کیا۔ان میں پرویز خٹک، بابر اعوان، شاہ محمود قریشی، فہمیدہ مرزا اور فواد چوہدری شامل ہیں۔

اب ایسی ٹیم جو فوجی اشرافیہ کے لیے قابل اعتماد ہو، میں نہ جانے کیا کمی رہ گئی تھی کہ آئے روز بجلی، گیس، پٹرول اور ڈالر کی قیمتیں ہیں کہ قابو میں نہیں آکے دے رہیں۔دنوں میں ملک درست کرنے کے دعوے کرنے والے اب مہینوں کی بات کر رہے ہیں کہ کچھ وقت لگے گا۔خان صاحب کہتے رہے کہ قرضے لینے کی بجائے خودکشی کرلوں گا اور اب قرضے ناگزیر ہوگئے۔وہی عمران خان جو ماورائے عدالت قتل اور جبری گمشدگیوں کے خاتمے کا یقین دلاتا تھا اب اس متعلق شاید ہی بات کرپائے۔چلیے فوجی اشرافیہ نے جو تجربہ کرنا تھا سو کیا۔اب اگر یہ تجربہ ناکام بھی ہوتا ہے تو ملبہ سیاستدانوں پر ہی گرنا ہے اور گالیاں بھی انہیں سننی ہیں۔

### بھارتی سپریم کورٹ کی جانب سے ہم جنس پرستی کے حق میں فیصلہ

چونکہ ہندوستان کی تقسیم کے بعد بھارت اور پاکستان، دونوں ملکوں میں قائم نظام مملکت کی موجد برطانوی سرکار تھی لہٰذا اسی تناظر میں موازنہ کرتے ہوئے بھارتی جمہوریت اور عدلیہ کو پاکستانی جمہوریت و عدلیہ سے بہتر سمجھا جاتا ہے اور اکثر و بیشتر پاکستانی میڈیا کے خود ساختہ دانشور بھارت کی مثالیں دیتے نظر آتے ہیں۔اس فیصلے کے بعد ان حضرات کو بھی ضرور غور و فکر کرنی چاہیئے جو جمہوری اور موجودہ کفری قوانین کے اندر رہتے ہوئے اسلام کے نفاذ کے خواب دیکھ رہے ہیں۔اب تو ہر گزرتے دن کیساتھ اس نظام کی حقیقت عیاں ہوتی جارہی ہے اور اس نظام میں تگ و دو کرنے والوں سے یقیناً روز آخرت پوچھ ہوگی کہ وہ کیونکر اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے راستے کو چھوڑ کر اس غلیظ نظام سے نہ صرف جڑے رہے بلکہ اسی میں کی جانے والی مشقت کو اپنے خیال میں اسلام کی خدمت سمجھتے رہے۔

بھارت میں ہم جنس پرستی کو قانونی قرار دینے کے فیصلے کے بعد سوائے اسلامی تنظیموں اور علماء کے ملا جلا ردعمل سامنے آیا ہے۔اسکی وجہ شاید یہ ہے کہ میڈیا بھارت میں اس مقصد کے حصول کے لیے عرصہ دراز سے ہوم ورک کرتا رہا ہے۔ہندو انتہا پسند تنظیم آر ایس ایس، حزب مخالف کی تنظیم کانگریس اور بڑی تعداد میں فلمی حلقے کی شخصیات نے اس فیصلے کو سراہا ہے۔حکمران جماعت بی جے پی کی جانب سے بھی فیصلے کی حمایت کی گئی ہے اور نام

نہ ظاہر کرنے کی شرط پر چند عہدیداروں نے اخباری نمائندوں کو بتایا ہے کہ وہ اس فیصلے کے خلاف حکومت کی طرف سے اپیل نہیں کرے گی۔ بھارتی افواج کے آرمی نیوی اور فضائیہ ایکٹ کے مطابق ہم جنس پرستوں کی فوج میں شمولیت پر پابندی ہے لیکن اب امید کی جارہی ہے کہ اس فیصلے کے بعد فوج میں ہم جنس پرستوں کی شمولیت کا راستہ کھل جائے گا۔ ہالینڈ کے شہر دی ہیگ میں تنظیم دی ہیگ سینٹر آف اسٹریٹیجک اسٹڈیز کی رپورٹ میں انکشاف کیا گیا ہے بھارتی افواج میں ہم جنس پرستوں کا تناسب دس فیصد تک ہو سکتا ہے۔ اگرچہ فوجی قانون کے مطابق ہم جنس پرستی کی حرکات میں ملوث ہونے کی سزا سات سال ہے لیکن ہم جنس پرست فوجیوں کی حرکات سے بھارتی عسکری قیادت چشم پوشی کرتی رہی ہے۔

سپریم کورٹ کی جانب سے ایک اور کیس میں پانچ رکنی بینچ کی جانب سے فیصلہ سنایا گیا ہے کہ عورت کو مرد کی ملکیت نہیں مانا جاسکتا اور آج کے دور میں اس فرسودہ قانون کی کوئی حیثیت نہیں۔ اس طرح انڈیا کی سپریم کورٹ نے ملک میں ایڈلٹری یعنی شادی شدہ افراد کے اپنے شوہر یا بیوی کے علاوہ دوسرے شخص کے ساتھ جنسی تعلق کو بھی جرم کے دائرے سے خارج قرار دے دیا گیا۔ واضح رہے کہ پچھلے چند سالوں میں بھارت میں ریپ کی شرح میں بہت تیزی سے اضافہ دیکھنے میں آیا ہے۔ سال ۲۰۱۶ء کے آخر تک بھارتی عدالتوں میں ۱۱۸،۷۵۳ کیسز زیر سماعت تھے۔ یہ تو صرف وہ کیس ہیں جو رجسٹر ہیں۔ جبکہ وہ کیسز جو رپورٹ نہ ہوئے ان کی تعداد کتنی ہے اس کا اندازہ نہیں لگایا جاسکتا۔

**بھارت کا شتکار طبقے کی مشہور ایکٹویسٹ اور مصنفہ وندنا شیوا نے کسانوں کی خودکشیوں کی وجہ جی ایم او (genetically modified organism) بیج کو قرار دے دیا:**

وندنا شیوا کا کہنا تھا کہ جس طرح میڈیا میں کسانوں کی خودکشیوں کی وجہ خراب فصلوں کو قرار دیا گیا ہے یہ اصل وجہ نہیں ہے۔ ان کا کہنا تھا کہ امریکی کمپنی مونسانتو جس نے ان پڑھ کسانوں کو زیادہ پیداوار کا لالچ دے کر قرض پر جی ایم او بیج خریدنے کی طرف راغب کیا۔ صرف یہی نہیں بلکہ جی ایم او فصل کی کاشت کے لیے انہیں اضافی کیڑے مار ادویات اور مشینری کی بھی ضرورت تھی جس کے لیے کسانوں کو مزید قرضے لینے پڑے۔ اتنے قرضے لینے کے بعد کسانوں کو مجبوراً بارش پر ہی انحصار کرنا پڑا۔ نتیجتاً فصل کی مطلوبہ پیداوار تو حاصل نہ ہوسکی اور کسان قرضوں کے بوجھ تلے دبتے گئے۔ اور یہی حالات کسانوں کی خودکشیوں کا سبب بنے۔ (واضح رہے امریکی کمپنی مونسانتو پاکستان میں بھی بیج فراہم کر رہی ہے۔) اس کمپنی کو ایک اور فارماسیوٹیکل کمپنی بئیر کی جانب سے ۶۶ بلین ڈالر میں خریدا گیا ہے۔ یہ کمپنی بھی کسی مافیا سے کم نہیں۔ ۱۹۸۰ میں اس کمپنی کا بہت بڑا سکینڈل سامنے آیا تھا جس نے دنیا کو ہلا کر رکھ دیا تھا۔ ہیموفیلیا کے مریضوں کے لیے تیار کردہ ادویات جو جیلوں کے قیدیوں کے حاصل کردہ خون سے تیار کی گئی تھی، ایڈز انفیکٹڈ تھی۔ امریکہ میں جب اس حقیقت کا انکشاف ہوا تو ان ادویات پر پابندی لگ گئی، اور بئیر کمپنی کو عدالت کی جانب سے یہ ادویات مارکیٹ سے اٹھانے کا حکم دیا گیا۔ بئیر نے یہ ادویات مارکیٹ سے واپس اٹھا تو لیں لیکن یہ سٹاک اور پہلے سے موجود سٹاک کو دوسرے ممالک بیچ دیا گیا۔ امریکی ادارہ FDA فوڈ اینڈ ڈرگز ایڈمنسٹریشن نے ان ادویات کو تلف نہیں کرایا بلکہ بئیر کمپنی کو چھوٹ دی کہ وہ یہ ایڈز انفیکٹڈ ادویات دوسرے ممالک فروخت کر سکیں۔ کینیڈا، فرانس، ارجنٹینا، ملیشیا، انڈونیشیا، سپین، تائیوان اور جاپان سمیت بیس ممالک کو یہ ادویات بیچی گئیں۔ ہزاروں افراد کی اموات ہوئیں۔ ان ممالک کے متعلقہ افسران کو غفلت برتنے پر سزائیں ہوئی لیکن امریکہ میں کسی بھی شخص کو سزا نہ ہوئی۔

۶۰ کی دہائی میں آنے والے سبز انقلاب کے نتیجے میں اناج کی پیداوار میں اضافہ تو ہوا لیکن اس سے کسانوں کو فائدہ نہیں ہوا بلکہ کیمیائی کھاد کے استعمال کی وجہ سے زمین کی زرخیزی کم ہوتی گئی دوسری جانب کھیتی باڑی کے سازوسامان کی قیمت مسلسل بڑھتی رہی۔ قرض لے کر کسان اس صورتحال سے سنبھلنے کی کوشش کرتے ہیں لیکن قرضوں کے جال میں جکڑے جانے کے بعد خودکشی کر کے ہی ان کی جان چھوٹتی ہے۔ مودی حکومت کے گزشتہ چار سالوں میں کسانوں کی خودکشیوں کی شرح میں پچاس فیصد تک اضافہ ہوا ہے۔ کسان رہنما اتل کمار انجان نے ایک اخباری نمائندے کو بتایا کہ آج کسان اناج اگانے پر جو رقم خرچ کرتے ہیں اس کی لاگت بھی کسانوں کو نہیں مل پاتی۔ مثلاً ایک کوئنٹل گیہوں پر ڈھائی ہزار لاگت آتی ہے لیکن کسان کو بازار میں قیمت پندرہ سو سے اٹھارہ سو روپے ملتی ہے۔ کھاد کی بوری ۴۶۰ روپے سے بڑھ کر ۱۲۶۰ تک جا پہنچی ہے۔ اپنے کنبے کی کفالت نہ کرسکنے اور قرضوں سے جان چھڑانے کے لیے مجبوراً خودکشی کی طرف مائل ہوجاتے ہیں۔ بھارتی سپریم کورٹ میں جمع کرائی گئی ایک رپورٹ کے مطابق بھارت میں ہر سال اوسط بارہ ہزار کاشتکار خودکشیاں کر رہے ہیں۔

**بیت المقدس، یہودی آبادکاروں کے لیے ۶۱۰ مکانوں کی تعمیر کی منظوری**

مرکز اطلاعات فلسطین کے مطابق قابض اسرائیلی حکومت نے غرب اردن کے شمال مشرقی علاقے میں قائم کردہ ایک یہودی کالونی میں ۳۰۰ مکانات کی تعمیر کی منظوری دی جبکہ مقبوضہ بیت المقدس میں ۳۱۰ مکانات کی تعمیر کا اعلان کیا گیا۔ صیہونی حکام نے شمال مشرقی رام اللہ میں بیت ایل یہودی کالونی میں مکانات کی تعمیر کے لیے فلسطینی اراضی کی کھدائی شروع کر دی۔

دوسری جانب قابض یہودی فوج نے غرب اردن میں ایک مزاحمتی کاروائی میں دو یہودی

آبادکاروں کو ہلاک کرنے والے فلسطینی کی وسیع پیمانے پر تلاش شروع کی۔ کریک ڈاؤن میں ۲۴ فلسطینیوں کو حراست میں لیا گیا۔

مسجد اقصیٰ کے خلاف بھی صیہونی منصوبے کی ایک تازہ جھلک شیخ کمال الخطیب کی جانب سے سامنے آئی ہے۔ انہوں نے فیسبک پر مسجد اقصیٰ کی بنیادوں کے نیچے کی جانے والی کھدائی اور زیر زمین بنائے گئیے ڈھانچوں کی تصاویر شائع کی ہیں۔ شیخ کا کہنا ہے کہ یہ تصویریں ایک صیہونی انجینئر نے اپنے ساتھیوں کو بھیجیں جہاں سے وہ بعض فلسطینیوں کے ہاتھ لگ گئیں۔

### جنگی جرائم کی تحقیقات پر امریکہ کی فوجداری عدالت کو دھمکی

امریکہ نے دھمکی دی ہے کہ افغانستان میں جنگی جرائم کے تحت امریکی کارروائیوں کی تحقیقات کرنے والے عالمی فوجداری عدالت کے ججز اور دیگر اہلکاروں کو گرفتار کیا جا سکتا ہے اور ان کے خلاف کارروائی بھی ممکن ہے۔

امریکہ میں قومی سلامتی کے مشیر جان بولٹن نے ہالینڈ کے شہر دی ہیگ میں قائم انٹرنیشنل کرمنل کورٹ کو امریکہ، اسرائیل اور اپنے دیگر اتحادی ممالک کے لیے ایک 'خطرہ' قرار دیا۔ بولٹن کے بقول اگر اس ادارے کی جانب سے کسی بھی امریکی فوجی کے خلاف تحقیقات کی گئیں، تو یہ بےبنیاد ہوں گی۔ یہ دھمکی بھی دی کہ اگر فوجداری عدالت نے کسی بھی امریکی یا اسرائیلی کو نشانہ بنایا، تو ان کی انتظامیہ خاموش نہیں بیٹھے گی۔ وائٹ ہاؤس کے اس اعلیٰ اہلکار نے یہ بھی کہا کہ کسی بھی امریکی شخص کے خلاف تحقیقات شروع کرنے کی صورت میں آئی سی سی کی مالی معاونت روکی جا سکتی ہے اور متعلقہ ججز اور اہلکاروں کے خلاف کارروائی ممکن ہے۔

اس کے ردعمل میں انٹرنیشنل کرمنل کورٹ نے کہا ہے کہ اسے ایک سو تیئیس رکن ممالک کی حمایت حاصل ہے اور ماضی میں اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل نے بھی جنگی جرائم کی تحقیقات کے سلسلے میں اسی عدالت سے رجوع کیا ہے۔ جان بولٹن کے آئی سی سی کے حوالے سے اس بیان پر انسانی حقوق سے منسلک تنظیموں نے تنقید کی ہے۔ ہیومن رائٹس واچ سے وابستہ لز ایونسن کے بقول بولٹن کا بیان ان لوگوں کے لیے توہین کا باعث ہے، جو جنگی جرائم کا شکار بنے۔ انہوں نے مزید کہا، ''شام، میانمار اور دیگر مقامات پر انسانوں کا قتل یہ ظاہر کرتا ہے کہ آئی سی سی کی ضرورت اور بھی زیادہ ہے''۔

### امریکی صدر ڈونلڈ ٹرمپ کی سعودی عرب کو دھمکی:

امریکی صدر ڈونلڈ ٹرمپ نے دعوی کیا ہے سعودی بادشاہت امریکی فوج کے دم سے قائم ہے۔ شاہ سلمان ہمارے بغیر شاید دو ہفتے بھی نہیں چل سکتے۔ مزید کہا کہ سعودی عرب کے لیے اگر ہماری فوجی مدد نہ ہو تو اس کے لیے جینا مشکل ہے۔

ایک صحافی نے جب محمد بن سلمان سے انٹرویو کے دوران ٹرمپ کی دھمکی کے متعلق بات کرتے ہوئے پوچھا کہ کہ آپ برا نہیں مناتے کہ وہ آپ کے والد کے متعلق ایسی سخت باتیں کہے؟ محمد بن سلمان جواب میں بڑی ڈھٹائی اور بے شرمی سے کہتا ہے:

''آپ کو یہ ماننا ہو گا کہ آپ کے دوست اچھی باتیں بھی کہتے ہیں اور بری بھی۔ تو ایسا نہیں ہو سکتا کہ دوست آپ کے متعلق ہمیشہ اچھی باتیں ہی کہیں۔ حتی کہ آپ کے خاندان میں بھی، آپکے درمیان غلط فہمی بھی ہو سکتی ہے۔ لہٰذا اسے (ٹرمپ کی دھمکی کو) ہم اسی کیٹگری میں رکھتے ہیں''۔

سعودی خائن حکمرانوں نے امت کے وسائل بے دریغ لٹانے اور کفار کی جھولی میں ڈالنے کے ساتھ ساتھ خلیج اور مشرق وسطی کے ممالک میں امریکی عزائم کی تکمیل میں جو کردار ادا کیا اور اب جس نام نہاد روشن خیالی کا سفر شروع کیا ہے ان اقدامات کے بعد بھی امریکہ ان ازلی غلاموں کے ساتھ ایسا ذلت آمیز رویہ رکھے ہوئے ہے۔

اسی حقیقت کے متعلق قرآن کریم میں ارشاد باری تعالی ہے:

وَلَنۡ تَرۡضٰى عَنۡكَ الۡيَهُوۡدُ وَلَا النَّصٰرٰى حَتّٰى تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمۡ ؕ قُلۡ اِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الۡهُدٰى ؕ وَلَئِنِ اتَّبَعۡتَ اَهۡوَآءَهُمۡ بَعۡدَ الَّذِىۡ جَآءَكَ مِنَ الۡعِلۡمِ ۙ مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنۡ وَّلِىٍّ وَّلَا نَصِيۡرٍ البقرۃ: ۱۲۰

''اور ہرگز راضی نہ ہونگے تجھ سے یہود اور نہ نصاریٰ جب تک تو تابع نہ ہو ان کے دین کا تو کہہ دے جو راہ اللہ بتلا دے وہی راہ سیدھی ہے اور اگر بالفرض تو تابعداری کرے ان کی خواہشوں کی بعد اس علم کے جو تجھ کو پہنچا تو تیرا کوئی نہیں اللہ کے ہاتھ سے حمایت کرنیوالا اور نہ مددگار''۔

### ہزاروں بچے جرمن پادریوں کی ہوس کا شکار:

جرمن نشریاتی ادارے کی ایک رپورٹ میں دعوی کیا گیا ہے گزشتہ ساٹھ سالوں میں ہزاروں بچے جرمن پادریوں کی ہوس کا شکار ہوئے ہیں۔

جرمن بشپ کانفرنس کے ایماء پر کرائے گئے ایک جائزے میں جنسی زیادتی کے تین ہزار ۶۷۷ مبینہ واقعات کی چھان بین کی گئی۔ اس کے نتیجے سے معلوم ہوا کہ ۱۹۴۶ء سے ۲۰۱۴ء کے درمیان ۱۶۷۰ پادری جنسی زیادتی کے واقعات میں ملوث رہے ہیں۔ ان چھ دہائیوں کے دوران زیادتی کا نشانہ بننے والے زیادہ تر تیرہ سال سے کم عمر لڑکے تھے۔ رپورٹ کے مطابق ملوث پادریوں کا اکثر خاموشی سے تبادلہ کر دیا جاتا تھا اور متاثرہ بچے کے اہل خانہ کو بھی اس بارے میں لاعلم رکھا جاتا تھا۔ جن پادریوں نے کلیسا کے قانون کے تحت خود کو پیش کیا ان پر یا تو معمولی سی پابندیاں عائد کی گئیں یا انہیں صرف معطل کر دیا گیا۔ جرمن بشپ کانفرنس کا پادری اسٹیفن آکرمان کہتا ہے ''ہمیں سامنے آنے والے

جنسی استحصال کے واقعات کی وسعت کا اندازہ ہے۔ہم بہت مایوس اور شرمندہ ہیں''۔اس سے قبل آسٹریلوی پادریوں کے خلاف بھی بچوں سے جنسی زیادتی کا سکینڈل سامنے آیا تھا جس کے بعد آسٹریلوی حکومت کے تعاون سے کلیسا متاثرین کے خاندانوں کو معاوضوں کی ادائیگی کر سکا۔

**برطانوی فوج میں جنسی زیادتیاں عروج پر:**

ڈیلی سٹار کی رپورٹ کے مطابق برطانوی فوج میں خواتین فوجیوں کے ساتھ جنسی زیادتی کی شرح تاریخ کی بلند ترین سطح کو چھو رہی ہے۔گزشتہ تین سال میں ڈھائی سو سے زیادہ فوجی خواتین نے جنسی زیادتی کا نشانہ بننے کی شکایت کی ہے۔یہ تعداد رپورٹ شدہ کیسز کی ہے، جبکہ متاثرہ خواتین کی اصل تعداد اس سے کہیں زیادہ ہے۔رپورٹ کے مطابق زیادتی کا نشانہ بننے والی زیادہ تر خواتین سپاہی اور چھوٹے رینکس کی ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ مغربی افواج اور ان کے ماتحت تربیت پانے والی مسلم دنیا کی افواج بھی اخلاق سے عاری افواج ہیں۔جنھیں انہیں بہانہ چاہیے اندرون یا بیرون ملک اگر کسی مزاحمت کو کچلنا ہو تو تب تو یہ ریپ کو باقاعدہ ہتھیار کے طور پر استعمال کرتے نہیں جھجکتے۔اور اگر ایسے مواقع نہ ہو تو پھر اپنی ہی فوج کی خواتین ان درندوں کا تر نوالہ بنتی ہیں۔

آسٹریلیا میں سال ۲۰۱۲ء میں ایک کمیشن قائم کیا گیا جس نے ۱۹۶۷ء سے ۱۹۷۱ء کے درمیان کم عمر کیڈٹس کے ساتھ کی جانے والی زیادتیوں کی تحقیقات کیں تو معلوم ہوا کہ آٹھ ہزار کم عمر لڑکے لڑکیوں کو جنکی عمریں تقریباً پندرہ برس تھی فوجیوں کی جانب سے بار بار ریپ کا نشانہ بنایا گیا۔اور بہت سے افراد کو ایک دوسرے کا ریپ کرنے پر مجبور کیا گیا۔کمیشن کی تحقیقاتی رپورٹ کے مطابق ان جرائم کے ارتکاب میں سینئر افسران کی رضامندی شامل تھی۔

کینیڈا کی مسلح افواج میں فوجی خواتین سے ریپ کی شرح ستائیس فیصد ہے۔یعنی ہر سو میں سے ستائیس خواتین جنسی زیادتی کا نشانہ بنتی ہیں۔

امریکہ میں سال ۲۰۱۶ء میں ۱۴۹۰۰ فوجی خواتین کو جنسی زیادتی کا نشانہ بنایا گیا۔

**مغرب میں عورت تجارتی منڈیوں میں:**

مغرب میں عورت کی باقاعدہ تجارت ہوتی ہے ۱۹۹۷ء میں مغربی محقق 'کریس ڈی اسٹوب' نے یورپ میں عورتوں کی تجارت پر تحقیق کی اور انکشاف کیا کہ

> ''مغرب میں عورت کی زندگی جہنم ہے، صرف اسپین میں ۵لاکھ خواتین جسم فروشی پر مجبور ہیں، ڈنمارک جس کو ملحدین کا گڑھ کہا جاتا ہے اب اس کو بغیر نکاح کے شادی کی جنت کہا جارہا ہے، سوئزرلینڈ کو اب کلب کی لڑکیوں کا ملک کہا جاتا ہے''۔

مصدر: کریس ڈی اسٹوب/یورپ میں عورت کی تجارت

دوسری طرف امریکی نیوز چینل CNN نے ایک اخباری رپورٹ نشر کی کہ جس میں Maryland(امریکہ)میں johns Hopkins یونیورسٹی کے اہم تحقیقات پر اعتماد کیا گیا ہے جس کے مطابق امریکہ میں ہر سال ۲لاکھ بچوں اور عورتوں کی باقاعدہ غلام کے طور پر خرید و فروخت ہوتی ہے اور ایک لاکھ ۲۰ہزار عورتیں مشرقی یورپ(روس اور اس کے آس پاس غریب ممالک) سے جسم فروشی کے لیے مغربی یورپ سمگل کی جاتی ہیں۔

۱۵ہزار عورتوں کو جسم فروشی کے لیے امریکہ بھیج دیا جاتا ہے جن سے اکثریت کا تعلق میکسیو سے ہوتا ہے۔مشرقی ایشاء سے لائی جانے والی عورت کو امریکہ میں ۱۶ہزار ڈالر میں بیچا جاتا ہے جن کو بے حیائی کے اڈوں کے سپرد کیا جاتا ہے۔

آپ سوچ رہے ہوں گے کہ اس سے بھی بڑی مصیبت ہو سکتی ہے جواب یہ ہے کہ جی اس سے بھی بڑی مصیبت یہ ہے کہ یورپ اور امریکہ میں ان عورتوں کو بیچتے وقت نمبر اور اسٹمپ لگایا جاتا ہے۔برطانوی اخبار''انڈیپنڈنٹ''نے ۳۰ستمبر ۲۰۱۴ء کو ایک رپورٹ شائع کی جس کا عنوان تھا "Human Traffickers Victims branded like cattle" جسم فروشی کی غرض سے برطانیہ سے غلاموں کو ٹرکوں میں بھر دیا جاتا ہے پھر ان کو ۲۰۰ سے ۷۰۰۰ پاونڈ کے درمیان فروخت کیا جاتا ہے۔

اخبار نے اس کو عورت کی غلامی کہا ہے جس کو جانوروں کی طرح امریکہ اور یورپ میں فروخت کیا جاتا ہے باقاعدہ کمیشن والے دلال ہیں جو اس میں ہزاروں ڈالرز کماتے ہیں۔

☆☆☆☆☆

# جہاں میں کتنے رسول آئے، نا آیا کوئی عظیم تم سا

جہاں میں کتنے رسول آئے، نہ آیا کوئی عظیم تم سا
فہیم تم سا، علیم تم سا، نعیم تم سا، حکیم تم سا

ہزار ڈھونڈا، تمام دیکھا، کسی نے لیکن کہیں نہ پایا
حسین تم سا، امین تم سا، جمیل تم سا، وسیم تم سا

دیارِ لوح و قلم سے اب تک، قسم خدا کی کوئی نہ آیا
ادیب تم سا، مجیب تم سا، خطیب تم سا، کلیم تم سا

چراغِ ایمان جلا کے دیکھا، کہیں بھی کوئی نظر نہ آیا
حمید تم سا، مجید تم سا، وحید تم سا، تمیم تم سا

فلک کی گردش سے کیوں ڈریں وہ کہ جس نے پایا ہو زندگی میں
عمیق تم سا، شفیق تم سا، عتیق تم سا، کریم تم سا

ورود آدم سے تا بہ ایں دم میزاں * میں * میرے کوئی نہ اُترا
عدیل تم سا، خلیل تم سا، جلیل تم سا، حلیم تم سا

جہاں میں کتنے رسول آئے، نا آیا کوئی عظیم تم سا
فہیم تم سا، علیم تم سا، نعیم تم سا، حکیم تم سا

اللھم صل علیٰ محمد و علی آل محمد

قاضی ایاز الدین

## دین ہی کو اپنی کُل متاع سمجھئے!!!

”پیارے بھائیو! اپنے دین کے اوپر فخر کرنے والے بنیں... اپنے دین سے چمٹ کر رہنے والے بنیں... ہمیں جو چیز مل گئی ہے وہ اتنی اعلیٰ ہے، اتنی اعلیٰ ہے کہ دنیا کی کسی کتاب سے، دنیا کے کسی دستور سے، دنیا کے کسی فلسفے سے، دنیا کی کسی فکر سے، دنیا کی کسی تہذیب سے اُس کا موازنہ نہیں کیا جاسکتا... یہ موازنہ کرنا اُس کی توہین ہو گی... اللہ تعالیٰ اس کتاب کا ذکر کرتے ہوئے قرآن میں فرماتے ہیں... کہ جس کو یہ قرآن مل گیا ہو فَبِذَٰلِكَ فَلْيَفْرَحُواْ هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُونَ (یونس:۵۸) تو بس وہ اسی پر خوشیاں منائے... یہ دنیا والے جو کچھ بھی جمع کرتے ہیں، اُن کے پاس جتنی مال و متاع اکٹھی ہے یہ اُس سب سے بہتر ہے... یہ قرآن جس کے سینے میں ہو، جس امت کو یہ مل چکا ہو، جس کو اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم، آخری نبی سے نسبت مل چکی ہو... جس کی امت میں شامل ہونے کے لیے انبیاء دعائیں کیا کرتے تھے اور تمنائیں کیا کرتے تھے... پھر اللہ تعالیٰ قرآن میں ذکر کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء سے عہد لیا کہ اگر وہ نبی آجائے لَتُؤْمِنُنَّ بِهِ وَلَتَنصُرُنَّهُ تو تم ضرور اُس پر ایمان لاؤ گے اور تم ضرور اُس کی مدد کرو گے... اور جس نے اس کی مخالفت کی تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَمَن تَوَلَّىٰ بَعْدَ ذَٰلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ تو وہ فاسق ہو گا... انبیاء کو مخاطب کرتے ہوئے اللہ سبحانہ وتعالیٰ یہ بات فرماتے ہیں... تو پیارے بھائیو! اُس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں ہونے کے بعد پھر کسی اور امت، اور وہ بھی کافروں کی طرف دیکھنا! اُن کی تہذیب سے، اُن کی روشنی سے روشنی حاصل کرنے کی کوشش کرنا... جو روشنی نہیں تاریکی ہے... سوائے کسی جاہل آدمی کے کوئی یہ کام نہیں کر سکتا... اپنے دین سے ناواقف آدمی کے سوا کوئی یہ کام نہیں کر سکتا...

دین کے ایک ایک چھوٹے چھوٹے حکم پر فخر کرنے کی کوشش کیجیے... اور اپنے سینے کے اندر یہ یقین جمائیں کہ جو ہمیں ملا ہے اس سے بہتر کوئی نہیں... جو دین ہمیں ملا، جو ادب اس نے سکھایا، جو عقیدہ اس نے دیا، جو تصورات اس نے دیے، جو زندگی گزارنے کا ڈھنگ اس نے دیا، جو مقاصد اس نے دیے... اس سے بہتر کوئی چیز نہیں ہو سکتی... اور اسی یقین کے ساتھ اس کو نافذ کیا جائے... تو جب تک وہ شان نہیں پیدا ہو گی، وہ شان جو ماضی قریب میں یا حال میں کہیں نظر آتی ہے تو وہ امارت اسلامیہ افغانستان کے اُن فقیر صفت اور درویش صفت ذمہ داران کے اندر نظر آتی ہے، وہ امیر المومنین نصرہ اللہ کے اندر نظر آتی ہے... شان سے مراد وہ شان ہے جو رستم کے دربار میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین دکھایا کرتے تھے... جو زرق برق قالینوں کے اوپر اپنے گھوڑے چڑھاتے ہوئے پہنچ جائیں اور اُن کے تخت کے ساتھ اپنے گھوڑے کی رسی باندھ کے اور نیزہ قالین میں گاڑ کر تخت کے ساتھ جا کر بیٹھ جائیں... یہ اعتماد! یہ کوئی مصنوعی چیز نہیں تھی!...

یہ اعتماد تھا کہ یہ سب حقیر ہے، یہ سب اللہ تعالیٰ کے منکر ہیں... یہ سب کافر ہیں، ان کے پاس کوئی چیز ایسی نہیں جو ان سے سیکھنے کی ضرورت ہے، جس پہ ان سے مرعوب ہونے کی ضرورت ہے... اپنے دین کو لے کر گئے اور اتنے اعتماد سے رکھا کہ وہ بادشاہ بھی مرعوب ہو گیا اُس سے کہ ان کا عام فرد اگر ایسا ہے تو جو ان کو لے کر چل رہے ہیں' ان کے جرنیل' وہ کتنے عظیم ہوں گے... اس اعتماد کے ساتھ دین کو رکھا جائے جیسا کہ امیر المومنین ملا محمد عمر نصرہ اللہ کے حوالے سے آتا ہے... ڈاکٹر عبد اللہ نفیس اپنے ایک بیان میں اس بات کا ذکر کرتے ہیں کہ پوری دنیا سے وفود آیا کرتے تھے... عرب ممالک کے وزرا آیا کرتے تھے... بالخصوص سعودیہ سے آیا کرتے تھے، پاکستان سے آیا کرتے تھے امیر المومنین سے ملاقات کی خواہش لیے...

ہمارے ہاں یہ جاہل اور دین سے پھری ہوئی قیادت ہے، اُس کا حال یہ ہے کہ ہیلری کلنٹن یعنی کوئی کافر عورت بھی آکر اُس سے مصافحہ کر لے تو اس کے دانت ہی نہیں اندر ہوتے ہیں، وہ تصویریں کھنچوا کھنچوا کر نہال ہو رہا ہوتا ہے... وہاں یہ حالت تھی کہ پورے پورے وفود پہنچتے ہیں دُور دُور سے، امیر المومنین سے ملنے کے لیے اور آپ کہتے ہیں کہ میرے پاس وقت نہیں ہے، جاؤ کابل چلے جاؤ (آپ قندھار میں ہوتے تھے)... فرماتے جاؤ کابل چلے جاؤ، وہاں کسی اور ذمہ دار سے ملاقات کر لو... بیش تر وفود سے آپ نے کبھی خود ملاقات نہیں کی، اس لائق ہی نہیں سمجھا... کافرِ اصلی نہ بھی ہوں لیکن اس دنیا میں ڈوبے ہوئے اور اللہ کے دین سے منہ پھیرے ہوئے حکمران تھے، اُن سے بھی ملاقات آپ پسند نہیں کیا کرتے تھے... تو یہ استغنا... کہ دنیا سے منہ پھیر لینا اور دین کو ہی اپنی کُل متاع سمجھنا... یہ سینے کے اندر وہ چیز پیدا کرتی ہے کہ جس کی وجہ سے پھر اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی نصرتیں نازل ہوتی ہیں اور اللہ تعالیٰ ذلت کے گڑھوں میں سے نکالتا ہے“۔

شہید عالم ربانی، استاد احمد فاروق رحمہ اللہ